سِلسِلۂ ندوۃُ المصنّفین

(۳۸)

تاریخِ ملّت

حصّہ پنجم

خلافتِ عبّاسیہ

نقیب...

...سی خلفاء سفّاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون، امین، مامون،
...صم اور واثق کے سوانح حیات اور دورِ حکومت کے جامع و مستند
...لات اور ان کے علمی، مذہبی، تمدنی اور اصلاحی کارناموں پر تبصرہ

تالیف

مفتی انتظام اللہ صاحب اکبرآبادی

ندوۃ المصنّفین

۱۳۶۹ھ

(ب)

۲۹۷۵۹

۲۸۱۳

قیمت غیر مجلد تین ۳ روپے بارہ ۱۲ آنے

" مجلد چار روپے

فہرست مضامین

دعوتِ بنی عباس

بعثتِ نبوی صلعم سے پہلے عرب کے قبیلوں میں جاہ و جلال کے اعتبار سے قبیلۂ قریش زیادہ ممتاز تھا اور قریش کے خاندانوں میں بنی ہاشم اور بنی اُمیہ دو برابر کے حریف تھے تاہم ملکی اقتدار میں بنو اُمیہ کو بنو ہاشم پر فوقیت حاصل تھی لیکن آنحضرت صلعم کے ورودِ مسعود نے نقشہ ہی پلٹ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضہ سرکارِ دو عالم کے خلیفہ ہوئے۔ حضرت عثمان اموی کے دورِ خلافت میں بنی اُمیہ کا ستارہ چمکا۔ امیر معاویہ اموی اور مروان بن حکم اموی کی مساعی و سیاست سے خلافتِ بنی اُمیہ عہدِ خلیفہ ہشام تک عظیم الشان درجہ تک پہنچ گئی۔

بنی ہاشم میں بنو فاطمہ علم و تقوی، جود و سخا، اور احسان و شجاعت میں تمام اقران و اماثل پر برتری رکھتے تھے۔ انہوں نے خلافت راشدہ کے قدم بہ قدم چلنے والی حکومت قائم کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصدِ وحید اور نصب العین قرار دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت امام حسین میدانِ عمل میں آئے۔ مگر اہل کوفہ کی بدعہدی و غداری سے اُن کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ پھر اُن کے پوتے

امام زین العابدینؒ کے فرزند گرامی حضرت زیدؓ مدعی خلافت ہوگئے اور کوفہ میں ایک جماعت نے ان کی حمایت ونصرت کا علم بلند کیا۔ مگر یہ وہی لوگ تھے جن کے اجداد نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ غداری کی تھی۔

حضرت زیدؓ کے دستِ مبارک پر پندرہ ہزار کوفیوں نے بیعت کی مگر جب وقت آیا تو دو سو اٹھارہ افراد اُن کے ساتھ رہ گئے حضرت زیدؓ نے اہل کوفہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں کتاب اللہ وسنّت رسول اللہ پر عمل کی دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں تمہیں میری مدد کرنی چاہیئے"

یوسف بن عمر جمعیت کثیر لے کر مقابل آیا۔ حضرت زیدؓ کی مختصر سی جماعت نے انتہائی پامردی اور جانثاری سے مقابلہ کیا۔ لڑائی کے دوران میں حضرت زید کی پیشانی پر ایک پتھر لگا۔ اور اُس کا اثر اتنا مہلک ثابت ہوا کہ آپ جانبر نہ ہوسکے۔ شہادت کے بعد دفن کئے گئے۔ مگر یوسف نے آپ کی لاش قبر سے نکلوا کر سولی پر آویزاں کردی؂۱

مگر یہ ظلم وستم بنو فاطمہ کے ہمت و استقلال کو کمزور کرنے کے بجائے اور بڑھتا رہا۔ اِدھر علمائے حق بھی اُن کی اعانت کے لیے تیار رہتے تھے چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت بھی بنی اُمیہ کو منصب خلافت کا

؂۱ ابن اثیر جلد ۵ ص ۹۱

حقدار نہیں سمجھتے تھے اور آپ حضرت زید شہید کی نصرت کا فتویٰ دے چکے تھے۔

یزید ابن ابی ہبیرہ جو مروان الحمار کی طرف سے حاکم کوفہ تھا حضرت ابو حنیفہ کی رائے بابت خلافت اور اُن کی جلالت و عظمت سے آگاہ تھا۔ اس نے حضرت امام اعظم سے انتقام لینے کا بہانہ تلاش کیا اور ایک موقع پا کر حضرت امام سے کہا "میں آپ کو میر منشی اور افسر خزانہ بنانا چاہتا ہوں" مگر حضرت امام نے انکار کر دیا۔ یزید نے حکم جاری کر دیا کہ ہر روز اُن کے دس درّے لگائے جائیں۔ اس ظالمانہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ لیکن آپ اپنی رائے پر اٹل رہے بالآخر مجبور ہو کر یزید نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

بنو فاطمہ کے دعوئے خلافت کے ساتھ ساتھ آل عباس کو بھی خلافت سے دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور اُن کے صاحبزادے علی کو کبھی اُس کا خیال نہ آیا۔ لیکن اُن کے فرزند محمد کو ابو ہاشم کی تحریک کے باعث مسئلہ خلافت سے لگاؤ پیدا ہو گیا[1]

امامت شیعان علی نے امامت کا شاخسانہ کھڑا کر دیا تھا انہوں نے حضرت علی کی اولاد میں سے پہلے حضرت امام زین العابدین کو امام بنایا

[1] آنحضرت صلعم نے حضرت عباس کو مخاطب کر کے فرمایا "فیکم النبوت والمملکۃ" یعنی تم میں نبوت اور بادشاہت دونوں ہیں (رواہ ابو نعیم عن ابوہریرہ خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ ہمارے یہاں بھی یہی روایت منقول ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں عامری ضعیف ہے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲

کچھ لوگوں نے حضرت زید کو اور بعض نے حضرت محمد باقر کو منصب امامت پر فائز کیا۔ شیعوں نے حضرت امام زین العابدین کو بھی اپنا آلہ کار بنانا چاہا۔ مگر وہ زہد و تقویٰ کے پیکر مجسم تھے اور ان کی غداریوں کا نقشہ کوفہ میں دیکھ چکے تھے اس لیے ان کے جال میں نہ پھنسے۔ پھر ان لوگوں نے محمد بن حنفیہ بن علی کرم اللہ وجہ کو امام مقرر کیا۔ مختار ثقفی نے اُن کی امامت سے اپنا اقتدار قائم کرنے میں بہت مدد دی۔ حضرت محمد بن حنفیہ نے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن شیعہ لطف یہ ہے کہ ان ہی کو اپنا امام تسلیم کرتے رہے۔

اُن کے وصال کے بعد اُن کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ جانشین ہوئے مگر عمال سلیمان بن عبدالملک اُن کے درپے آزار ہوئے تو انہیں دمشق چھوڑنا پڑا۔ آخر میں دشمنوں نے انہیں زہر دے دیا۔ وفات کے وقت یہ علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حمیمہ میں مقیم تھے اور چونکہ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ بنی ہاشم میں خلافت کے لیے موزوں کوئی شخص نظر آیا۔ اس لیے انہوں نے اپنا جانشین محمد بن علی کو مقرر کیا۔

محمد بن حنفیہ کے متبعین عراق و خراسان میں بہ کثرت تھے چنانچہ ان سب نے بر بنائے وصیت محمد بن علی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس طرح منصب امامت علویں سے عباسیین کے خاندان میں منتقل ہو گیا۔

امام ابو ابراہیم محمد عباسی

نام و نسب نام محمد کنیت ابو ابراہیم بن علی سجاد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ محافظ کعبہ

خاندانی حالات حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے "علی سجاد" اجلۂ تابعین سے تھے۔ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت خاندانِ رسالت میں ہوئی۔ علم و حدیث اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے:

کان ثقۃ قلیل الحدیث — اہل حدیث کی اصطلاح میں آپ ثقہ تھے مگر حدیثیں کم مروی ہیں۔

صاحب وفیات الاعیان کہتے ہیں

علی بن عبداللہ کان سیداً شریفاً بلیغاً وھو اصغر اولاد ابیہ وکان اجمل قرشی علی وجہ الارض واوسمہ واکثرہم صلوۃ وکان یدعی السجاد[1] — امام علی بن عبداللہ سید شریف اور بلیغ تھے یہ حضرت ابن عباس کے چھوٹے صاحبزادے تھے قریش میں سب سے زیادہ حسین اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والے تھے اور لوگ ان کو سجاد کے لقب سے پکارتے تھے۔

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۴۲۲۔

حضرت علی سجاد کا قیام پہلے حرم میں تھا۔ آپ کی ملکیت میں پانچ سو درخت زیتون کے تھے۔ ہر درخت کے نیچے دو رکعت نفل آپ نے پڑھی زہد و اتقا کے پیکر مجسم تھے۔ اموی حکومت کی سخت گیری سے مجبور ہو کر حمیمہ میں آ کر قیام کیا۔ علویین کے ساتھ اُن پر بھی ظلم ہوئے۔ کوڑے ان کے لگائے گئے مگر صبر سے کام لیا۔ آخر تک حمیمہ میں ہی گوشہ گیر رہے۔ ۱۱۹ سنہ ہجری میں آنجناب کا وصال ہوا۔

ابو ابراہیم محمد کی سوانح حیات

ابو ابراہیم ۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ عالیہ خاتون "حضرت عباس کی پوتی تھیں۔ تعلیم و تربیت ماں باپ کے آغوش میں پائی۔ علم و حدیث اپنے باپ سے حاصل کیا۔ آپ عالم متبحر تھے۔ علم تفسیر دادا سے ورثہ میں پایا۔

آپ شیعہ عباسیہ سبعیہ اور راوندیہ کے پانچویں امام تھے اجلہ تبع تابعین میں آپ کا شمار ہے۔

شرفائے عرب میں بہت حسین و جمیل۔ عالی دماغ۔ سیاست ملکی سے باخبر علویوں اور بنو فاطمہ سے سیاست میں بڑھے ہوئے تھے۔

جانشینی

امام عبد اللہ ابو ہاشم علوی نے ابو ابراہیم کو اپنا جانشین کیا۔ آپ نے امامت پر فائز ہوتے ہی دعوتِ بنی عباس کا آغاز فرمایا۔ اور مختلف مقامات پر اپنے دعاۃ روانہ کیے۔

عراق کی طرف میسرہ کو بھیجا۔ محمد بن خنیس۔ ابو عکرمۃ السراج جن کو ابو محمد

سلہ ابن خلکان جلد ۴ ص ۲۲۲

صادق بھی کہتے ہیں۔ حبان العطار جو ابراہیم بن سلمہ کے ماموں تھے۔ ان سب کو خراسان بھیجا۔

یہ زمانہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کا تھا۔ اُن کی طرف سے خراسان کا حاکم اُن دنوں جراح بن عبداللہ حکمی تھا۔

امام نے دعاۃ کو روانہ کرتے وقت ان کو یہ ہدایت کی تھی کہ "میری
اور میرے اہلِ بیت کی طرف لوگوں کو ترغیب دو اور عام طور پر
اس امر کی طرف متوجہ کرو کہ امام میں ہی ہوں اور جو تمہاری عوت
قبول کرلیں، اُن کے دستخط بھی لے لینا۔"[۱]

چنانچہ دعاۃ نے خراسان پہنچتے ہی خفیہ طور سے ہزار ہا نفوس کو اپنا ہم خیال بنالیا اور امام کی بیعت کے ساتھ دستخط بھی اُن کے لیتے گئے یہ دستخطی تحریر خفیہ طور سے عراق، امام کے غلام "میسرہ" کے پاس روانہ کی گئی۔ اس نے امام محمد بن علی کی خدمت میں بھیجدی۔

ابو محمد صادق مصاحب امام نے خراسانیوں کی بڑھتی ہوئی رجوعات دیکھ کر امام کو مشورہ دیا کہ جس قدر نقیب اب تک خراسان گئے ہیں وہ ناکافی ہیں بارہ نقیب اس علاقہ کے مختلف مقامات میں ادھر جانے چاہئیں چنانچہ امام محمد نے یہ رائے پسند کی اور بارہ نقیبوں کا تقرر عمل میں آیا۔

سلیمان بن کثیر خزاعی، لاہز بن قریظ تمیمی، قحطبہ بن شبیب طائی موسیٰ بن کعب تمیمی خالد بن ابراہیم ابوداؤد

---

[۱] طبری جلد ۸ ص ۱۳۵

(رکن قبیلہ بنی عمر بن شیبان)، قاسم بن مجاشع تمیمی، عمران بن اسمٰعیل ابوالنجم مولیٰ آل معیط، مالک بن ہیثم خزاعی۔ طلحہ بن زریق خزاعی۔ عمر بن اعین۔ ابو حمزہ مولیٰ خزاعہ، شبلی بن طہمان ابو علی الہروی۔ موسیٰ بن حنیفہ، عیسیٰ بن امین مولیٰ خزاعہ علاوہ ان نقباء کے ستر آدمی اس کام پر نقباء کی معاونت کے لیے مقرر کیے گئے اور اُن کا کام یہ بھی تھا کہ امام کی طرف سے لوگوں سے بیعت امامت بھی لیں[1]

۱۰۲ھ میں میسرہ نے عراق سے خراسان کو چند اور آدمی بھیجے اور اُن کو دعوت آل محمد کی ہدایت کی۔ اس زمانہ میں خراسان کا حاکم سعید نامی تھا۔ ایک تمیمی عمر بن بجیر بن ورقا سعدی نامی سعید کے پاس آیا اور اس نے یہ اطلاع دی کہ یہاں کچھ لوگ باہر سے آئے ہوئے ہیں اور خفیہ خفیہ حکومت کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کر رہے ہیں۔ سعید نے پتہ لگا کر نقباء کو بلوا بھیجا۔ دریافت حال کرنے پر اُن لوگوں نے کہا۔ ہم تاجر ہیں اور بغرض کاروبار یہاں آئے ہوئے ہیں اور آپ ہمارے اس امر کی تصدیق سرداران قبیلہ ربیعہ سے کر لیں۔ اُن کی بھی طلبی ہوئی چنانچہ ان سرداروں نے حاکم سے کہہ سُن کر ان حضرات کو چھڑوا دیا۔

مگر یہ حضرات کاہے کو خاموش بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے ہنگامی دورہ کرنا شروع کیا۔ قصبات و دیہات کو اپنے قدموں سے روند ڈالا ہزارہا خراسانی تھوڑے عرصہ میں اُن کے ہمنوا بن گئے غرض کہ دعوات بنی عباس

---

[1] طبری جلد ۸ ص ۱۳۰، [2] طبری جلد ۸ ص ۱۷۰

کی تحریک دن بدن کامیاب ہو رہی تھی۔

ولادت ابو العباس یزید بن عبدالملک کا زمانہ تھا ۱۰۴ھ میں امام محمد کے مشکوئے معلی میں ابو العباس عبداللہ پیدا ہوئے۔ چند دن بعد ابو محمد صادق، معہ چند دعاۃ خراسان سے کامیابی و کامرانی کے بعد امام کی زیارت کے لیے حمیمہ آیا۔ اور امام کی قدم بوسی کو در دولت پر حاضر ہوا۔ امام محمد مولود نو ابو العباس کو کپڑے میں لپیٹ کر محل سرا سے باہر آئے اور ان دعاۃ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"واللہ یہی وہ شخص ہے جس پر تمہارا دعوت آل محمد کا کام پورا ہوگا اور تمہارے دشمنوں سے یہی انتقام لے گا"

حاضرین نے امام کے کلمات سنکر عبد اللہ کے ہاتھ پیر کو بوسہ دیا اور قسمیں کھا کر کہا۔ بیشک ہم کو یقین ہے کہ یہی امام زادہ دشمنان اہل بیت سے ضرور بدلہ لیں گے۔"[1]

نقیب میسرہ کا انتقال ۱۰۵ھ میں نقیب میسرہ کا انتقال ہو گیا۔ بکیر بن ماہان کو جو امر لئے محمد سے تھا۔ اُن کی جگہ "نقیب آل محمد" مقرر کیا گیا۔ یہ شخص عرصہ تک دولت بنی اُمیہ کی طرف سے سندھ کا گورنر رہ چکا تھا۔ معزولی کے بعد کوفہ چلا آیا۔ یہاں ابو عکرمہ، مغیرہ محمد بن خنیس، سالم۔ ابو یحییٰ سے ملتا رہا۔ ان حضرات سے تعلقات قائم ہونے کے بعد دعوت بنی ہاشم کا تذکرہ بکیر سے بھی آ گیا۔ یہ بنی اُمیہ سے

---

[1] طبری جلد ۸ ص ۱۷۸ جلد ۲ واقعہ ۱۰۴ھ

پہلے سے ہی ناخوش تھا۔ بطیب خاطر دعوتِ بنی ہاشم میں شریک ہوگیا اور امام محمد کی خدمت میں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوا۔ امام نے "نقیب آلِ محمد" کا خطاب عطا فرمایا۔

بکیر بن ماہان نے ۱۰۵ھ (عہد ہشام بن عبدالملک) میں ابو عکرمہ، ابو محمد صادق۔ محمد بن خنیس عمار بن العبادی۔ ابن زیاد کو کوفہ سے خراسان بھیجا۔ امام اور بکیر خراسانیوں کے طبائع سے واقف تھے کہ وہ مصائب اہل بیت اور مظالم بنی امیہ کی داستانیں دل سے سنتے اور سر دھنتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان نقباء کی تقریروں سے اثر پذیر ہو کر دعوت بنی عباس میں دل و جان سے شریک ہوگئے۔ ابو عکرمہ، محمد بن خنیس نے اپنی کثیر جماعت دیکھ کر کھلے بندوں دعوتِ بنی ہاشم کی تبلیغ شروع کی۔ اعلانیہ دعوت سے خراسان میں جگہ جگہ اس کے چرچے ہونے لگے۔ اس زمانہ میں اسد بن عبداللہ خزاعی حاکم تھا۔ اس کو بھی اطلاع ہوئی۔ وہ گھبرا گیا اور اس نے اپنے پیادوں کو بھیج کر ان حضرات کو پکڑ بلایا اور ان سے سخت گفتگو کی۔ یہ لوگ محبت اہل بیت میں سرشار، بے باکی سے حق گوئی کو کام میں لائے۔ اسد نے بلا کسی کے مشورہ کے ان بزرگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور لاشوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ حسن اتفاق سے عمار عبادی بچ نکلے۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر بکیر بن ماہان سے ان واقعات کی اطلاع دی۔ بکیر نے تمام تفصیلی حالات امام محمد کی خدمت میں لکھ بھیجے۔ امام نے فرمایا:۔

الحمد للہ الذی صدق دعوتکم — سب تعریف خدا کے لیے ہے جس نے

ومقالتکم وقد بقیت منکم قتلی ستقتل[1]	تمہاری دعوت اور تمہارے قولوں کو سچا کر دیا ابھی تم میں سے اور لوگ باقی ہیں جو قتل کیے جائینگے[1]

۱۰۸ھ بکیر بن ماہان نے عمار بن عبادی کی سرکردگی میں ایک جماعت پھر خراسان روانہ کی۔ حاکم خراسان کو خبر لگ گئی اس نے عمار کو بلایا اور انکے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور انکے ساتھیوں کو قتل کرا دیا اس کا اثر یہ ہوا کہ دعوت بنی ہاشم کو اور ترقی ہونے لگی اور خراسانیوں میں بنی امیہ سے نفرت اور بنی عباس سے حسن عقیدت بڑھنے لگی بکیر بن ماہان نے اس واقعہ کی بھی اطلاع امام محمد کو بھیجدی۔

امام نے یہ خبر سن کر ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ الذی صدق دعوتکم ونجی شیعتکم[2]	خدا کے لئے تعریف ہے جس نے تمہاری دعوت اور تمہارے قولوں کو سچا کر دیا اور تمہارے شیعوں کو نجات دی۔

۱۰۹ھ میں امام محمد نے دعوت بنی عباس کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اپنے معتبر داعی زیاد کو خراسان بھیجا اور ہدایت کی کہ قبیلہ یمن میں ٹھہرنا اور قبیلہ مضر کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنا اور قبیلہ ابر میں غالب نامی ایک شخص ہے اس سے تعلقات نہ رکھنا کیونکہ وہ آل ابی طالب کا طرفدار ہے حرب بن عثمان مولی بنی قیس بنی ثعلبہ بلخی بھی پہونچا زیاد نے مرو

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۵۳ [2] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۵۳

میں قیام کیا یحییٰ بن عقیل خزاعی۔ ابراہیم بن الخطاب عدوی زیاد سے آکر ملے۔ زیاد نے سرگرمی عمل کی انہیں روح پھونک دی نقباد نے مضافات خراسان میں جاکر آل عباس کی فضیلت اور بنو مروان کی ظلم و تشدد کی حالت بیان کرنی شروع کی جوق جوق دعوت بنی عباس کے ہم نوا ہوگئے ان کی مساعی کو دیکھ کر غالب بھی آکر آنسے ملا اور آل ابی طالب کے فضائل بیان کرنے لگا مگر ان لوگوں نے توجہ سے نہ سنا تو وہ کبیدہ خاطر ہوکر ان نقباء سے الگ ہوگیا دولت بنی امیہ کی طرف سے حسن بن شیخ مال گذاری وصول کرنے "مرو" آیا اس کو اس جماعت کے حالات معلوم ہوئے اسنے اسد حاکم خراسان کو اطلاع کردی کہ یہ دیکھ رہا ہوں کہ "مرو" میں ایک جماعت حکومت کے خلاف سرگرم سعی ہے اسد نے زیاد کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اپنے ہم خیالوں کو لیکر خراسان کے علاقہ سے نکل جاؤ ورنہ تم کو بھی قتل کرا دیا جائے گا یہ لوگ کچھ دن کے لیے وہاں سے چلے گئے اور شوق دعوت میں پھر لوٹ آئے اور وعظ و تلقین میں لگ گئے۔ حسن بن شیخ بنی امیہ کا وفادار تھا اسنے پھر اسد کو اطلاع کردی اسد نے ان کو پھر بلایا اور کہا کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم خراسان سے چلے جاؤ اور یہاں نہ ٹھہرو تم پھر چلے آئے زیاد نے جواب دیا مجھ سے آپ کو کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیے میں حق کی تبلیغ و اشاعت کررہا ہوں۔

اسد نے یہ سن کر فوراً قتل کا حکم دیدیا زیاد کا ساتھی ابو موسیٰ تھا

اُس نے کہا کہ

فاقض ما انت قاض   جو تمہارا جی چاہے حکم کرو

اسد نے یہ سُنکر کہا تو نے مجھے فرعون ٹھہرایا ابو موسیٰ نے کہا میں نے کہا ٹھہرایا خدا نے ٹھہرایا۔ اسد نے غضبناک ہو کر سب داعیون کو قتل کرادیا انکے ساتھیوں میں دو غلام تھے ان کو ذلیل سمجھ کر چھوڑ دیا اس میں سے ایک نے اسد سے کہا مجکو قتل کیوں نہیں کراتا اسد نے اس کو سر راہ اونچی جگہ کھڑا کیا اور تلوار لے کر قتل کو آمادہ ہوا غلام نے بلند آواز سے پڑھا رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و محمد نبیا یہ فقرا ختم ہوا سر دھڑ سے جدا کر دیا گیا۔

دوسرا غلام کثیر خراسان آیا اور دعوت بنی عباس میں سر فروشانہ لگ گیا دن بدن محبان آل عباس کی جماعت بڑھ رہی تھی موت سے وہ لوگ گھبراتے نہ تھے ۱۱۸ھ میں اسد بن عبد اللہ نے ان میں سے بہت سے حضرات کو قتل کیا اکثر کی ناک کاٹی بقیہ کو قید میں ڈالا۔ مگر نقباء کی ہمتیں پست نہ ہوئیں بلکہ مصیبتیں بخندان پیشانی جھیلتے اور دعوت بنی عباس میں منہمک رہتے۔

سلیمان بن کثیر۔ مالک بن ہشیم۔ موسیٰ بن کعب۔ لاہز بن قریظہ خالد بن ابراہیم طلحہ بن رزیق یہ نقباء آل محمد بھی گرفتار ہو گئے۔ اسد کے سامنے پیش ہوئے تو اسنے کہا فاسقو کیا اللہ نے نہیں فرمایا

عفا اللہ عما سلف ومن عاد فینتقم اللہ منہ

واللہ عزیز ذوانتقام

یہ سن کر سلیمان بن کثیر نے کہا کچھ میں کہوں اسنے کہا ضرور سلیمان نے شعر پڑھا ؎

لو بغیر الماء حلقی له شرق
کنت کالغصان بالماء اعتصاری[1]

اسد نے سلیمان کے شعر کا بہت اثر لیا اور مالک بن ہشیم سے مشورہ کیا اسنے کہا یہ لوگ رعایت کے مستحق نہیں ہیں عبدالرحمٰن بن نعیم بولا امیر یہ حضرات تمہارے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کو آزاد کرکے احسان کیجئے اسد نے سب کو بری کر دیا۔

فتنہ عمار اس زمانہ میں بکیر بن ماہان "وزیر آل محمد" نے عمار بن یزید کو خراسان بھیجا۔ اور شیعان بنی عباس کی قیادت اس کو عطا کی خراسانی وزیر آل محمد کے حکم پر عمار کے معین و مددگار ہوگئے اسنے ان خراسانیوں کی خوش اعتقادی سے فائدہ اٹھایا دعوت بنی عباس کے بجائے نیا مذہب جاری کیا "عورت وقف عام کی گئی اور اسنے کہا روزہ نماز حج کچھ نہیں روزہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ امام کا ذکر بحفاظت تمام کیا جائے۔ اور اسکا اظہار نہ ہو۔ نماز سے مراد یہ ہے کہ امام کی طرف قصد کرو۔ شیعان بنی عباس سے کہا کہ یہ جو کچھ

---

[1] اگر بغیر پانی کے میرے حلق میں اچھو لگے تو میری حالت ایسی ہوگی کہ جیسے درخت کی ٹہنی کو پانی میں بھگو کر میں نچوڑ دوں۔

کہہ رہا ہوں امام نے ہی مجھے تعلیم دی ہے مگر اسد بن عبداللہ حاکم خراسان کو اس کی خبر لگ گئی اسنے پکڑوا بلوایا مالک بن ہیثم حریش بن مسلم اس کے تابع تھے وہ بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اسد نے عمار کی زبان کاٹ ڈالی اور آنکھوں میں نیل کی سلائی پھروادی اور پھر ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر چڑھادیا۔

امام محمد کو بھی عمار (خداش) کے حالات کا علم ہوا تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کی اور خراسانیوں سے انکی تلون مزاجی کی بنا پر خفا ہوگئے اس پر خراسانیوں نے پشیمان ہوکر اپنا نمائندہ سلیمان بن کثیر کو بناکے امام کے پاس بھیجا۔ اس نے امام سے بے حد معذرت چاہی اور امام کا خوشنودی کا خط لے کر پھر خراسان لوٹ آیا۔ اس میں لکھا تھا "خداش مخالف اسلام تھا" اس پر تمام لوگوں نے توبہ کی سنہ ۱۲۴ھ میں بکیر بن ماہان، کوفے آئے ہوئے تھے حکومت نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ بعد چھوٹ گئے یونس ابو عاصم عیسیٰ بن معقل عجلی ان کے ساتھ تھے ایک غلام (ابو مسلم)[ف] بھی ہمراہ تھا بکیر بن ماہان نے عیسیٰ سے پوچھا یہ کون ہے اس نے کہا کہ ہمارا غلام ہے اور چار سو درہم میں بکیر بن ماہان نے اس غلام کو خرید لیا اور امام ابراہیم کے پاس روانہ کردیا امام نے اس کے بشرہ سے اندازہ کر لیا کہ یہ غلام کام کے لائق ہے اس کو تعلیم و تربیت کے لئے موسیٰ سراج کے پاس بھیجدیا اور اس کا نام

ف ابو مسلم کے لئے مورخین لکھتے ہیں یہ بزرجمہر وزیر نوشیروان کی اولاد سے تھا۔

ابو مسلم لکھا سلیمان بن کثیر، مالک بن ہشیم، لاہز بن قریظہ، قحطبہ بن شبیب، مکہ آئے اور امام محمد بن علی سے ملاقات کی اور اثنائے گفتگو میں ابو مسلم کا بھی ذکر آ گیا آپ نے فرمایا وہ آزاد ہے یا غلام انھوں نے کہا عیسیٰ کہتا ہے کہ غلام ہے اور ابو مسلم کہتا ہے میں آزاد ہوں امام نے فرمایا کہ اس کو خرید کر آزاد کر دو سلیمان بن کثیر نے امام کی خدمت میں خمس کے دو لاکھ درہم اور تیس ہزار کے کپڑے پیش کئے اسکے بعد امام نے فرمایا اگلے سال میں تم سے نہ مل سکوں اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو تمھارے امام ابراہیم ہیں جو میرے بڑے صاحبزادہ ہیں مجھے ان پر اعتماد کلی ہے تم کو ان کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں اور میں نے ان کو بھی تمھارے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کی ہے۔ اس کے بعد امام اپنے مستقر پر تشریف لے آئے ۱۱ ماہ بعد ذیقعدہ ۱۲۵ھ میں وفات پائی ان کی اولاد میں امام ابراہیم۔ ابو العباس عبد اللہ۔ ابو جعفر منصور۔ عیسیٰ۔ عبد الصمد صالح۔ داؤد۔ اسمٰعیل تھے[1]

امام محمد علم و فضل اور تقویٰ و زہد کے ساتھ سیاسی آدمی تھے یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اپنے حسن لیاقت سے دعوت بنی عباس کو بڑے پیمانہ پر دے کار لائے۔

امام ابراہیم عباسی

امام محمد کی مانند آپ بھی فضل و کمال میں یگانہ تھے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۹۶

۲۸۱۴۳

كان ابراهيم الامام خيراً فاضلاً كريماً[1] — ابراہیم امام بہت نیک اور بڑے عالم اور سخی تھے

وقد كان ابراهيم هذا كريماً جواداً له فضائل و فواضل وروى الحديث عن ابيه عن جده والى هاشم عبد الله[2]

امام ابراہیم نے بھی دعوتِ آلِ عباس کے لیے مثل اپنے آبا و اجداد کے بہت سعی بلیغ کی۔

۱۲۶ھ میں آپ نے ابو ہاشم بکیر بن ماہان کو مع نشانہائے خاصہ اور وصیت امام محمد بن علی عباسی خراسان روانہ کیا یہ لوگ "مرو" پہونچ یہاں شیعان بنی عباس نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ایک مجلس منعقد کی جہیں امام محمد بن علی کی رسم تعزیت ادا کی گئی اس کے بعد امام ابراہیم کا خط پڑھا گیا اور نشان خاصہ دکھائے گئے۔ ہر ایک نے اس کو بوسہ دیا اور جوش و خروش کے ساتھ امام کی بیعت کی۔ اور جو امام نے احکام لکھ کر دیئے تھے اس کی تعمیل کے لئے جان و مال سے تیار ہو گئے خمس اور ہدایا امام کے لئے جمع کر رکھے تھے وہ بکیر بن ماہان کے سامنے پیش کئے بکیر نے یہ سامان امام ابراہیم کے پاس بھیج دیا یہی وہ زمانہ تھا کہ حضرت زید کے صاحبزادے نے ظہور کیا تھا بنو امیہ نے خراسان میں ان کو شہید کر دیا اور ولید بن یزید کے حکم سے انکی لاش کو سولی پر لٹکایا گیا[3]

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۸ [2] البدایۃ ایضاً بہ انجر العاشر صفحہ ۴۰ [3] طبری صفحہ ۱۹

وفات بکیر بن ماہان امام ابراہیم کے باپ کے معین اور مددگار بکیر بن ماہان ۱۲۷ھ میں سخت بیمار پڑ گئے انکو اپنی جانبری کی اُمید جاتی رہی تو ایک عرضداشت امام کی خدمت میں ارسال کی اور اسمیں لکھا کہ امام اب آپ پر تصدق ہو رہا ہوں اور اپنا جانشین ابوسلمہ حفص بن سلیمان کو کرتا ہوں یہ حضور کی جملہ خدمات مثل میرے انجام دے گا۔"

امام نے اس عرضی پر لکھ دیا کہ

ابوسلمہ تمھاری جگہ مقرر کیا گیا اور اہل خراسان کو بھی اطلاع کردی گئی۔"

ابوسلمہ خراسان پہونچا وہاں لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور خمس وہدایا امام کے لیے ابوسلمہ کو دیئے اس نے امام کے پاس بھیجدیے ۱۲۸ھ بزمانہ مروان بن محمد اموی سلیمان بن کثیر نے ابوسلمہ کو لکھا کہ تم امام ابراہیم کی خدمت میں ایک عرضی بھیجو اور استدعا کرد کہ حضور اپنے اہل بیعت میں سے کسی صاحب کو خراسان بھیجدیں چنانچہ اس نے عرضی امام کی خدمت میں بھیجی۔ امام نے اہل خاندان پر نظر ڈالی پھر متبعین میں سے ہر ایک کو جانچا ابو مسلم کے بشرہ سے اندازہ کرلیا کہ یہ پارسی نژاد جو لڑکا ہے۔ دعوت بنی عباس کے لئے مفید ہوگا اس کو اپنی اہل بیعت قرار دے کر خراسان بھیجدیا۔

ابو مسلم ابی الفدا اسمٰعیل البدایۃ والنہایۃ میں ابو مسلم کے لیے لکھتے ہیں

قال ابو نعیم الاصبہانی فی تاریخ اصبہان ۔ کان اسمہ عبدالرحمن (یا ابراہیم) بن عثمان بن یسار بن سندوس ابن جوذون من ولد بزرجمہر کان یکنی ابا اسحاق ونشا بالکوفہ وکان ابوہ اوصی بہ الی عیسٰی ابن موسی السراج فحملہ الی الکوفہ[1]

ابومسلم نے خراسان میں آکر پہلے یہ کام کیا کہ جسقدر نقیب تھے انکی کونسل بنائی جس کا رکن اعلیٰ سلیمان بن کثیر کو کیا اور زیادہ سے زیادہ دعاۃ بنی عباس کو خراسان کے اطراف میں بھیجنا شروع کر دیا تھوڑے عرصہ میں چہار اطراف میں لوگ جوق جوق آل عباس کے مطیع ہو گئے اس کارگذاری کی خبر امام کو بھی ملی انھوں نے ابومسلم کو حکم بھیجا کہ ۱۲۹ھ میں حج کے موقعہ پر تم آؤ اور مجھ سے ملو[2]

ابومسلم مع ستر نقیبوں کے روانہ ہوا پہلے خراسان سے کچھ فاصلہ پر ابیورد میں قیام کیا یہاں کے حاکم سے ملاقات کی وہ بھی دعوت بنی ہاشم کا رکن بن گیا یہاں سے "قاقس" پہونچا فضل بن سلیمان سے ملا اسنے کہا کہ اُسید بن عبداللہ خزاعی ۔ احجم بن عبداللہ عیلان بن فضالہ غالب بن سعید ۔ مہاجر بن عثمان قید کر دئے گئے ہیں ابومسلم نے طرخان حمال کو بھیجا کہ ان سب کو قید سے نکال لاؤ وہ چھڑا لائے ابومسلم نے رشید سے حالات دریافت کئے اسنے کہا کہ ازہر بن شعیب اور عبدالملک بن سعد امام کے پاس سے خط لائے تھے ۔ وہ میرے پاس رکھ کر گئے تھے باہر سیر کو نکلے کہ گرفتار ہو گئے ۔ ابومسلم نے کہا وہ خط کہاں ہے لاؤ چنانچہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۷۰ [2] طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۹۲

اس نے پیش کیا اس میں تحریر تھا کہ جہاں تم یہ خط پاؤ وہیں سے لوٹ جاؤ
اور اب وقت آچکا کہ دعوت بنی عباس کا اظہار اعلانیہ ہو اور سیاہ
لباس اختیار کرنا اور امام نے علم بھی بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ قحطبہ کو مع خمس
کے ہمارے پاس روانہ کردو" ابومسلم امام کا حکم دیکھتے ہی خراسان کو
لوٹ گیا اور قحطبہ کے پاس تین لاکھ ۶۰ ہزار درہم تھے اس نے یہ انتظام
کیا کہ کچھ کا کپڑا خریدا باقی چاندی اور سونا خرید کر ڈبوں میں بھرا اور خچر 129
خریدے ان پر لاد کر مثل تجار کے ۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۹ھ کو امام
کے پاس روانہ ہو گیا اکتالیس نفوس ساتھ تھے۔ ابومسلم "مرو" میں آیا
اور وہ خط سلیمان بن کثیر کو دکھایا سلیمان نے تمام شیعان بنی عباس کو جمع کیا
دور دور سے لوگ اس مجلس میں مجتمع ہوئے ابومسلم کو سلیمان بن کثیر نے اپنے
پہلو میں کھڑا کیا اور اہل مجلس سے مخاطب ہوا اور کہا "ابومسلم اہل بیت
میں سے ہے اس کی اطاعت کرو اس کی اطاعت عین آل عباس کی اطاعت ہے"

یہ سن کر سب نے اطاعت کا اقرار کیا اور ابومسلم کے شیعان بنی عباس
مطیع ہو گئے ابومسلم ۹ رشعبان ۱۲۹ھ کو مقام "فنین" میں آیا۔ یہاں کا نقیب
ابوداود تھا اس کو اپنے ساتھ لیا ابوالحکم عیسیٰ بن اعین کو یہاں کا نقیب
مقرر کیا آگے چلتے ہوئے ابوداود کے ساتھ عمر بن اعین کو طخارستان اور
اضلاع بلخ کی طرف اظہار دعوت کے لئے روانہ کیا اور کہا رمضان المبارک
میں دعوت خفیہ کے بجائے اعلانیہ اس کا اظہار کیا جائیگا۔ تیار رہنا نضر بن
تمیمی اور شریک بن غضی تمیمی کو "مرو" میں مقرر کیا ابو عاصم عبدالرحمن بن

سلیم کو طالقان بھیجا۔ ابو الجہیم بن العطیہ کو خوارزم بھیجا کہ علاء بن حریث کو جو وہاں نقیب مقرر تھے ان کو آگاہ کر دیں کہ ۲۵ رمضان کو اظہار دعوت ہوگا اگر دشمن اہل بیت کی طرف سے کوئی حملہ یا مخالفت ہو تو قوت کے ساتھ اس کا جواب دیا جائے۔

ابو مسلم ان امور کے انتظام کے بعد سلیمان بن کثیر خزاعی کے پاس "قریہ سفید نج" پہونچا اور وہیں اقامت پذیر ہوا تمام شیعان بنی عباس "اظہار دعوت" کا بیچینی سے انتظار کر رہے تھے یوم اظہار دعوت رمضان کی ۲۵ ر تاریخ سنہ ۱۲۹ھ بھی آگئی ایک وسیع میدان میں ان داعیوں اور متبعین آل ہاشم کا عظیم الشان اجتماع کیا گیا۔ ابو مسلم نے مجمع کے سامنے "لوا محمدی" جسکو امام ابراہیم نے اس کے پاس آج کے دن کے لئے بھیجے تھے۔ ایک کا نام "ظل" تھا جو چودہ ہاتھ کا تھا اور دوسرا علم جس کو "سحاب" کہتے تھے وہ تیرا ہاتھ کا تھا۔ یہ دونو علم ابو مسلم اٹھائے ہوئے تھا۔

ظل وسحاب | عقد ابو مسلم اللواء الذی بعثه الیه الامام و یدعی الظل علی رمح طوله اربعة عشر ذراعا و عقد الرایة التی بعث بها الامام ایضاً ودعی السحاب علی رمح طوله ثلاثة عشر ذراعاً وهما سودادان وهو یتلو قوله تعالی

"اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا و ان الله علی نصرهم لقدیر"

جو لوگ مظلوم ہیں ان کو اجازت ہے کہ وہ لڑیں ان لوگوں سے جنھوں نے

ل البدایة والنہایة الجزء العاشر صفحہ ۳۰

ظلم کیا ہے اور بیشک خدا ان کی مدد پر قادر ہے۔

یہ آیت ابو مسلم کی زبان پر ورد تھی۔

سیاہ لباس بموجب حکم امام سب متبعین نے سیاہ لباس پہنا اور شب میں چراغاں کیا اور جگہ جگہ آگ روشن کر دی گئی تاکہ دور دور روشنی دیکھ کر خرقان وغیرہ کے شیعہ آکر شریک جلسہ ہوں۔

ابو مسلم نے سحاب اور ظل کی طرف اشارہ کر کے کہا جس طرح "سحاب" یعنی بادل تمام زمین کو گھیر لیتا ہے اس طرح دعوت بنی عباس سب جگہ پہنچ جائے گی اور "ظل" سایہ کو کہتے ہیں تو زمین پر عباسی خلیفہ کا سایہ ہمیشہ رہے گا"

اب قرب و جوار سے لوگ جوق جوق آنے لگے اول اہل سقادم آئے جن کے سردار ابو الوضاح ہرمزی۔ علی بن شبیل تھے۔ ان کے ساتھ نو سو پیدل اور چار سو سوار تھے۔ اور اہل ہرمز نے سلیمان بن حسان اور ان کے بھائی یزدان بن حسان ہیثم بن یزید بن کیسان نصر بن معاذ ابو خالد۔ حسن جردی محمد بن علوان آئے اہل سقادم سے ابو القاسم محرز بن ابراہیم جویانی آیا جس کی ماتحتی میں ایک ہزار تین سو پیدل اور سولہ سوار تھے۔

داعیان دعوت آل عباس میں سے جو گروہ آتے وہ بلند آواز سے تکبیر کہتا آتا جو سنتا وہ تکبیر سے جواب دیتا جب کافی اجتماع جلسہ میں ہو گیا تو ابو مسلم نے جماعت کو حکم دیا "قریہ سفیدنج" کے قلعہ کو مع لعین

کے مقابلہ کے لیے مضبوط کر لینا چاہیے چنانچہ یہ لوگ اس انتظام میں لگ گئے اتنے میں عید الفطر آگئی تو سلیمان بن کثیر سے نماز عید پڑھوائی مگر کچھ طریقہ تبدیل تھے۔ اس کے بعد ابو مسلم کی طرف سے عام دعوت طعام تھی جس میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ شریک تھا اس جشن کا اثر بہت اچھا پڑا۔ روزانہ بعد نماز عصر قاسم بن مجاشع تمیمی فضائل بنی ہاشم اور بنی امیہ کے معائب بیان کیا کرتے۔"

آغاز جنگ ابو مسلم نے محرز بن ابراہیم کی سرکردگی میں ایک فوج مرتب کی اور مقام "جبرنج" پر اس جماعت کو لگا دیا اور حکم دیا کہ خندق کھود کر اسمیں افراد لشکر کو روپوش رکھا جائے اس طرف سے اگر حاکم خراسان "نصر بن سیار" کی رسد آئے اسے روک لیا جائے اور تصرف میں لایا جائے اس کے ساتھ ہی نصر سے خط وکتابت شروع کردی وہ ابو مسلم کے خطوط پڑھ کر برافروختہ ہو گیا اور اپنے غلام "یزید" کی سرکردگی میں ایک لشکر عظیم ابو مسلم کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا ابو مسلم کو خبر لگی اس نے مالک بن ہیثم خزاعی کو معہ فوج کثیر کے بھیجا جس نے جاتے ہی نصر کی فوج کو شکست دی اور یزید کو معہ ساتھیوں کے گرفتار کر دیا ابو مسلم کے سامنے سب قیدی پیش ہوئے یزید کو آزاد کیا اور دیگر قیدیوں کے سر تن سے اتروا کر نیزے پر چڑھا کر ان کا گشت کردیا گیا یزید نصر کے پاس پہونچا تو اس نے کہا کہ اے امیر۔ جن سے تو مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ وقت پر با جماعت نماز پڑھتے ہیں قرآن شریف

کی روزمرہ تلاوت کرتے ہیں اور خدا کا ذکر بکثرت کرتے ہیں اور لوگوں کو اطاعت اہل بیت رسول اللہ صلعم کی طرف بلاتے ہیں مجھے یقین ہے وہ کامیاب ہونگے میں اگر آپ کا غلام نہ ہوتا تو انکو چھوڑ کر نہ آتا[۱]

خراسان کی سیاسی حالت

ایران پر گو عربوں کا تسلط تھا مگر ان میں بغاوت کے جراثیم موجود تھے بنی امیہ کے جبروت سے دبے رہے انہیں جب کمزوری آئی اٹھ کھڑے ہوئے علوین کے مقابلہ میں بنی عباس ہوش مند اور دوربین تھے انھوں نے دعوت بنی عباس کو عربی قبائل کے بجائے اہل خراسان میں پھیلایا حسن اتفاق سے خراسان میں یمنی اور مضری قبائل میں مسلسل جنگ ہورہی تھی ایک کا ایک دشمن اور خون کا پیاسا بنا ہوا تھا اس زمانہ میں امام ابراہیم نے ایک خراسانی کو اہل خراسان پر سردار بنا کر بھیجا اور اس کو اپنا اہل بیت قرار دیا۔ ابومسلم اپنے ہم قبیلہ کے حالات سے واقف تھا اسنے اس دعوت بنی عباس کو تھوڑے دنوں میں تمام خراسان میں پھیلا دیا۔

مسٹر ایچ پامر لکھتا ہے۔

ابومسلم بڑا عقلمند اور اولوالعزم بہادر سپاہی تھا[۲] جب یہ تحریک

---

[۱] طبری جلد ۸ صفحہ ۵۰ [۲] ہارون الرشید از مسٹر اے ایچ پامر ایم اے پروفیسر عربی یونیورسٹی آف کیمبرج انگلستان۔

عام ہو گئی تو اسنے حکومت سے ٹکر لینے کی ٹھانی چنانچہ نصر بن سیار کی فوج سے مقابلہ کیا اور فتح مند ہوا۔ اسنے مرو کے فتح کرنے کو حازم بن خزیمہ کو بھیجا اس نے حاکم مرو پر حملہ کر کے اسکی فوج کو بھگا دیا اور اس کو قتل کیا اور مرو پر قابض ہو گیا نصر بن سلیم جلبی کو تسخیر ہرات کے لئے بھیجا۔ وہاں عیسیٰ بن عقیل لیسی حاکم تھا نصر نے اس کو بھی نکال باہر کیا اور ہرات پر قبضہ جمایا۔

ابن کرمانی و نصر بن سیار ادھر ابن کرمانی جو سردار قبیلہ مضر تھا اس سے نصر سے جنگ چھڑ گئی تو ابن کرمانی کو ابو مسلم نے گانٹھ لیا اور فوجی مدد دی نصر کو شکست اٹھانا پڑی۔

نصر اور خلیفہ مروان اخرش نصر نے یہاں جو واقعات پیش آ رہے تھے خلیفہ مروان کو مطلع کئے اور عریضہ میں چند شعر لکھے اسمیں یہ شعر بھی تھا ؎

فقلت من التعجب لیت شعری
أأیقاظ امیۃ ام نیام[1]

مروان نے خط کا جواب صرف یہ دیا۔

ان الشاہد یری مالا یری الغائب حاضر جو دیکھتا ہے وہ غائب نہیں دیکھتا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو ملک شام کے واقعات سے ہی فرصت

---

[1] میں نے تعجب سے کہا کہ کاش مجھے اسکا علم ہو جاتا کہ بنی امیہ جاگتے ہیں یا سوتے
البدایۃ والنہایۃ الجزء ۱۰ العاشر صفحہ ۳۲

نہیں خراسان کی کیا فکر کروں. نصر بن سیار یہ جواب سن کر سخت مایوس ہوا تو یزید بن ہبیرہ جو دولت مروانیہ کی طرف سے فارس کا حاکم تھا اس کو معاونت کے لیے خط لکھا اس نے بھی مدد دینے سے انکار کر دیا۔

ابومسلم کا خراسان پر قبضہ

نصر نے موقعہ پا کر خراسان سے راہ فرار اختیار کی طوس پہونچا پھر رے اور جرجان گیا صعوبت سفر میں بیمار پڑا اور مر گیا میدان خالی پاکر ابومسلم نے خراسان پر قبضہ کیا۔

۱۳۰ھ میں امام ابراہیم نے قحطبہ بن شبیب کو خراسان ابومسلم کے پاس بھیجا قحطبہ خراسان پہونچا تو اس کو ابومسلم نے مقدمہ لشکر پر مقرر کیا اور دوسرے لشکر ماتحتی میں دیدئے اور خالد بن عثمان کو فوج کا سپہ سالار کیا

خراسان کا انتظام

شہر خراسان کا کوتوال مالک بن ہیثم مقرر ہوا اور قضاۃ کا عہدہ قاسم بن مجاشع کو دیا گیا دیوان۔ کامل بن مظفر کیا گیا۔ بارا نقیب جو امام کے مقرر کردہ تھے ان کی مجلس شورہ بنائی گئی انہیں سلیمان بن کثیر ابومنصور کا مرتبہ فائق تھا یہ لوگ بڑے پایہ کے عالم بھی تھے ابومسلم تمام کام انکے مشورہ سے کرتا تھا اور انکے چار چار ہزار دوزم مقرر کئے شہر کے انتظام کے بعد ابومسلم نے قحطبہ کو جرجان طوس۔ عراق عجم کی فتوحات کے لئے روانہ کیا۔

قحطبہ کے ساتھ اسید بن عبداللہ خزاعی۔ خالد بن برمک ابوعون عبدالمالک بن یزید موسیٰ بن کعب مرائی۔ حبیب بن زہیر عبدالجبار بن

عبدالرحمٰن ازدی تھے۔ جب لشکر روانہ ہوا تو قحطبہ کے ہمرائیوں کے سامنے یہ تقریر کی:۔

"اے اہل خراسان یہ شہر جن کو تم فتح کرتے جاتے ہو یہ تمہارے باپ دادا کے تھے اور وہ چونکہ عدل و انصاف کرتے تھے اس وجہ سے اپنے دشمنوں پر غالب رہتے تھے مگر جب انہوں نے اپنی حالت بدلی اور ظلم کرنے لگے تو خدا ان سے ناراض ہوا تو ان سے بادشاہت چھین لی اور اس قوم کو جو بادیہ نشین اور سب میں کمزور تھی اس کو تم پر غالب کر دیا اس نے تمہاری عورتوں سے نکاح کئے تمہاری اولاد کو غلام بنایا یہ سب کچھ ہوا مگر یہ قوم عدل و انصاف کرتی تھی۔ مظلوم کی فریاد رسی کرتی تھی اپنے عہد کو پورا کرتی تھی اس کے بعد اسی قوم نے یہ کیا کہ ظلم کرنے لگی اور حکم خداوندی کو بدل دیا اور جو نیک اور متقی لوگ تھے ان پر ظلم کیا خصوصاً عترۃ رسول اللہ صلعم پر ان کی جب یہ حالت ہوئی تو تم کو ان پر مسلط کر دیا تاکہ تمہارے ذریعہ سے ان کا بدلہ لیا جائے اور تمہارے ذریعہ سے وہ لوگ عذاب میں مبتلا ہو جائیں کیونکہ تم تو ان ظلموں کا بدلہ لینے کے لیے تیار ہوئے ہو۔"

اور امام ابراہیم نے تم سے نہایت وثوق سے فرمایا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ اگر تم جمعیت کے ساتھ ان لوگوں سے مقابلہ کرو گے تو ضرور خدا تمہاری مدد کرے گا اور تم ان ظالموں کو بھگا دو گے اور قتل کرو گے۔[1]

---

[1] طبری جلد ۹ صفحہ ۱۰۰

اس کے بعد ہی ابو مسلم کا خط قحطبہ کے پاس پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ

تم اپنے دشمن کا پورے طور سے مقابلہ کرو خدا تمہارا مددگار ہے اور

جب تم غالب ہو جاؤ تو ان لوگوں کو قتل کرنے میں درگذر نہ کرنا [۱]

جرجان

قحطبہ نے ذی الحجہ ۱۳۰ھ میں جرجان کے قریب ایک قریہ پر حملہ کر دیا میمنہ پر حسن بن قحطبہ اور میسرہ پر خالد بن برمک اور مقابل بن حکیم تھے مقابلہ پر حاکم بنانہ تھا جس کی دس ہزار فوج کام آئی بنانہ قتل ہوا اس کا سر ابو مسلم کے پاس بھیج دیا یہاں کی کامیابی کے بعد قحطبہ جرجان پر حملہ آور ہوا وہاں کے تیس ہزار آدمی مارے گئے اور جرجان کی فتح اور اس پر قبضہ ہونے کی خبر یزید بن ہبیرہ کو پہنچی تو اس نے عامر بن یسار اور اپنے بیٹے داود کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ قحطبہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا اصفہان کے قریب "جبئ" مقام پر مقابلہ ہوا قحطبہ کے پاس بیس ہزار فوج تھی عامر بن ضبارہ کے پاس ڈیڑھ لاکھ فوج۔ قحطبہ نے اول قرآن شریف نیزوں پر قایم کئے اور آواز دی اے اہل شام ہم تم کو کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں ان لوگوں نے گالیاں بکیں قحطبہ نے مقاتل بن مالک العکی ابو حفص مہلبی کو حملہ بول دینے کا حکم دیا معمولی جھڑپ پر اہل شام بھاگ نکلے "داود" کے پیر اکھڑ گئے عامر لڑتے لڑتے مارا گیا سردار کے مرتے ہی لشکریوں نے ہتھیار ڈال دئے سامان بہت کچھ قحطبہ کے ہاتھ آیا [۲] اس کامیابی کی خبر قحطبہ نے حسن کو بھیجی اور خود بھی آموجود ہوا نہاوند پر حملہ کر دیا گیا اور فتح پائی اور نصر بن سیار کے ساتھ جو خراسانی یہاں آگئے تھے وہ سب قتل کر دئے گئے۔ داود ابیرہ کے پاس شکست خوردہ پہونچا اسنے عظیم الشان لشکر عراق

---

[۱] طبری جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ [۲] تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۹۰

سے جمع کیا خلیفہ مروان کو ان حالات کی خبر ہوئی اسنے فوج کو بڑھانا شروع کردیا حسن نے
رُنے ہمدان شہر زور تک فتح کرلئے اب باپ بیٹوں نے عراق کی طرف پیش قدمی کی۔

مروان کی طرف سے یزید بن عمر بن ہبیرہ وہاں کا امیر تھا اس نے کوفہ سے
۲۳ میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے مغربی ساحل پر مقابلہ کیا کئی دن لڑائی
ہوتی رہی اسی اثنا میں قحطبہ نے وفات پائی اس کا بیٹا حسن امیر الجیش مقرر ہوا۔
قحطبہ نے مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ جب کوفہ میں پہنچنا تو تمام معاملات کو وہاں سے
قائم الامر ابو سلمہ خلال کی سپرد کر دینا اور اس کی اطاعت کرنا کیونکہ وہ وزیر آل محمد
ابن ہبیرہ نے متعدد لڑائیوں کے بعد شکست کھائی اور واسط کی طرف چلا
گیا حسن فوج کے ساتھ محرم ۱۳۲ھ میں کوفہ میں جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوا۔
اور اپنے باپ قحطبہ کی وصیت کے مطابق امارت ابوسلم کے حوالہ کر دی۔ ابوسلم
نے حسن کو معہ دیگر رو سائے عسکر کے واسط کی طرف ابن ہبیرہ کے تعقب میں بھیجا
مدائن کی طرف حمید بن قحطبہ کو اور دیر قنی کی طرف مسیب بن زہیر اور خالد بن
برمک کو عین التمر اور بسام کو اہواز کی طرف فوجیں دے کر روانہ کیا۔

عراق اور خراسان میں یہ واقعات پیش آ رہے تھے بنی امیہ شام میں خانہ جنگی
میں مبتلا تھے۔ اس کے علاوہ دعوت بنی عباس سے بھی بے خبری تھی ابوسلم تمام
واقعات جو گذرتے تھے ان کی اطلاع امام ابراہیم کی خدمت میں بھیجتا رہتا تھا
وہاں سے احکام بھی آتے رہتے تھے۔ نصر بن سیار نے ابوسلم کی فتوحات و
ترقی کی خلیفہ مروان کو اطلاع کر دی تھی جس کا ذکر آچکا ہے اس وقت مروان کو
تو سیع دعوت بنی عباس کا علم ہوا۔ جب کہ ابو مسلم کا خط امام کے نام۔۔۔

ابو سلمہ

قاصد لے جا رہا تھا۔ راہ میں ۔۔۔ قاصد پکڑا گیا مروان نے قاصد سے کہا کہ اس کا جواب مجھ کو دکھانا یہ رقم دی جاتی ہے۔

افشائے راز امام ابراہیم کا خط ابو مسلم کے عریضہ کے جواب میں تھا قاصد نے لاکر مروان الحمار کو دیدیا۔

امام ابراہیم نے تحریر فرمایا تھا کہ ابو مسلم تم کرمانی اور نصر سے ابھی تک فارغ نہیں ہوئے تم ہمارے دولت کے حصول کے لیے جان توڑ کوشش کرو اور نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے کام لو۔ اور موقعہ ہاتھ آئے خراسان میں کوئی عربی بولنے والا زندہ نہ چھوڑنا[۱] خط پڑھ کر مروان کی آنکھ کھلی کی کھلی رہ گئی اور نصر بن سیار کی تحریر کی توثیق اب پورے طور سے ہو گئی اس نے ولید بن معاویہ بن عبد الملک کو جو دمشق کا گورنر تھا ایک فرمان اس حکم کا بھیجا کہ تم عامل بلقاء کو ہدایت کردو کہ موضع حمیمہ میں ابراہیم عباسی کو فوراً گرفتار کرے اور ان کو بہت ہوشیاری سے ہمارے پاس بھیجدے۔

گرفتاری امام طبری میں ہے کہ ولید بن مروان کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی چنانچہ امام ابراہیم مسجد میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے عامل بلقاء نے آکر گھیر لیا اور نمازیوں سے پوچھا ابراہیم تم میں کون ہے۔ لوگوں نے امام کی طرف اشارہ کیا فوراً آپ کو زیر حراست لے لیا گیا۔

جانشینی امام شام کی طرف لے جائے گئے ان کے ساتھ آل عباس میں سے جس قدر حمیمہ میں اقامت پذیر تھے ان کو مخاطب ہو کے فرمایا اب تم لوگ

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۶، والاخبار الطوال ص ۳۴

کوفے چلے جاؤ اور میں نے اپنے بھائی ابو العباس عبد اللہ بن امام محمد کو اپنا خلیفہ
اور جانشین امامت کیا تم سب کو ان کی اطاعت مثل میرے کرنا واجب ہے[1]
ابو العباس کو گلے سے لگایا اور کچھ ہدایتیں کیں۔ اور عامل بلقائے فرمایا اب جہاں
چاہو لے چلو۔ چنانچہ ابو العباس امام سے رخصت ہو کر عبد اللہ بن محمد المنصور
داود بن علی عیسیٰ بن علی، صالح بن علی، اسمٰعیل بن علی۔ عبد اللہ بن علی عبد الصمد
بن علی یحییٰ بن محمد عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی۔ عبد الوہاب بن ابراہیم محمد بن
ابراہیم موسیٰ بن داود بن علی۔ یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس بن عبد المطلب
ہاشمی و دیگر اہل خاندان کو ہمراہ لے کر کوفے روانہ ہو گئے۔

امام ابراہیم کو مروان الحمار کے سامنے پیش کیا گیا اس نے حران کے قید خانے
میں آپ کو بھجوا دیا قید خانہ میں شراحیل بن مسلم بن عبد الملک بھی قید تھے
امام سے اور ان سے تعلقات بہت بڑھ گئے

شہادت ایک روز شراحیل کے آنے میں دیر ہوئی تو ایک شخص آیا اور اسنے
امام سے کہا شراحیل نے یہ دودھ آپ کے لئے بھیجا ہے امام نے
دودھ اس سے لے کر پی لیا اتنے میں شراحیل آ گئے امام نے اپنے دودھ کا ذکر کیا
انھوں نے فرمایا میں نے دودھ نہیں بھیجا او رآپ کے ساتھ دھوکا کیا گیا دست
کا سلسلہ لگ گیا اور اس شب میں امام نے رحلت فرمائی یہ واقعہ ۱۳۲ھ کا ہے

فتنہ ابو مسلم ابو مسلم کو خراسان میں امام کے شہید ہونے کی خبر لگ گئی تو اس نے اس
واقعہ پر پردہ ڈالے رکھا۔ ابو مسلم دل میں آل ابو طالب کا طرفدار

[1] طبری جلد ۹ صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵ کامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۱

تھا۔ آل عباس سے تقیہ کئے ہوئے رہتا تھا۔

سیرت امام ابراہیم نے پچاس سال کی عمر میں شہادت پائی ان کی والدہ کا نام سلمہ تھا[1]

امام عابد زاہد خلیق ملنسار اور سخاوت میں شہرہ آفاق تھے حکومت بنی عباس کی بنیاد انہیں کے ہاتھوں پڑی بساط سیاست کے مہرہ۔ ابو سلمہ۔ ابو مسلم خراسانی خالد بن برمک سلیمان بن کثیر سے لوگ تھے۔ ان تمام نے امام کی ہدایت پر عمل کر کے حکومت بنی امیہ کا تختہ الٹ دیا نقیبوں میں زیادہ ہشیار بکیر بن ماہان تھا اور بنی عباس کا وفادار ابو مسلم خراسانی اور ابو سلمہ موقعہ شناس تھا۔

مرثیہ:۔

ابراہیم بن علی بن سلمہ قرشی نے امام کا مرثیہ لکھا ہے مزار حران میں ہے

قد کنت احسبنی جلدا فضعفنی — قبر بحران فیہ عصمۃ الدین

فیہ امام وخیر الناس کلھم — بین الصفائح والاحجار والطین

فیہ الامام الذی عمت مصیبتہ — وعیلت کل ذی مال ومسکین

فلا عفا اللہ عن مروان مظلمتہ — لکن عفا اللہ عمن قال آمین

(ترجمہ) میں خیال کرتا تھا کہ میں بہت چست و چالاک ہوں مگر مجھ کو سست کر دیا اس قبر نے جو مقام حران میں ہے جس میں دین کی حفاظت کرنے والا مدفون ہے۔ اس قبر میں امام ہیں جو تمام آدمیوں سے بہتر ہیں جو تختوں اور پتھروں اور مٹی کے نیچے ہیں ۔ اس قبر

---

[1] کامل ابن اثیر صفحہ ۱۵۸ [2] تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۸۰

ہیں وہ امام ہیں کہ ان کی مصیبت عام ہوگئی ہے اور آپ کی موت نے ہر مالدار و مسکین کو یتیم کر دیا ہے پس خدا معاف نہ کرے مروان کے اس ظلم کو لیکن خدا اس کو معاف کرے جس نے مری اس دعا پر آمین کہی۔"

خلیفہ ابی العباس السفاح

ابو العباس عبد اللہ السفاح بن امام محمد بن امام علی بن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ والدہ ماجدہ قبیلہ بنی حارث سے تھیں جنکا اسم گرامی "رایطہ" تھا ۱۰۴ھ میں حمیمہ میں ولادت ہوئی جس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔

نسب نامہ والدہ سفاح ریطا بنت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عبد المدان بن ریان بن قطن بن زیاد بن حارث بن مالک بن ربیعہ حارثی[1]

عبد المدان کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

ھو من اشرف العالم و اکبر اللہ بیتا عبد المدان شرفا زمانہ اور بزرگ ترین گھرانہ تھا

تعلیم علم حدیث سفاح نے اپنے بھائی امام ابراہیم سے پڑھی اور ان سے انکے عم عیسیٰ بن علی نے علم حدیث کو پڑھا[2]

ابو العباس عالم۔ محدث۔ فقیہ۔ قاری۔ سخی۔ دلیر حسین و جمیل شخص تھے صوفی کہتے ہیں۔

کان السفاح اسخی الناس سفاح بہت سخی آدمی تھے[3]

---

۱ المعارف لابن قتیبہ الدینوری صفحہ ۱۲۳، ۲ و ۳ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۰

مصنف الفخری ابو العباس کی مدح میں لکھتا ہے

کان کریماً حلیماً وقوراً عاقلاً کان کثیر الحیا حسن الاخلاق »

سفاح امام ابراہیم کے دعوت بنی عباس میں شیر تھے امام نے ان کو ہی اپنا جانشین کیا۔ حمیمہ سے ابو العباس معہ اہل خاندان کے کوفے روانہ ہوئے امام ابراہیم گرفتار کرکے شام لے جائے گئے دومۃ الجندل پر داؤد بن علی اور موسیٰ بن داؤد عراق سے شراۃ جاتے ہوئے ابو العباس سے ملاقی ہوئے تو داؤد نے پوچھا حضرت کہاں کا قصد ہے ابو العباس نے کہا کوفہ اور تمام واقعہ جو گذرا تھا بیان کیا اور کہا۔ انشاء اللہ میں کوفہ پر قبضہ کروں گا داؤد بن علی نے عرض کیا کوفہ نہ جائے کیونکہ مروان بن محمد اموی حران میں مقیم ہے اور یزید بن ہبیرہ عراق میں فروکش ہے کوفہ سے قریب ہے اگر ان لوگوں کو حال معلوم ہو گیا تو وہ آپ کے اہل خاندان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں گے ابو العباس نے کہا۔

من احب الحیوٰۃ ذل   جس شخص نے زندگی کو دوست رکھا وہ ذلیل ہوا

یقول الاعشیٰ

فما میتۃ ان متہا غیر عاجز   بعار اذا ما غالت النفس غولہا

(ترجمہ) میں اس موت کو موت نہیں سمجھتا جو بہادری کے ساتھ ہو اور نہ عار ہے جس وقت جان خطرہ میں اور ہلاکت میں پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ شجاعت کے ساتھ مرنا مرنا نہیں ہے بلکہ اصل میں جس موت سے پناہ مانگی جاتی ہے وہ ذلت کی موت ہے۔

یہ سن کر داؤد نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا واللہ تمہارے

ابن عم نے سچ کہا لہذا تم بھی ہمارے ساتھ چلو اگر زندہ رہیں تو عزت کے ساتھ زندہ رہیں اور اگر مریں تو عزت کے ساتھ مریں[1]

سفاح کا ورود کوفہ میں

غرض کہ یہ جملہ حضرات آل عباس کوفہ پہنچے تو ابو سلم وزیر آل محمد نے ان حضرات کو ولید بن سعد مولیٰ بنی ہاشم کے مکان پر ٹھیرایا کوفہ سے کچھ دور تھا چالیس دن تک ابوسلم نے ابو العباس کے آنے کی اہل کوفہ کو اطلاع نہیں کی اور نہ امام ابراہیم کی شہادت کی خبر کی۔ ابو الجہم ابوسلمہ سے کبھی ابو العباس کے لئے پوچھتا کہ امام کا حال کیا ہے تو وہ کہدیتا کہ ابھی امام کے ظہور کا وقت نہیں آیا ہے۔

سازش

ابوسلمہ کو آل عباس سے زیادہ آل ابی طالب سے دلی لگاؤ تھا اس نے خفیہ طور سے خط لکھے اور حضرات ذیل کے نام روانہ کئے اور قاصد سے کہا پہلے امام جعفر صادق کے پاس جانا جب وہ انکار کردیں تو عبداللہ محض کے پاس پھر عمر بن علی سے جا کر ملنا خط میں یہ لکھا تھا۔

"آپ تشریف لائیں یہاں کوفہ میں سب لوگ آپ کی بیعت کے لیے تیار ہیں"

"قاصد امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے خط ابوسلمہ کو ملاحظہ کرکے چراغ کی لو پر رکھ دیا اور قاصد سے فرمایا ابوسلمہ سے کہنا یہی جواب ہے قاصد یہاں کا نقشہ دیکھکر عبداللہ محض کے پاس گیا عبداللہ اس خط کو لے کر امام جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے اور خط دکھا کر عرض کیا کہ بیعت خلافت کے لئے ابوسلمہ مجکو بلاتا ہے اور ہمارے

---

[1] طبری جلد ۹ صفحہ ۱۲۳

شیعانِ خراسان اس کے زیر اثر ہیں امام نے فرمایا اے عبد اللہ آپ کے شیعہ کون لوگ ہیں کیا آپ نے ہی ابو سلم مروزی کو خراسان میں اپنا نقیب مقرر کیا ہے۔ کیا آپ نے اپنے شیعوں کا سیاہ لباس تجویز کیا ہے یا آپ ان میں سے کسی کو جانتے ہیں عبد اللہ نے جواب دیا کہ میں تو کسی کو نہیں جانتا مگر اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ خلافت آل علی میں ہو امام نے فرمایا جب کہ آپ کسی کو جانتے نہیں تو وہ آپ کے شیعہ کیسے ہو سکتے ہیں عبد اللہ بولے آپ کے دل میں خلافت کی خواہش ہے اس وجہ سے مجھے آپ پسند نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ہمیں حاصل ہو سا امام نے جواب دیا مجھ سے خود خواہش کی گئی پہلے میرے پاس ابو سلمہ کا خط آیا جس کو میں نے نذر آتش کیا۔ اس کے بعد قاصد تمہارے پاس پہنچا۔ تم سے تعلق خاطر ہے اس لیے صحیح مشورہ دے رہا ہوں یہ دولت تو آل عباس کے لیے ہے آل ابو طالب کے لیے نہیں [1] ابو جہیم کوفی امام ابو العباس کی فکر میں تھا اثنائے راہ میں ابو حمید سے ملا اس کو بھی امام کی آمد کا علم نہ تھا عباسی خاندان کے غلام سے اتفاقیہ ابو حمید سے ملاقات ہوئی تو اس سے ابو العباس کے ورود کوفہ اور امام ابراہیم کے شہید ہونے کا واقعہ معلوم ہوا اسی وقت غلام کے ساتھ ساتھ ابو حمید ابو العباس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بطریق آداب خلافت ابو حمید نے سلام کیا اور امام کے ہاتھ پیر چومے یہاں سے واپس ہو کر ابو جہیم اور ابراہیم بن سلمہ۔ موسیٰ بن کعب سے اسکے گھر جا کر ملاقات کی اور امام ابو العباس کی آمد کی اسے اطلاع کی موسیٰ بن کعب نے دو سو دینار اپنے آدمی کے ہاتھ اسی وقت امام

---

[1] ناسخ التواریخ جلد ۵ صفحہ ۳۱۶

کے پاس بھیج دے اور دوسرے دن ابراہیم بن سلمہ اور متذکرہ بالا حضرات بھر موسیٰ بن کعب کے پاس پہونچے یہاں عبد الحمید ربعی سلمہ بن محمد عبد اللہ طائی، اسحاق بن ابراہیم شراحیل، عبد اللہ بن بسام جان نثاران آل عباس سے تھے، بیٹھے ہوئے تھے پھر باہمی مشورہ کے بعد امام ابو العباس کے پاس حاضر ہوئے یہاں سے لوٹ کر لشکر میں آئے ابو سلمہ کو یہ خبر لگ گئی وہ گھبرا گیا اور امام کے پاس جانے لگا ابو الجہم نے ابو الحمید کو اطلاع کردی اس کو تنہا جانے نہ دیا جائے اپنا کوئی ساتھ رہے اگر وہ بیعت کرلے اچھا ورنہ قتل کر دینا چاہیے۔ ابو سلمہ۔ ابو العباس کے پاس پہنچا اور بطریق خلافت سلام کیا چاپلوسی کرتا رہا امام نے ابو سلمہ کو حکم دیا کہ تم اپنے لشکر میں جاؤ اور میری آمد کی ان لوگوں کو خبر کردو ابو سلمہ خلال لشکر میں لوٹا۔ صبح ہی سے تمام فوج نے ہتھیار لگانے شروع کر دیے۔ اور امام ابو العباس کی آمد اور استقبال کے لیے تیاری کی۔ ابو العباس یرذون پر سوار ہوئے اور دیگر حضرات اہل بیت ہمراہ رکاب تھے یہ جلوس نہایت حرمت و شان سے دارالامارت کوفہ کو روانہ ہوا۔

تخت پر جلوس

۱۲۔ ربیع الثانی ۱۳۲ھ کو دارالامارت میں امام نے قدم رکھا۔ یہ دن جمعہ کا تھا۔ ابو العباس نے تخت پر جلوس فرمایا۔ تمام فوج کی سلامی قبول کی۔ تھوڑے عرصہ بعد جامع مسجد میں خدم و حشم کے ساتھ نماز کے لیے گئے۔ نماز جمعہ بنفس نفیس پڑھائی اول نہایت خضوع و خشوع سے خطبہ پڑھا پھر نماز کے بعد ممبر پر جا کر یہ خطبہ دیا۔

خطبہ

جمیع ستائش اُس کے لیے ہے جس نے اپنے لیے اسلام کو برگزیدہ کیا اور اُس کو مکرم و مشرف اور معظم کیا اور ہمارے لیے اُس کو منتخب فرمایا پس اس کو ہماری ہی ذات سے حیات دائمی دی اور ہم کو اس کا اہل و معدن و قلعہ بنایا اور یہ ساری قوتیں ہماری اُسی سے ہیں اور ہم کو اس کا محافظ و ناصر بنایا پس ہم نے اپنی ذات پر تقویٰ کو واجب کر لیا اور حاصل یہ ہے کہ اس نے ہم کو اس کا مستحق اور اہل بنایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت و عزیزداری سے مخصوص کیا۔ اور ہم کو ہمارے آبا سے پیدا کیا اور ہم کو آپ ہی کے شجرہ النسب اور آپ ہی کے عمود نسل سے متفرع و منشعب کیا۔ اور اُن کو اللہ جلشانہ نے ہماری ہی ذاتوں سے غالب اُن امور پر کیا جو ہم کو فساد میں ڈالے ہوئے تھے ہمارے نفع رسانی پر حریص اور مومنین پر رؤف و رحیم وہ تھے سارے اسلام و اہل اسلام میں رفیع الشان کیا اور آپ ہی (رسول اللہ صلعم) کی وجہ سے اہل اسلام پر ایک کتاب نازل فرمائی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ منجملہ اس کے کہ اس نے اپنی کتاب محکم میں نازل فرمایا ہے ارشاد کرتا ہے۔ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا بیشک اللہ تعالیٰ اہل بیت سے پلیدی دور کیا چاہتا ہے۔ اور طاہر و اطہر بنائے گا۔ پھر ارشاد فرماتا ہے یعنی مال غنیمت اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دے اس میں سے اللہ اور رسول اور ان کے اعزہ و اقارب کے لئے ہے۔ پھر ارشاد کرتا ہے اور تم لوگ جان رکھو کہ جو تم کو مال غنیمت حاصل ہو تو بلاشک اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے

اور رسول اور اس کے قرابت والوں اور یتیموں کے لیے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہماری فضیلت سے مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا اور اُن پر ہمارے ادائے حقوق اور محبت واجب کر دی اور محض ہماری بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے مال غنیمت میں ہمارا حصہ مقرر کر دیا اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بزرگی وعظمت والا ہے شامی گمراہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا۔ کہ ہمارے سوا اور کوئی ریاست وسیاست وخلافت کا مستحق نہیں ہے۔ پس ان کے چہرے خاک آلودہ ہوگئے اور اے حاضرین اللہ تعالےٰ نے ہماری ذات سے گمراہی کے بعد آدمیوں کو ہدایت دی اور نابینائی کے بعد بینا کیا اور ہلاکت کے بعد بچایا اور ہماری ہی وجہ سے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمایا اور جو فساد ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس کی ہماری ذات سے اصلاح کر دی اور ان کی عادات رذیلہ کو دور اور نقصانات کو پورا فرما دیا اور متفرقہ و اختلافات کو ایسا دفع کیا کہ دشمنی کے بعد دنیا میں اہل جود ولطف واحسان رہیں گے اور آخرت میں بھائیوں کی طرح تختوں پر ایک دوسرے کے روبرو بیٹھے ہونگے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت وشفقت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امر کو منکشف کر دیا تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ کے بعد آپ کے صحابۂ کرام کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی۔ اور اُن لوگوں کا کام شوریٰ سے ہوتا تھا۔ تو وہ لوگ مواریث امم پر حاوی ہوگئے اور اس میں انھوں نے انصاف سے کام لیا۔ ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ اور اس کو اس پر قایم رکھا جس کا جو حق تھا۔ اس کو وہ دیا اور اس سے وہ خود ذاتاً منتفع نہ ہوئے بعد ازاں بنو حرب (امیر معاویہ کی طرف اشارہ ہے) اور بنو مروان کو دیکھے اور ان لوگوں نے اس پر مطلق توجہ نہ کی اور اس کو اپنا موروثی مال

سمجھ کے خوب تصرف کیا۔ اور اس کے حاصل کرنے میں ظلم وجور اور نا انصافی سے بھی کام لیا اور اس قدر لوگوں کو ستایا کہ اُن کا جی اکتا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں سے اس کا انتقام ان سے لیا اور ہمارے حقوق ہم پر لوٹا دیئے اور ہماری وجہ سے ہمارے گروہ کی تلافی مافات کردی اور ہماری امداد اور استحکام حکومت کا آپ خود متولی ہو گیا تاکہ ہماری ذات سے ان لوگوں پر اپنا احسان کرے جو دنیا میں ضعیف وناتوان ہو رہے ہیں اور ہماری ہی ذات پر اس کو ختم کیا جیسا کہ ہم سے اس کی ابتدا کی تھی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ تم پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا کیونکہ تمہاری بہتری کا زمانہ آگیا ہے۔ اور نہ تم فتنہ وفساد میں پڑو گے کیونکہ تمہارا مصلح ومدبر تم میں آگیا ہے اور اصل یہ ہے۔ کہ ہم اہل بیت کو اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

اے اہل کوفہ! تم لوگ ہماری محبت کے مقام اور ہماری مودت کے رکان ہو تم ہی ایک ایسے ہو کہ اس سے اس وقت تک نہ پھرے اور نہ ظالموں کا ظلم تم کو اس سے پھیر سکا یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ پا لیا اور ہمارے ظل عاطفت وسایہ دولت میں آگئے پس تم لوگ ہماری بدولت کل آدمیوں سے خوش نصیب اور ہمارے نزدیک سبھوں سے اکرم وافضل ہو میں اس صلہ میں تمہارے وظائف میں سو سو درہم کا اضافہ کرتا ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں سفاح خونریز اور بڑے زور شور سے بدلا لینے والا ہوں، سفاح اس قدر خطبہ دینے کے بعد چونکہ پہلے ہی سے مبتلائے تپ ودرد تھا شدت تکلیف سے بیٹھ گیا اور اس کا چچا داؤد بجائے اس کے ممبر پر چڑھ کے خطبہ دینے لگا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے جمیع ستائش اللہ کے لیے ہے جس نے ہمارے دشمن کو ہلاک کیا اور ہم کو ہماری میراث جو ہمارے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

پہونچتی تھی مرحمت فرمائی اے لوگو! اب دنیا کی تاریکیاں دفع ہوگئیں اور اس کے پردے کھل گئے۔ زمین و آسمان روشن ہوگئے۔ آفتاب و ماہتاب اپنے اپنے مطالع سے نکل آئے۔ اور قوس کو اس کے بنانے والے نے لے لیا اور تیر جہاں سے نکلا تھا پھر وہیں لوٹ آیا اور حق اپنے منبع میں تمہارے نبی کے اہل بیت میں واپس آیا جو تم پر مہربان و رحیم ہے۔

اے لوگو! واللہ ہم لوگ اس حکومت کے حاصل کرنے کو نہیں نکلے کہ ہماری ثروت و دولت بڑھے اور بڑی بڑی نہریں کھودیں اور محل بنائیں بلکہ اس وجہ سے ہم نے خروج کیا ہے۔ کہ انھوں نے ہمارے حقوق چھین لئے ہیں اور ہمارے چچا کے لڑکوں کو ستایا ہے۔ ساتھ ہی اس کے تم پر بھی انھوں نے ظلم کیا اور ناعاقبت اندیشی سے تم پر حکومت کر رہے تھے۔ اور ہم خاموشی کی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہے تھے حالانکہ بنو امیہ کے برتاؤ کہ تم لوگوں سے وہ کج اخلاقی سے پیش آتے اور تم کو ذلیل سمجھتے اور تمہارے مال غنیمت اور صدقات کو دبا لیتے تھے ہم کو سخت ناگوار اور شاق گذرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ذمہ ہے۔ کہ ہم تم میں وہی احکام جاری کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں اور تمہارے قضایا و خصومات میں کتاب اللہ پر عملدرآمد کریں گے اور کیا عام کیا خاص ہیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا برتاؤ کریں گے۔ مرے تباہ ہوئے بنی حرب بن امیہ اور بنی مروان کہ انھوں نے اپنی اس قلیل مدت خلافت میں مقاصد دنیاوی کو مطالب خروی پر مقدم کر دیا اور اس دار فانی کو دار باقی پر۔ پس وہ ان امور کے مرتکب

ہوئے جن کا کرنا اُن کو مباح نہ تھا۔ خلق اللہ پر ظلم کیا محرمات شرعی کو جایز رکھا جرایم کو پھیلا دیا۔ اللہ کے بندوں اور ملک میں اپنی عادت اور طریقہ کے مطابق ظلم سے کام لیا معاصی کی طلب میں نکلے اور گمراہی کے میدان میں اللہ کے استدراج اور اس کے انتقام سے بخوف ہو کے جہالت سے دوڑ پڑے پس اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر شباشب آگیا اور وہ سو ہی رہے تھے صبح ہوئی تو اُسی غم میں مبتلا تھے اور اُن کی قوت منتشر ہوگئی دوری ہو رحمت الٰہی سے قوم ظالمین کو۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو مروان کے پنجۂ غضب سے نکالا اُس کو اُس کا غرور دھوکے میں ڈالے ہوئے تھا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کی سرکوبی کی طرف توجہ کی تا آنکہ وہ خود منہ کے بل گر پڑا چونکہ اس دشمن خدا نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا اس وجہ سے اُس نے اپنے گروہ کو پکارا اپنے شیطانی لشکر کو جمع کیا اور سواروں کو ادھر اُدھر پھیلا یا لیکن اپنے آگے پیچھے۔ داہنے اور بائیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور انتقام کو مجتمع پایا جس نے اس سے اس کے افعال ناشایستہ و حرکات ناپسندیدہ کا انتقام لیا اور برائی کا بار اسی کی گردن پر ڈال دیا۔ ہماری عزت ہمارے شرف کو زندہ کر کے ہمارے حق اور وراثت کو ہماری طرف واپس کر دیا۔ اے لوگو! امیر المومنین اللہ تعالیٰ اُن کی بہت بڑی مدد کرے بعد ادائے نماز منبر پر اس وجہ سے چڑھ گئے تھے کہ کلام جمعہ غیر جمعہ کے کلام سے مل جل نہ جائے اور اس کلام کو شدت تپ و اعضا شکنی کی وجہ سے ناتمام چھوڑا ہے دعا کرتے جاؤ کہ امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے بے شک اللہ تعالیٰ نے بجائے مروان دشمن رحمن خلیفہ شیطان کے جس کے فعل قبیح دیکھنے تھے جنھوں نے بعد اصلاح کے ملک میں دین بدلے اور محرمات اسلام کو مباح کر کے فساد برپا کیا تھا

اب اُسکو مقرر کیا جو جان اور سر مہ لگائے ہوئے ہے اور اُن اسلاف ابرار و اخیار کا پیرو ہے جنھوں نے فساد کے بعد ملک میں بذریعہ معالم ہدیٰ و مناہج تقویٰ اصلاح پھیلائی۔ (اس فقرہ کے تمام ہوتے ہی کل حاضرین دعا کرنے لگے) پھر داؤد نے کہا اے اہل کوفہ واللہ ہم لوگ ایک زمانۂ مدید سے مظلوم و مقہور اور اپنے حق سے محروم تھے تا آنکہ خراسان کے ہمارے شیعوں نے اس کو ہمارے لیے مباح کیا پس ان کی وجہ سے ہمارے حقوق زندہ ہو گئے ہمارے دلایل واضح ہو گئے اور ہماری دولت پاک ہو گئی اور ان ہی کے ذریعہ سے اللہ تعالے نے اُس امر کو ظاہر کیا جس کے تم منتظر بھی نہ تھے وہ کیا ہے۔ کہ تم میں بنو ہاشم میں سے ایک خلیفہ مقرر کیا جس کی وجہ سے تمہارے چہرے روشن ہو گئے اور اہل شام پر تم کو غالب کیا اور تمہاری طرف حکومت کو منتقل کر دیا اور اسلام کو غالب بنایا اور تم پر ایسے امام کے مقرر کرنے سے احسان کیا جو عدالت کا بانی ہے اور اس کو خلعت حکومت عنایت فرمایا پس تم لوگ جو وہ تمہیں دے شکریہ کے ساتھ قبول کرو اور ہماری اطاعت اپنے پر فرض سمجھو اور دیکھو تم ہی خود فریب نہ کرنا کیونکہ اصل کام تمہارا ہی ہے۔ ہر ایک خاندان والے کا ایک منزل و مقام ہوتا ہے۔ اور تم ہمارے ماولے و مسکن ہو آگاہ ہو جاؤ تمہارے اس ممبر پر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی خلیفہ سوائے امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور امیر المومنین عبد اللہ بن محمد کے نہیں چڑھا (اس فقرہ کو کہنے کے وقت ہاتھ سے ابو العباس سفاح کی طرف اشارہ کیا) اور جان رکھو کہ یہ حکومت ہمارے ہی خاندان میں رہے گی تا آنکہ ہم اس کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سپرد کر دیںگے[1] خطبہ دینے کے بعد ابو العباس ممبر سے اتر آئے آگے آگے داؤد بن علی عباسی پیچھے

---

[1] ابن اثیر ۵ صفحہ ۱۰۰

ابو العباس اس صورت سے دارالامارت کو فرش آئے۔

بیعت خلافت مسجد میں ابو جعفر عبداللہ منصور سفاح کی لوگوں سے بیعت خلافت لیتے رہے عصر کا وقت ہو گیا نماز پڑھنے کے بعد پھر بیعت کا سلسلہ رہا مغرب تک پھر جب رات ہو گئی منصور مکان کو اُٹھ گئے مورخین لکھتے ہیں کہ اس قدر لوگوں نے بیعت کی کہ عبداللہ منصور بیعت لیتے لیتے تھک گئے تھے

خلیفہ ابو العباس مقام اعین میں جہاں ابو سلمہ کی ماتحتی میں لشکر پڑا تھا وہاں ملاحظہ کے لیے تشریف لے گئے ابو سلمہ کے پاس ٹھیرے درمیان میں پردہ حائل کر دیا تھا وہاں عبداللہ بن بسام تھا۔[1]

انتظام کوفہ دارالامارہ کو فہ پر داود بن علی کو امیر مقرر کیا عبداللہ بن علی کو شہرزور بھیجا جہاں ابو عون بن یزید بنو امیہ کا سپہ سالار تھا اور اپنے برادر زادہ عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی مدد کے لیے روانہ کیا جو ابن ہبیرہ کا واسط میں محاصرہ کئے ہوئے تھا یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کو حمید بن قحطبہ کی مدد کے لیے روانہ کیا جو مدائن میں تھا اور ابو الیقضان عثمان بن عروہ بن محمد بن عمار بن یاسر کو بسام بن ابراہیم بن بسام کے پاس اہواز بھیجا اور سلمہ بن عمر عثمان کو مالک بن عوف کے پاس بھیجا۔

مدینہ ہاشمیہ میں قیام خلیفہ ابو العباس لشکر میں ایک مہینہ مقیم رہے اس کے بعد ایک دیہہ ہاشمیہ میں اقامت پذیر ہوئے۔

خلیفہ اموی سے مقابلہ خلیفہ اول بنی عباس، ابو العباس سفاح نے ایک

---

[1] ابن اثیر ج ۵ صفحہ ۱۵۵

لشکر مروان بن محمد اموی کے مقابلہ میں زیر سرکردگی عبداللہ بن علی عباس بھیجا مروان الحمار کے پاس ایک لاکھ سپاہ کا لشکر تھا اور بنو امیہ کا تمام خاندان شاہی اس موقعہ پر مروان کا شریک تھا ابو عون[۱] مقابل تھا محمد بن علی اس کی مدد کو پہنچ گئے مقابلہ ہوا مروان کو شکست ہوئی اور تنہا "مصر" کو روانہ ہوا چند روز بھاگتا پھرا آخر ۲۸ ذالحجہ ۱۳۲ھ کو بوصیر (مصر) کے ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا اس کے تفصیلی حالات تاریخ ملت کے حصہ سوم میں تحریر ہو چکے ہیں غرضکہ مروان کے قتل کے بعد ہی حکومت بنی امیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

دمشق کی فتح مروان الحمار بھاگتا پھر رہا تھا کہ دمشق کا امیر العسکر عبداللہ بن علی عباس اور صالح بن علی۔ ابو عون عبدالصمد یحییٰ بن صفوان حبان بن یزید حمید بن قحطبہ نے فوج گراں کے ساتھ محاصرہ کر لیا ۵ رمضان ۱۳۲ھ کو دمشق پر قبضہ ہو گیا ولید بن معاویہ کام آیا

آل مروان سے سلوک مروان کے اہل و عیال کنیسہ میں مقیم تھے عمر بن اسمٰعیل نے ان سب کو صالح بن علی عباس کے پاس بھیج دیا جب یہ لوگ صالح کے سامنے پیش ہوئے تو شاہ مروان کی بڑی شہزادی آگے بڑھی اور کہا۔

> اے امیر المومنین کے عم مکرم ہم آپ کی بیٹیاں ہیں آپ کے بھائی کی بیٹیاں ہیں ہمارے اوپر رحم کرو۔ اگرچہ ہم نے تم پر ظلم کئے تھے مگر تم معاف کر دو۔"

---

[۱] ابو عون نام خالد بن برمک تھا تاج العروس شرح قاموس جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ مصر

صالح عباس نے کہا میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔

کیا تمہارے باپ نے امام ابراہیم کو قتل نہیں کیا۔ کیا ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی بن حسینؑ کو قتل نہیں کیا۔ اور اُن کی لاش کو کوفہ میں سولی نہیں دی کیا ولید بن یزید نے یحیٰی بن زید کو خراسان میں سولی نہیں دی کیا ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو قتل نہیں کیا کیا یزید بن معاویہ نے امام حسینؑ اور اہلبیت کو شہید نہیں کیا اور کیا اس نے حرم رسول اللہ صلعم کو قیدی نہیں بنایا کیا امام حسین کے سر کو تن سے جدا کر کے شام نہ لے گئے اب وہ کونسی بات ہے جس کے بعد میں تم کو زندہ رکھوں۔

اس شہزادی نے جواب دیا۔

اب ہم آپ سے معافی کے خواستگار ہیں آپ تو رحمت اللعالمین کے قرابتدار ہیں صالح نے کہا کہ اگر یہ ہے تو ہم نے معاف کیا اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نکاح اپنے بیٹے فضل سے کر دوں شہزادی نے کہا اس سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کیا عزت ہو سکتی ہے۔"

مگر ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ابھی ہم کو حران بھیجدیا جائے چنانچہ صالح نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے عزیز ہیں بعزت تمام حران پہنچا دیا جائے[۱] چنانچہ یہ قافلہ بہ حرمت پہونچا دیا گیا۔ یہ رحم و کرم بھی بنی عباس کی صفت میں داخل تھا۔

---

[۱] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۲

ابومسلم کی فتوحات ابومسلم خراسانی کی سعی سے سمرقند، طوس، رے، جرجان ہمدان نہاوند وغیرہ فتح ہو چکے تھے اب تمام علاقہ پر جو دولت بنی امیہ کے قبضہ میں تھا ابوالعباس سفاح کی حکمرانی تھی۔

وزارت اولاً سفاح نے حفص بن سلیمان ابوسلمہ الخلال وزیر آل محمد کو اپنا وزیر بنایا تھا ابوسلمہ صاحب فضل وکمال تھا اس کی مساعی دعوت بنی عباس میں پیش پیش ہیں۔ ابوسلمہ نے خالد بن برمک ابوجعفر کو سفارش کر کے فوجی حیثیت سے اکی عہدہ پر منتقل کرایا کچھ عرصہ بعد سفاح نے پہلی سازش کی بنا پر اور ایسے بعض واقعات ایسے پیش آئے کہ ابوسلمہ کو قتل کرا دیا اور خالد کو وزیر مقرر کر دیا۔[1] خالد خاندان برامکہ سے تھا خلافت عباسیہ کا یہ دوسرا وزیر تھا۔

واقعہ قتل ابوسلمہ یہ بھی روایت ہے کہ سفاح ہاشمیہ کے قصر میں اقامت پذیر تھا مگر اس کو ابوسلمہ سے دلی نفرت ہو چکی تھی اس نے ابومسلم خراسانی کو اس کی سرکشی کے حالات لکھ بھیجے اور مشورہ طلب کیا ابومسلم نے ابوسلمہ کے قتل کی رائے دے دی۔ داؤد بن علی نے کہا یہ فعل تم نہ کرو یہ امر تمہارے لیے زیبا نہیں ہے ابومسلم کو لکھ بھیجو وہ خود انتظام کر دے گا چنانچہ ابومسلم نے مرار بن انس ضبی کو بھیجا یا ابوسلمہ قصر امارت سے رات کو مکان جا رہا تھا اس نے قتل کر دیا اور یہ شہرت دی کہ کسی خارجی نے قتل کر دیا۔"

ابوسلمہ دولت عباسیہ کا پہلا وزیر تھا محلہ خلالین کوفہ کا رہنے والا دعاۃ بنی عباس پر اپنی دولت اپنے صرف کی اسکا خسر بکیر بن ماہان تھا الفخری صفحہ ۱۳۷ (مطبوعہ مصر)

[1] کامل ابن اثیر صفحہ ۱۴۹ جلد ۵ و ابن خلکان صفحہ ۳۴۱ جلد ۲

عمال سفاح

سفاح نے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اپنے چچا داود[1] کو کوفہ و سواد پر مامور کیا پھر ان کو حجاز، یمن، یمامہ، کا گورنر کر دیا انکے بجائے اپنے عمزاد برادر عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد کو کوفہ پر مامور کیا محمد بن یزید بن عبد اللہ بن عبد المدان کو یمن کا عامل کیا گیا سفیان بن عینہ مہلبی بصرہ کا عامل تھا مگر ایک سال بعد اپنے چچا سلیمان بن علی کو اس کے بجائے کر دیا اور بحرین و عمان کے صوبے بصرہ سے ملحق کر دئے گئے سفاح نے اپنے دوسرے چچا اسمٰعیل بن علی کو اہواز کا تیسرے چچا عبد اللہ بن علی کو شام کا گورنر کیا۔ ابو عون عبد الملک بن یزید کو مصر اور ابو مسلم کو خراسان کا گورنر کیا عراق جزیرہ پر ابو جعفر کو مقرر کر دیا فارس کے گورنر عیسیٰ بن علی عباس اور محمد بن صولی کو موصل پر متعین کیا مگر اہل موصل نے ان سے انحراف کیا تو[2] سفاح نے اپنے بھائی یحییٰ بن محمد بن علی کو ۱۲ ہزار فوج کے ساتھ موصل بھیجا وہاں جا کر گیارہ ہزار مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا ان کے ورثہ آہ و بکا کرنے لگے تو یحییٰ نے قتل عام کا حکم دیدیا تین دن تک قتل کا بازار گرم رہا اس کے لشکر میں چار ہزار زنگی بھی تھے چوتھے روز گورنر کا جلوس نکلا ایک عورت نے یحییٰ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا۔

> کیا تم بنو ہاشم نہیں ہو کیا تم رسول اللہ صلعم کے چچا کے لڑکے نہیں ہو کیا تم کو اس کی خبر نہیں پہونچی کہ مومنات و مسلمات سے زنگیوں نے جبراً نکاح کر لیا ہے"

---

[1] داود نے ۱۳۳ھ میں انتقال کیا تو یزید بن عبید اللہ بن عبد المدان حارثی (ماموئے سفاح) اسکی جگہ پر گورنر ہوا۔ [2] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۶

یحییٰ سن کر خاموش ہو گیا دوسرے دن زنگوں کو بلا کر قتل کرا دیا۔ اس خونریزی کی خبر سفاح کو لگی اسنے اس کو معزول کر کے اسمٰعیل بن علی کو عامل موصل کیا[۱]

بنی امیہ کا قتل عام

بنو عباس نے حکومت حاصل کر کے بنو امیہ کے قتل پر کمر باندھی بچے بوڑھے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے قتل کرنے لگے سفاح کے پاس سلیمان بن ہشام بن عبد الملک اموی بیٹھا تھا دریف بن میمون آیا اور اسنے سفاح سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ؎

قد اتتك الوفود من عبد شمس
مستعدين يرجون المطيا[۲]
عنوة ايها الخليفة لا من
طاعة بل تخوفوا المشرفيا[۳]

سفاح نے اس شعر کا اثر لیا اور اسی وقت حکم دیا کہ سلیمان قتل کر دیا جائے چنانچہ سلیمان تیغ سفاح کا شکار ہوا اس واقعہ کے چند روز بعد عبد اللہ بن علی مع اسی نوے نفوس بنی امیہ کے "نہر ابی فطرس" کے کنارے ایک دستر خوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا شبل بن عبد اللہ (غلام بنو ہاشم) آ گیا وہ بنو امیہ کو اس عزت و احترام سے دیکھ کر کہنے لگا ؎

لا تقيلن عبد شمس عثارا
واقطعن كل رقلة وغراسا[۴]

---

[۱] ابن خلدون ۳۳۰

[۲] تمہارے پاس بنو عبد شمس (امیہ) کے مہمان اپنی سواریوں پر آ گئے ہیں بلکہ اے خلیفہ وہ دھوکے سے آئے ہیں۔ طاعت کے خیال سے نہیں آئے بلکہ تلوار کے خوف سے "

[۳] تم ہرگز بنو عبد شمس (امیہ) کے انتقام لینے سے درگزر نہ کرنا۔ انکے ہر درخت اور پودے کو کاٹ دو

یہ سُن کر عبداللہ بن علی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں خدام کو حکم دیا ان مہمانوں کی خبر لو یہ اس قدر پیٹے گئے کہ بیٹ گئے ان پر "نطاع بچھا" کے دوبارہ دسترخوان پر کھانا چنا گیا عبداللہ معہ ہمراہیوں کے کھانا کھانے لگا غرضکہ کچل کچلا کر سب کا خاتمہ ہوگیا بصرہ میں سلیمان بن علی عباس نے گروہ بنی امیہ کو قتل کرکے لاشوں کو گندہ گاہوں پر ڈلوا دیا جن کو مدتوں کتے کھاتے رہے۔

عبداللہ بن علی عباس نے خلفاء بنو امیہ کی قبروں کو کھدوا ڈالا امیر معاویہ کی قبر میں ایک موہوم خط سا تھا عبدالملک بن مروان کی کھوپڑی نکلی ہشام بن عبدالملک کا لاشہ جیوں کا توں نکلا صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی اس کی نعش پر کوڑے لگوائے گئے صلیب پر چڑھا دیا پھر جلا کر راکھ ہوا میں اڑا دی گئی۔[۱]

داؤد بن علی عباس نے مکہ اور مدینہ میں جسقدر بنی آمیہ تھے سب کو خاک و خون میں ملایا غرضکہ اس عام خونریزی سے بنو امیہ کا کوئی متنفس جانبر نہ ہوا سوائے شیر خوار بچوں کے یا جو اندلس چلے گئے۔[۲]

نقباء آل محمد کا قتل

ابوسلمہ کے قتل کے بعد ابومسلم نے سلیمان بن کثیر جس کے حالات اور کارگذاری دعوت بنی عباس کی لکھی جاچکی ہے اس کی بیخ کنی کی فکر شروع کردی اور اس کے قتل کا حکم دیدیا ایسے ہی اور حضرات کی خبر لی گئی۔

تحریک رایات ابیض

دولت امویہ کے منقرض ہونے کے بعد بنی عباس

[۱] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۹۰ [۲] ابن خلدون صفحہ ۲۲۳ جلد ۶ ایضاً

کے مظالم سے ہوا خواہان بنی امیہ میں ان کی مخالفت کی لہر پیدا ہو گئی "حبیب بن مرہ مری" جو مروان الحمار کا سپہ سالار تھا بلقار میں مامور تھا اس نے خلع خلافت بنی عباس کیا اور سفید کپڑے پہنے سفید ہی رایات (پھریرے) اپنے قلعہ پر نصب کئے جو شعار حبابیہ کے خلاف تھے ایک جماعت بھی اس کے ساتھ ہو گئی۔ سفاح کے خلاف علم مخالفت بلند کر دیا۔ سفاح ان دنوں "حیرہ" میں تھا اس کو اہل "بلقاء" پھر اہل "قنسرین" کی خبر لگی عبد اللہ بن علی نے ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو توڑ کے رکھ دیا۔ اہل قنسرین نے "دولت عباسیہ" کی اطاعت قبول کر لی کچھ عرصہ بعد اہل جنریرہ باغی ہو گئے اور انھوں نے بھی سفید رایات اپنے مکانات پر نصب کئے مگر یہ بغاوت زیادہ نہیں بڑھی جلد ختم ہو گئی[1] الغرض سفاح کا عہد بنی امیہ کی ہستی کو مٹانے اور ہر طرف سے جو فتنے نظر آئے ان کو بند کرنے میں گذرا۔ بیجا خونریزی اور سفا کی بدعہدی اور پیمان شکنی کا مظاہرہ سفاح کے یہاں عام تھا اکثر نقیب ختم کر دئے گئے تھے سفاح کے بھائی ابو جعفر منصور۔ ابو مسلم کو بھی ٹھکانہ لگانا چاہتا تھا اور بار بار سفاح سے اصرار کرتا تھا کہ اس کو قتل کر دیا جائے مگر وہ راضی نہ تھا ڈرتا تھا کہیں خراسانی جن کی بدولت یہ اعزاز ملا ہے اور جو حکومت بنی عباس قائم ہوئی ہے وہ ابو مسلم کے قتل سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔

سندھ سندھ پر منصور بن جمہور نے بنی امیہ کے آخری دور میں غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا عبد الرحمٰن بن مسلم نے مغلس عبدی کو سرحد کا حاکم مقرر کیا اس نے سندھ پر فوج کشی کی منصور نے اسے قتل کر دیا موسیٰ بن کعب بھیجا گیا

---

[1] تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی

اس کے مقابلہ میں منصور شکست کھا کر ریگستانی علاقہ کی طرف بھاگ گیا اور وہیں مرگیا سندھ پر قبضہ کے بعد موسیٰ نے منصورہ کو پورے طور سے آباد کیا اور بعض اردگرد میں نئی فتوحات حاصل کیں[1]

محبان اہل بیت کی شورش

بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد بنی عباس جنھوں نے اہل بیت کے نام پر عباسی دعوت کی بنیاد رکھی تھی اور کامیاب ہو کر خود تخت خلافت پر متمکن ہو گئے محبان اہل بیت کی توقع کے خلاف یہ عمل ظہور پذیر ہوا تو انہیں سے شریک نامی بخاری نے علم بغاوت بلند کردیا تیس ہزار آدمی اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے لیکن ابومسلم نے اس کا خاتمہ کردیا شورش دب گئی۔

خوارج

اس کے بعد ایک خراسانی امیر بسام بن ابراہیم نے حکومت سے بغاوت کی سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بھیجکر اسکا بھی خاتمہ کرادیا[2]

پھر خازم کو خارجیوں کے مقابلہ کے لیے عمان اور جزیرہ کاوان بھیجا ان خارجیوں نے شورش مچا رکھی تھی عمان اور بحرین انکے مرکز تھے غرضکہ صحرائے عمان میں ہر دو مقابل ہوئے خونریز معرکہ کے بعد خارجیوں کا سردار جلندی مارا گیا اور خوارج کی بڑی تعداد اس معرکہ میں قتل ہوئی وہ لوگ پسپا ہو گئے[3]

قیصر روم

انقلاب حکومت سے قیصر روم بھی فائدہ اٹھانے کے درپے ہوا اس نے ۱۳۳ھ میں ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر کمخ پر حملہ کیا یہاں کے باشندوں نے ملیطیہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا شکست پا گئے رومی آگے بڑھے اور ملطیہ کو محصور کرلیا کچھ عرصہ مقابلہ کرکے مسلمان جزیرہ چلے گئے

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۹ [2] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۸ [3] ایضاً ۱۶۷

رومیوں نے شہر خالی پاکر ملیطہ کو برباد کر دیا جو مسلمان وہاں رہ گئے تھے ان کو قتل اور عورتوں کو قید کر لیا[1] سفاح نے عبداللہ بن علی کو بھیجکر سرحد کا انتظام کرایا[2]

فتوحات سفاح نے تسلط کے بعد سرحدی علاقہ پر توجہ کی شورشوں کے خاتمہ کے بعد ۱۳۳ھ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر فوج کشی کی یہاں کا فرمانروا جیش بن شبل تاب مقابلہ نہ لاسکا چین کی طرف چلتا ہوا فرغانہ اور چاچ کے حکمرانوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی ابومسلم خراسانی نے زیاد بن صالح کو بھیجا یہاں خاقان چین کی امداد سے فرغانہ اور چاچ پر کامیاب ہو گئے تھے۔ دریائے طراز پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ زیاد نے شکست دی ۱۳۴ھ میں خالد بن ابراہیم نے کش پر فوج کشی کی یہاں کا حکمران آفرید قتل ہوا مال غنیمت ہاتھ لگا خالد نے آفرید کے بھائی طاران کو کش کا حاکم بنایا اور اسکا مرابی کے بعد مستقر لوٹ گیا۔

ابومسلم اور المنصور ۱۳۶ھ میں ابومسلم نے ابوالعباس سے خواہش ظاہر کی کہ میں دربار خلافت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں اور حج کی اجازت چاہی سفاح نے ابوجعفر منصور کو خط لکھا تم بھی حج کے لیے مجھ سے اجازت طلب کرو چنانچہ ابوجعفر نے درخواست بھیجی ان کو اجازت مل گئی اور حکومت کی طرف سے امیر الحج مقرر کیے گئے ابومسلم کو جواب دیا کہ تم حج کے لیے آؤ لیکن امیر الحج منصور کو مقرر کر دیا ہے اس کے ساتھ حج کر سکتے ہو ابومسلم نے منظور کیا اور اپنے ندیموں سے کہا کہ منصور کو اس سال حج کرنا ضروری تھا[3] ابومسلم ایک ہزار فوج کے ساتھ بکر و فر شان و شکوہ کے ساتھ سفاح کی خدمت میں آیا اس کو بڑے تزک احتشام سے دربار میں

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۸ [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ [3] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۷

لایا گیا پھر ہر دو کے قافلے حج کو روانہ ہو گئے راستہ میں ابو مسلم نے اپنی شان اور شوکت اور فیاضی کا اس قدر مظاہرہ کیا کہ منصور کو اس سے رشک و حسد ہوا[1]

دارالخلافہ سفاح نے کوفہ کے بجائے انبار اپنا دارالخلافہ بنایا تھا مگر ایک شہر اور آباد کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ دارالخلافت ہو چنانچہ کوفہ کے نواح میں ایک مختصر آبادی کی بنیاد ڈالی اسکا نام ہاشمیہ رکھا گیا[2]

امن و امان کچھ افراد بنی امیہ کے بچ رہے تھے وہ جان کے خوف سے چھپتے پھرتے تھے عمر بن معاویہ بن سفیان اموی اپنی جان سے تنگ آکر سلیمان بن علی عباسی کے پاس بصرہ آیا اور کہا مجکو قتل کر دو تاکہ روز روز کے خدشہ سے نجات پا جاؤں" سلیمان اس کی مظلومیت پر رو دیئے اور سفاح کو لکھا۔

کہ ہم نے بنی امیہ کو ان کی قطع رحمی کی وجہ سے قتل کیا تھا آخر اب صلہ رحمی کا وقت آگیا ہے کیونکہ ہم اور وہ عبد مناف کی اولاد ہیں اور یکجدی ہیں امیرالمومنین اگر پسند کریں تو عام حکم دیدیں کہ کوئی شخص اس خاندان کے ساتھ ظلم اب نہ کرے ہم کو خدا کا شکر کرنا لازم ہے کہ اس نے ہم کو اپنے فضل و کرم سے نوازا۔"

سفاح نے اس خط کا بڑا اثر لیا اور فوراً حکم دیدیا اور تمام سلطنت میں عام اطلاع کر دی گئی کہ بنو امیہ کو اب امان دی گئی یہ پہلی امان تھی جو آل عباس نے آل امیہ کو دی۔"

انتظام سلطنت سفاح نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اس عمدگی سے سلطنت کا

---

[1] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۲۹

انتظام کیا کہ مشہور خلفائے بنی امیہ کے مانند تھا۔

آثار خیر سفاح نے کوفہ سے مکہ تک میل بنائے اور ہر میل پر منارہ اور مہمان سرائیں بنوائیں تاکہ مسافروں کو آرام پہونچے[1]

ولی عہدی ۱۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بھائی منصور اور اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی کے تقرری کا فرمان لکھا۔ اس عہدنامہ کو حریر کے پارچے پر لکھوا کر پہلے اس پر مہر اپنی لگائی پھر اپنے اہل خاندان کی مہریں لگوا کر عیسیٰ بن موسیٰ بن علی کو حوالہ کیا۔

ابومسلم کو یہ ولی عہدی کھٹکی اور اس کو خیال ہوا کہ بلا مرے مشورہ کے سفاح نے کیوں ایسا کیا۔

سیرت سفاح سفاح با وقار، عاقل، مدبر اور حسن اخلاق سے بھی آراستہ تھا[2] خوبیاں زیادہ تھیں برائیاں کم جہاں ظلم وستم میں شہرۂ آفاق ہے ویسے ہی سخاوت اور داد و دہش میں بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ صولی کہتے ہیں کہ سفاح نہایت سخی آدمی تھا۔ عبداللہ بن حسن نے ایک مرتبہ سفاح سے کہا کہ میں دس لاکھ درہم کا نام سنا ہے مگر کبھی دیکھا نہیں سفاح نے اسی وقت ایک لاکھ درہم منگا کر ان کے سامنے رکھوا دئے کہا۔ دیکھیے جب وہ مکان گئے تو ان کے پاس بھجوا دئے ایسے ہی علوئیں کو رقوم دے کر سفاح نے اپنا لیا تھا۔

واقعہ تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ سعید بن مسلم باہلی کہتے ہیں کہ ایک روز مجلس بھری ہوئی تھی سفاح

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۲ [2] الفخری صفحہ ۱۴۳

کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا اور بڑے بڑے آدمی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن حسن ہاشمی تشریف لائے اور کہا امیرالمومنین جو کچھ قرآن شریف میں خدا نے ہمارا حق مقرر کیا ہے۔ وہ ہمیں عنایت کیجئے، سفاح نے کہا کہ آپ کے پردادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجھ سے لاکھ درجہ بہتر تھے اور ان جیسا کوئی عادل بادشاہ نہیں ہوا۔ انھوں نے آپ کے دادا حسنؓ و حسینؓ کو جو آپ سے بدرجہا بہتر تھے بہت تھوڑا عطا فرمایا اس لیے مجھے بھی یہی واجب ہے کہ میں آپ کو بھی اتنا ہی دوں جتنا حسنؓ و حسینؓ کو ملا تھا اگر اس سے زیادہ دوں تو آپ ان کے حقدار نہیں ہیں عبداللہ بن حسن یہ سن کر چپ ہو گئے[1]

انعام واکرام خلیفہ ابوالعباس کی یہ عادت تھی کہ جس وقت کھانا کھانے بیٹھتے تھے اس وقت حاجب یا خواص، لوگوں کی حاجتیں پیش کرتے تھے چونکہ یہ وقت تفریح کا ہوتا تھا فوراً اس کی حاجتیں پوری ہو جایا کرتی تھیں اور جس قدر لوگ اس وقت ادنیٰ یا اعلیٰ ہوتے ان کو انعام واکرام بھی اسی وقت دیا جاتا۔

سفاح کا قول تھا کہ جب ہم سلطنت کے مالک ہیں تو پھر ہمارے متوسلین ہمارے مال سے کیوں محروم رہیں۔

ایک روز ابوالعباس آئینہ دیکھ رہے تھے جب اپنے حسن و جمال کو دیکھا تو یہ دعا مانگی۔

اے اللہ میں وہ تو کہتا نہیں جو سلیمان بن عبدالملک نے کہی تھی

[1] تاریخ الخلفا از علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۸۰

کہ میں جوان بادشاہ ہوں لیکن یہ عرض کرتا ہوں کہ خدایا میری عمر میں برکت عنایت فرما اور دراز کر اپنی تابعداری میں جو آفات سے محفوظ ہو۔"

آپ اس دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ دو غلاموں کی بات چیت کی آواز کان میں آئی۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ میرے اور تیرے درمیان میں دو مہینے اور پانچ دن اور ہیں یہ سن کر سفاح کو فال بد معلوم ہوئی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

حسبی اللہ ولا قوۃ الا باللہ وتوکلت وبہ نستعین

اتفاق کی بات اس واقعہ کے دو ماہ بعد سفاح مرض چیچک میں مبتلا ہوئے عمر ۳۶ سال کی تھی۔

وفات ابی الفدا لکھتے ہیں آخری کلمات مرتے وقت سفاح کے یہ تھے۔

اللہ الحی القیوم ملک الملوک وجبار الجبابرۃ

ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں انتقال کیا نماز جنازہ عیسیٰ بن علی عباسی نے پڑھائی۔

دفن فی قصر الامارۃ من الانبار انبار کے قصر الامارہ میں دفن کیے گئے[۱]

سفاح کی مدت خلافت ۴ برس نو ماہ رہی۔ دائرہ حکومت اقصائے مغرب تک تھا[۲]

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ سفاح کے وقت میں حکومت میں تفرقہ پڑ گیا اور بڑا ملک اس حکومت سے اندلس وغیرہ کا نکل گیا۔

حلیہ دراز قد سرخ سفید رنگ اونچی ناک چہرہ بہت خوبصورت اور داڑھی بہت خوبصورت تھی بال گھونگروالے تھے[۳]

---

[۱] المبداینہ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۶۱ مطبوعہ مصر [۲] طبری جلد ۹ صفحہ ۱۵۴ [۳] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۷

علمی مذاق سفاح علمی ذوق کا حامل تھا گو حکومت کا زمانہ اس کو بہت تھوڑا ملا مگر فرصت کے وقت اس کی صحبت میں اکابر علماء و شرفاء شریک ہوا کرتے تھے اس کے عہد کے جیاں اکابر علما میں سے

اشعث بن سوار۔ جعفر بن ابی ربیعہ۔ حصین ابن عبدالرحمٰن ربیعۃ الرائی زید بن اسلم۔ عبدالملک بن عمیر۔ عبداللہ بن ابی جعفر و عطا بن السائب وغیرہ تھے

تاریخ میں اسکا ایک شعر بھی نقل ہے جو اس کے ورد زبان رہتا تھا۔

والقیت ولامن مفارق هاشم والبسها عز او احتیها قدرا

ترجمہ: میں نے سادات بنی ہاشم کے سروں سے ذلت کو دور ڈالا اور ان کو عزت کا تاج پہنایا اور ان کے مراتب کو بلند کیا۔

خلیفہ ابوجعفر عبداللہ منصور

خلیفہ منصور خلفائے عباسیہ میں علم و فضل کے ساتھ سیاست ملکی میں بلند درجہ رکھتا تھا مورخین متفق الرائے ہیں حکومت عباسیہ کے بانی مبانی منصور اور سفاح تھے

ولادت منصور ۹۵ھ میں بزمانہ خلافت ولید بن عبدالملک اموی پیدا ہوا اور اس کی ماں ام ولد اسمہا سلامہ[1]

والدہ ان کی والدہ جناب سلامہ تو بربریہ تھیں جو بڑی عابدہ زاہدہ تھیں امام محمد بن علی سجاد بن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ تیسرے صاحبزادے تھے۔

[1] البدایۃ والنہایہ الجزء العاشر صفحہ ۱۲۱

وکان اکبر من اجیرا بی العباس السفاح[1]

تعلیم تربیت منصور نے آنکھ کھولی خاندان میں بڑے بڑے علوم دینی کے اکابر موجود تھے باپ تابعین میں شمار کئے جاتے تھے جن کو علم حدیث تفسیر وفقہ میں پہنچا تھا انسے ہی منصور نے استفادہ علمی کیا ابن خلکان لکھتا ہے۔

خلیفہ منصور نے بغرض تحصیل علم بڑے بڑے لمبے سفر کئے جہاں کسی محدث کا پتہ لگا وہاں جاتا اور ان سے علم حدیث کا استفادہ کرتا"

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

منصور نے اپنے باپ اور عطا بن یسار سے حدیث روایت کی اور اسکے بیٹے مہدی نے اس سے روایت کی[2]

منصور بنو عباس میں اندوستے ہیبت وشجاعت وحزم ورائے وجبروت سب سے بہتر تھا۔ کامل العقل ادب وفقہ کا عالم نہایت فصیح وبلیغ پرگو شخص تھا[3]

خلافت منصور مکہ معظمہ سے روانہ ہونیوالا تھا کہ سفاح نے انبار میں انتقال کیا سفاح نے انتقال سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور بعد ابو جعفر کے عیسیٰ بن موسیٰ کی ولیعدی کا عہدنامہ لکھدیا تھا۔

بیعت خلافت اس وقت ابو جہم بن عطیہ وزیر سلطنت تھا عیسیٰ بن موسیٰ نے ارکان سلطنت وغیرہ سے منصور کی بیعت لی اور اس حادثہ سے منصور کو مطلع کیا۔ ابو جعفر کو بھائی کے مرنے کا بہت صدمہ ہوا ابو مسلم خراسانی بھی مکہ میں مقیم تھا اس کو بلا کر خط عیسیٰ کا پڑھنے کو دیا ابومسلم خط کو دیکھتے ہی

---

[1] البدایۃ والنہایہ الجزء العاشر صفحہ ۱۲۱ [2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۰ [3] ایضاً

ردو پڑا جب منصور کو اور ابو مسلم کو قدرے سکون ہوا تو منصور نے ابو مسلم سے کہا مجھے خاندان میں کسی اور کا اندیشہ نہیں ہے البتہ عبد اللہ بن علی عباس کے شر سے خطرہ ہے ابو مسلم نے عرض کیا میں آن کے لیے کافی ہوں ان کے لشکر میں خراسانی زیادہ ہیں اور وہ میرے مطیع ہیں اس فقرہ کے سننے سے منصور کی باچھیں کھل گئیں ابو مسلم اور حاضرین مکہ نے منصور کی بیعت کی اور دونوں مراجعت کر کے کوفہ ۱۳۱ھ میں پہونچے راہ میں اسحاق نے منصور سے کہا مجکو ابو مسلم کی طرف سے خدشہ ہے منصور نے کہا آپ کا خیال غلط ہے[۱]

ورود انبار منصور کوفہ سے پھر انبار چلے آئے عیسیٰ بن موسیٰ نے شاہی خزانہ کی کنجیاں پیش کیں اور دیوان کا دفتر سپرد کیا اب مستقل طور سے تخت خلافت پر منصور متمکن ہوا۔

خروج عبد اللہ بن علی عباسی عبد اللہ بن علی عساکر بنی عباس کا کمانڈر تھا سفاح نے لشکر شام اور خراسان کے ساتھ صائفہ بھیجا تھا یہاں سے وہ "دلوک" پہنچا کہ اس کو سفاح کے انتقال کی خبر لگی تو اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ ابو غانم طائی، خفاف مروزی اس کے مؤید تھے حمید بن حکیم بن قحطبہ۔ خراسان۔ شام اور جزیرہ کے نامور سرداروں نے اس کی بیعت کر لی تو یہ لشکر کو لیکر حران پہونچا مقاتل بن حکم کا محاصرہ کیا۔ کچھ دن بعد قبضہ کر کے نصیبین آیا۔ منصور نے ابو مسلم کو عبد اللہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا یہ فوج لیکر عبد اللہ کے مقابل پہنچ گیا حسن بن قحطبہ بھی آگیا ہر دو نے گھیر لیا عبد اللہ کا

[۱] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم صفحہ ۲۲۹ لغایت ۲۳۱ الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲

لشکر شام بھاگ کھڑا ہوا عبداللہ بھی چلتے بنے اور بصرہ اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس جا چھپے ابومسلم نے نامہ بشارت فتح منصور کی خدمت میں بھیجا۔

ابومسلم کی باغیانہ روش

منصور کے لیے دو خدشہ باقی تھے ایک آل ابی طالب کی خفیہ سرگرمیاں دوسرے ابومسلم کا عروج اور اس کی شخصیت عبداللہ بن علی کو شکست دے کر اس کو خراسان پر حکمرانی کی لو لگی ہوئی تھی اور ابومسلم کہا کرتا تھا کہ "میں ہی آل عباس کے عروج کا سبب ہوں اور اپنے اعیان کے سامنے منصور کو برا بھلا کہہ دیا کرتا تھا" یہ خبریں منصور کو خفیہ طور سے پہنچ جاتیں اسی طرح یہ ہوا کہ ابومسلم نے امینہ بنت عبداللہ بن علی عباسی کو اپنے عقد کا پیام دیا اور اس سے بڑھ کر یہ شہرت دی کہ میں سلیط بن عبداللہ بن عباس کی اولاد سے ہوں۔ اپنی غلامی کو بھول گیا منصور کا کوئی فرمان آتا تو مالک بن ہثیم اور ابومسلم اس کا مذاق اڑاتے[1]۔

منصور کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا کہ اس کے باپ دادا نے ابومسلم کو خاک سے پاک کیا۔ غلامی سے آزاد کر کے سب سے بڑھ کر یہ کہ "امیر آل محمد" کا خطاب دیا آخرش منصور نے تدبیر سیاست سے ابومسلم کو حکم بھیجا کہ ہم نے مصر و شام کی حکومت تم کو دی یہ خراسان سے بہتر ہے تم شام میں رہو اور مصر میں اپنی طرف سے جس کو مناسب سمجھو بھیج دو اس صورت سے تم میرے نزدیک بھی رہو گے اور وقتاً فوقتاً دربار خلافت میں حاضر ہوتے رہو گے۔ ابومسلم کے پاس یہ حکم پہنچا تو اسے بہت غصہ آیا اور مصاحبوں سے کہنے لگا کہ شام و مصر کی حکومت تو مجھے اپنی مصلحت سے اب دی ہے اور خراسان

۱؎ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۵

تو میرا ہی نفع کیا ہوا ہے[ا]۔ اس کی گفتگو کی خبر منصور کو پہنچ گئی تو اس نے انبار سے مدائن جانے کا ارادہ کیا اور ابو مسلم کو حکم بھیجا کہ تم مدائن میں آکر مجھ سے فوراً ملو۔ اس وقت ابو مسلم زاب میں مقیم تھا منصور کا حکم پہنچا تو اس نے یہ جواب دیا کہ

امیر المومنین کا اب کوئی دشمن باقی نہیں رہا اور ہم کو آل ساسان سے روایت پہنچی ہے کہ جب بادشاہ کو دشمنوں سے اطمینان ہو جاتا ہے تو وزیروں کے لیے خوف کا زیادہ موقع ہوتا ہے اس لیے ہم لوگ آپ سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔ باقی ہم ہر طرح آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے ہر وقت موجود ہیں مگر آپ سے دور رہنے میں ہم اپنی سلامتی سمجھتے ہیں اگر آپ اس کو پسند فرما دیں تو آپ کے وفادار غلاموں میں سے ہوں اور اگر آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا اور اسی پر زور دیا کہ میں خود ہی حاضر ہوں تو میں اپنے عہدوں کو توڑتا ہوں اور آپ کی اطاعت سے باہر ہوتا ہوں کیونکہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے[ه]

اس کے خط کے بعد منصور نے لکھا کہ

تم ایسے نہیں ہو ایسے لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو بہت سی خطائیں کرتے ہیں تم تو ہمیشہ ہمارے مطیع رہے ہو۔

مگر ابو مسلم نے خطرہ محسوس کر کے احکام منصور کا خیال نہیں کیا اور حلوان کو چلدیا جو خراسان کے راستہ میں تھا خلیفہ منصور مدائن پہنچ گئے تھے اس وقت

ه البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر ۶۵ ابن اثیر صفحہ ۱۷۵

انھوں نے اپنے عم عیسیٰ بن علی سے اور تمام عمائدبنی ہاشم سے کہا کہ آپ لوگ ابومسلم کو خطوط لکھیں چنانچہ ان لوگوں کے بہت سے خطوط اس کے پاس متواتر پہنچے جن کا مضمون یہ تھا کہ

> ہم لوگ تمھارے شکر گزار ہیں اور تمھاری عظمت ہمارے قلوب میں ہے مگر تمھارا فرض ہے کہ تم ہماری اطاعت کرو اور ہم تم کو بغاوت سے منع کرتے ہیں تم کو فوراً دربار خلافت میں حاضر ہونا چاہیئے

مگر ابومسلم اپنی دُھن میں لگا ہوا تھا اور خراسان پر نظر رکھ رہا تھا اس کی جملہ حرکات کا علم منصور کو ہوتا رہتا تھا۔

خلیفہ نے ابوحمید مروزی کو ایک خط لکھ کر دیا کہ تم ابومسلم کے پاس اس کو لیکر جاؤ اور اول بہت نرمی سے گفتگو کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ اگر تم نے امیرالمومنین کی اطاعت کی تو تمھارا مرتبہ بہت زیادہ بلند کیا جائے گا اور پھر کہنا کہ تم کو امیرالمومنین کی خدمت میں جانا چاہیئے اگر وہ انکار ہی کئے جائے تو یہ کہنا کہ امیرالمومنین نے یہ فرمایا ہے کہ

> "میں حضرت عباس کی اولاد سے نہیں ہونگا اور میں حضور سرور کائنات صلعم سے علحدہ ہو جاؤں گا کہ تجکو گرفتار نہ کروں چاہے تو دریا ہی میں گھس جائے یا آگ میں چلا جائے یہاں تک کہ میں تجکو قتل نہ کردوں یا خود قتل نہ ہو جاؤں"[1]

مگر یہ بات اس وقت کہنا جب تم ابومسلم کے یہاں آنے سے مایوس ہو جاؤ

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۰

غرضکہ ابوحمید حلوان ابومسلم کے پاس پہنچا اور اسکو خط منصور کا دیا اور کہا کہ لوگوں نے حسد سے تمہاری طرف سے امیرالمومنین سے بعض باتیں ایسی جا لگائی ہیں جس کا ان کو بہت خیال ہے اگر تم خلیفہ کے پاس پہنچ جاؤ تو شکر رنجی آپس کی جاتی رہے ابوحمید نے پھر کہا کہ

اے ابومسلم آپ "امیر آل محمد" ہیں اسی لقب سے آپ سے لوگ واقف ہیں اور خدا کے یہاں آپ کو اس کا اجر اس سے زیادہ ملے گا جیسا دنیا میں ہے آپ اپنے اجر اور ثواب کو خراب نہ کریں اور شیطان کے دھوکہ میں نہ آئیں"[۱۵۸]

ابومسلم نے کہا حمید تیری یہ قدرت ہوئی کہ مجھ سے ایسی باتیں کرتا ہے

ابوحمید بولا

اے امیر:۔ آپ ہم کو انھیں باتوں کی تو ہدایت کرتے تھے اور اطاعت اہل بیت نبی صلعم کی طرف ہم کو بلاتے تھے خصوصاً آل عباس کے لیے اور آپ ہی نے ہم کو حکم دیا تھا کہ جو شخص آل عباس کے خلاف ہو اس کو قتل کر دو آپ نے ہم کو مختلف زمینوں سے بلا کر جمع کیا اور ہم کو اہل بیت رسول ؐ کا مطیع بنا دیا اور ہم کو آل رسول کی اطاعت کے باعث معزز کر دیا ۔پس جبکہ ہم اپنی مساعی میں کامیاب ہوگئے اور ہماری آرزوئیں پوری ہوگئیں اب تم فساد کرنا چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ ہماری ہوا اکھڑ جائے اور پہلے آپ نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ جو شخص ہمارا مخالف ہو اس کو ذرا قتل کر دو[۱۵۹]

---

[۱۵۸] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۶

ابو حمید کی تقریر بغور ابو مسلم سن رہا تھا جب ابو حمید خاموش ہوا تو ابو مسلم نے مالک بن ہیثم کی طرف دیکھا اور کہا کہ آپ نے سنا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے یہ اسکا کلام نہیں ہو سکتا۔

مالک بن ہیثم نے کہا آپ اس کی بات نہ سنیں اور اس کے کہنے سے آپ امیر المومنین کی طرف سے خوفزدہ نہوں میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ اس کا کلام نہیں اور یاد رکھنا اس کے بعد تم کو اور سختیاں جھیلنی ہوں گی؛ آپ اپنا کام کیجئے اور آپ وہاں جانے کا قصد نہ کریں ورنہ امیر المومنین آپ کو قتل کر دیں گے انکے دل میں آپ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہو گیا ہے"

یہ سن کر ابو مسلم نے حکم دیا کہ جلسہ برخاست کیا جائے مصاحب یہ سن کر چلے گئے اس کے بعد اس نے نیزک کے پاس خط اور امیر المومنین کا فرمان بھیجا اور جانے کی بابت رائے طلب کی اس نے کہا آپ ہرگز نہ جائیں اور "خراسان" اور "رَیے" کے درمیان مقیم رہیں۔ 'ریے' میں آپ کا لشکر رہے گا کوئی مخالفت نہ کر سکے گا۔ اگر امیر المومنین کے خیالات صاف ہو گئے تو یہاں رہو اور اگر صاف نہ ہوئے تو اپنے لشکر میں جا کر رہو اور خراسان تمہارے پیچھے ہے آئندہ تمہاری رائے ہے جو چاہو وہ کرو"[۱]

یہ سن کر ابو مسلم نے ابو حمید کو بلایا اور کہا کہ اب تم اپنے صاحب کے پاس جاؤ اور مری رائے نہیں ہے کہ میں وہاں جاؤں ابو حمید نے کہا کیا آپ نے امیر المومنین کے حکم کے خلاف قصد کر لیا ہے ابو مسلم بولا۔ ہاں۔ ابو حمید نے کہا امیر آپ کو ایسا کرنا نہ چاہئے ابو مسلم نے کہا میں کبھی اُن کے پاس نہ جاؤں گا۔

---

[۱] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۶

ابو حمید جب مایوس ہوگیا تو اس نے آخری پیغام امیر المومنین کا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ابو مسلم کو پہنچا دیا پھر تو ابو مسلم کی سٹی گم ہوگئی سوچ میں پڑ گیا۔ اور کہا حمید تم جاؤ مگر یہ ضرور ہے میں منصور کی سیاست سے بہت ڈرتا ہوں اسی وقت ابو داؤد نائب ابو مسلم کا خراسان سے خط آیا اس نے لکھا کہ

امیر آل محمد:۔ ہم نے خدا کے خلفاء کی معصیت کے لیے خروج نہیں کیا اور نہ اہل بیت نبی صلعم کی نافرمانی کے لیے پس آپ اپنے امام کی مخالفت نہ کریں اور بغیر ان کے حکم کے خراسان نہ آئیں"

صورت یہ کی گئی تھی کہ منصور نے ایک خط ابو داؤد کو خراسان لکھا تھا کہ تم کو حکومت خراسان کی دی گئی جب تک زندہ ہو حاکم وہاں کے رہو اس حکم کے بعد مذکورۂ کر خط ابو مسلم کو داؤد نے لکھا خط کے پڑھتے ہی ابو مسلم کے ہوش جلتے رہے خراسان پر نا نہ تھا وہ ہاتھ سے نکل گیا اگر بغاوت کرتا ہے تو داؤد کی فوج پیچھے سے اور آگے خلیفہ کی فوج گھیر کر ختم کر دے گی اب اس کی راہ یہ تھی کہ وہ اطاعت خلیفہ کی قبول کرے چنانچہ فوراً ابو حمید کو بلا بھیجا۔ اور کہا کہ میں اس وقت خراسان کا قصد رکھتا تھا مگر ابو اسحاق کو امیر المومنین کی خدمت میں اپنی طرف سے بھیجتا ہوں اور معلوم کر دں کہ مری بابت کیا حکم ہے کیونکہ مجکو ابو اسحاق پر اعتماد ہے۔

ابو اسحاق جب مدائن پہونچا تو تمام سادات بنی ہاشم نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا تو قیر و منزلت سے پیش آئے پھر دربار منصور میں حاضر ہوا تو امیر المومنین نے حکم دیا کہ ہم نے تم کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اب تم جاؤ اور اپنے فرائض انجام دو۔ یہ سن کر ابو اسحاق ابو مسلم کے پاس آیا اور اس سے کہا امیر آل ہاشم میں نے کوئی بات

ایسی نہیں دیکھی جو تمھارے خلاف ہو وہ تمھاری عزت ایسی ہی کرستے ہیں جیسی اپنی اور آپ بخوشی دلی امیر المومنین کی خدمت میں پہونچئے اس کا نتیجہ یہ ہو گا جو کچھ شکر رنجیاں امیر المومنین اور آپ میں ہو گئی ہیں ان کی معافی مانگ لینا۔

بزرگ نے جو یہ سنا تو ابوسلم سے آکر کہا کیا آپ کا ارادہ دربار کی حاضری کا ہو ہی گیا۔ اور یہ رائے قائم کرلی کہ آپ امیر المومنین کی خدمت میں جائیں ابوسلم نے کہا ہاں۔

اس نے یہ شعر پڑھا ؎

ماللرجال مع القضاء محالته
ذهب القضاء بحيلة الا قوام[1]

امیر اگر تم جاتے ہی ہو تو میں ایک بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت تم دربار خلافت میں پہونچو موقعہ پاکر فوراً امیر المومنین کو قتل کر دینا اس کے بعد جس کے ہاتھ پر چاہنا بیعت کر لینا کیونکہ ارکان دولت تم سے خلاف نہ ہوں گے۔"

ابوسلم نے اپنے حاضر ہونے کی اطلاع دربار خلافت کو کر دی اور ابونصر کو اپنے لشکر کا سردار مقرر کیا اور کہا کہ اگر میرا خط تمھارے پاس نصف مہر کا آئے تو سمجھ لینا کہ میرا خط ہے ورنہ اگر سالم مہر ہو تو سمجھ لینا وہ میرا نہیں ہے

خلیفہ منصور کے پاس ابوسلم کا خط پہنچا کہ میں پہنچ رہا ہوں۔

قتل ابوسلم | ثم قال الخليفه... والله لئن ملأت عيني منه لأقتلنه[2]

---

[1] مطلب۔ کہ قضا سے چارہ نہیں، انسان بہتری بچاؤ کی کوشش کرتا ہے۔

[1] البداية والنهاية الجزء العاشر صفحہ ۶۵

[2] خلیفہ نے کہا کہ جس وقت ابوسلم میرے سامنے آئیگا میں فوراً قتل کردوں گا۔" البداية والنهاية

ابومسلم اپنے لشکر کو "حلوان" میں بسرافسری مالک ابن ہیثم ٹھہرا کر تین ہزار فوج کے ساتھ مدائن پہونچا۔[1]

وزیر سلطنت ابوایوب کو ابومسلم کے اس کروفر کے داخلہ سے اندیشہ ہوا کہ کوئی گل نہ کھل جائے کہ میرا منہ کالا ہو۔ ابومسلم کے مخصوص آدمی کو بلا کر کہا تم ابومسلم سے اپنے لیے سفارش کرا لاؤ۔ امیرالمومنین ولایت کسکر کا انتظام کرنے کو ہیں وہ ابومسلم کے پاس پہونچا اور منصور سے سفارش کرنے کی درخواست کی ابومسلم نہال ہو گیا اور اس کا رنج وغم جاتا رہا[1] دارالخلافہ کے قریب ابومسلم کے پہونچنے کی خبر مشہور ہوئی سرداران بنوہاشم اراکین سلطنت حسب الحکم منصور استقبال کو آئے ابومسلم دربار خلافت میں حاضر ہوا اور امیرالمومنین منصور کی دست بوسی کی اور آرام کرنے کی غرض سے اجازت چاہی منصور نے مسکرا کر اجازت دی۔ وہ قیام گاہ پر چلا گیا صبح ہوئی تو منصور نے اپنے حاجب عثمان بن نہیک کو معہ چار سرداروں کے جیسے شبیب بن رواح اور ابوحنیفہ حرب بن قیس تھے بلوایا اور ان کو پس پردہ بٹھلا کے یہ ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے ہاتھ کو ہاتھ پہ ماروں تو پردہ سے نکل کر ابومسلم کو فوراً قتل کر دینا[2] ابومسلم دربار میں حاضر ہوا اس کے پاس عبداللہ بن علی کی تلوار تھی منصور نے وہ دیکھنے کو لی اور ابومسلم پر عتاب کی نظر ڈالی اور جو جو نافرمانیاں اس سے ہوئی تھیں ان کا ذکر یہاں تک کہ یہ بھی کہا کہ

تو نے امینہ بنت عبداللہ بن علی کو نکاح کا پیام دیا تھا اور تو نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ تو سلیط بن عبداللہ بن عباس کی اولاد سے ہے اللہ اکبر

[1] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم صفحہ ۲۲۹ [2] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۲۷

تو بڑے مرتبہ پر پہنچنا چاہتا تھا نیز تیری یہ حالت تھی کہ تو نے امیر المومنین ابو العباس کو ایک مسئلہ پر تنبیہ کی تھی۔ ابو مسلم نے پہلی بات کا تو جواب نہ دیا اس بات کا یہ جواب دیا کہ جب امیر المومنین کا خواب میرے پاس آگیا ہے تو میں یہ سمجھا کہ امیر المومنین اور ان کے گھر انے والے معدن علم ہیں غرض آخر میں اس نے کہا کہ اب آپ یہ کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ کے لیے سلطنت کے تمام راستے صاف کر دئیے اور کیسے کیسے کام کیے اس پر خلیفہ منصور نے کہا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے ہماری ہی بدولت اور ہمارے نام سے کیا اگر ہم کسی عورت کو اس کام پر مقرر کرتے وہ بھی یہی کام کرتی اور اگر تو خود بغیر ہمارے ذریعہ کے کرتا تو تو کچھ بھی نہ کر سکتا تھا تیری یہ حالت تھی کہ تو اول اپنا نام لکھتا تھا اس کے بعد ہمارا نام لکھتا تھا یہاں تک غرور بڑھ گیا تھا اور پھر بغیر ہمارے حکم کے تو نے خراسان جانے کا قصد کیا اس نے جواب دیا کہ خراسان جا کر میں آپ سے معذرت کر کے معافی مانگ لیتا یہ سن کر منصور کو غصہ آگیا اور دستک دی عثمان بن نہیک نے نکل کر تلوار کا وار ابو مسلم پر کیا۔ اس کے جسم پر کچھ خفیف اثر ہوا تو شیب بن رواج نے حملہ کیا ابو مسلم نے امیر المومنین سے کہا مجکو آپ اپنے دشمن کے لیے باقی رکھیئے

خلیفہ منصور نے جواب دیا مجھ سے بڑھ کر اور میرا کون دشمن ہو سکتا ہے غرضکہ وہ قتل کر دیا گیا یہ واقعہ ۲۵ رشعبان ۱۳۷ھ کا ہے اس کے بعد اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام سے نوازا ابو اسحاق کو ایک لاکھ درم دیئے گئے ابو نصر کو گورنر

موصل کر دیا۔ ابوجعفر منصور کو قتل ابومسلم سے پورا[1] اطمینان ہو گیا اس نے تمام اعیان سلطنت کو مسجد میں جمع کرکے منبر پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

اے لوگو! تم لوگ انس طاعت اطاعت سے وحشت معصیت کی طرف نہ جاؤ اور راہ حق پر چلنے کے بعد باطل کی تاریکی میں نہ چلو

بیشک ابومسلم کا آغاز خوبی کے ساتھ ہوا اور انجام برائی پر۔ اس کو بہت کچھ عطا کیا جس سے اسنے سب پر تفوق حاصل کیا اور اسکی بدباطنی اس کے حسن ظاہر پر غالب آگئی اور ہم اسکی خبث باطنی اور فساد نیتی سے ایسے آگاہ ہو گئے ہیں کہ اگر اس کو اس بات کی کوئی نصیحت کرنے والا جان جاتا تو وہ قتل کرنے اور راتے دنوں چھوڑ رکھنے پر ہم کو ملامت کرتا یاد رہے وہ برابر ہماری بیعت کو توڑتا اور ہمارے حق کی حقارت کرتا تا آنکہ ہم کو اسکی عقوبت حلال ہو گئی اور اس کا خون ہم کو مباح ہو گیا اور اس کے حقوق ہم کو حق کے جاری کرنے سے مانع نہ ہوئے اور کیا خوب نابغہ ذبیانی نے کہا ہے

فمن اطاعك فانفعه بطاعته كما اطاعك وادلله على الرشد
ومن عصاك فعاقبه معاقبة تنهى الظلوم ولا تقعد على ضمد

(ترجمہ) جو شخص تمہاری اطاعت کرے اسکو اسکی اطاعت کی وجہ سے جیسے ان نے اطاعت کی ہو نفع پہونچا دو۔ اور اس کو رشد کی رہنمائی کرو اور جو شخص تمہاری نافرمانی کرے اسکو ایسی عقوبت کرو کہ جس سے ظالم تھرا اٹھے اور تم اسکی معیشت کی فکر نہ کرو۔[2]

اس کے بعد منبر سے منصور اترا اور مصافحہ کرکے اعیان سلطنت کو رخصت کیا۔

---

[1] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۲۲۰ [2] تاریخ کامل لابن اثیر صفحہ ۲۲۹ جلد ۵ مطبوعہ مصر

حقیقت

ابومسلم جیسے جری و جنگ آزمودہ سپہ سالار کو جو سفاح و منصور کا دست راست اور قوت بازو تھا قتل کرا دینا بادی النظر میں منصور کے دامن شرف و عدالت پر یہ ایک نہایت بدنما دھبہ ہے مگر جو ابومسلم کے واقعات خود سری اور اس کی غلط روش و اقدام ہتے معتبر تاریخوں سے اخذ کر کے پیش کئے گئے ہیں اس کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ منصور اس کے اقدام قتل میں برسرحق تھا اگر ابومسلم قتل نہ ہوتا تو ابومسلم کے ہاتھ سے منصور قتل ہوتا۔ اس کے علاوہ منصور کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار رہی نہ تھا کہ اپنی حکومت جو بدقت تمام حاصل ہوئی اس کو ابومسلم کے خار وجود سے پاک کر دیتا۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی فرمانروائی اور جہانبانی کو کبھی استحکام نصیب نہ ہوتا۔

بلکہ اگر ابومسلم اپنے خوفناک منصوبوں میں کامیاب ہو جاتا تو دولت عباسیہ کا استیصال کلی بھی غیر اغلب نہ تھا بلکہ خراسان میں ایک عجمی حکومت کی تشکیل نظر آتی۔

فتنہ سنباد

اہل خراسان کو ابومسلم کے قتل کی خبر ہوئی زیادہ لوگوں پر اداسی پڑ گئی مگر ابومسلم کا ساتھی سنباد معروف بہ فیروز اسپہبد (مجوسی) نے ابومسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے نام سے منصور کے خلاف فتنہ کھڑا کر دیا اہل جبال اس کے ساتھ ہو گئے "رے" اور نیشاپور پر اس نے قبضہ جمایا ابومسلم کے خزانہ پر متصرف ہوا اور اہل شہر کا مال لوٹا اور عورتوں کو پکڑ لے گیا اور لونڈیاں ان کو بنا لیا ظاہر یہ کرتا تھا کہ میں کعبہ کو منہدم کرنے جا رہا ہوں منصور کو خبر لگی اس کی سرکوبی پر جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا اس نے ہمدان کے نزدیک سنباد کو آلیا

کے ساتھ ہزار ہا آدمی مارے گئے سنباد شکست کھا گیا اور طبرستان میں جا کر اس نے پناہ لی۔ عامل طبرستان کے ملازم نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو عامل طبرستان ہضم کر گیا منصور نے اس کی سرکوبی کو ایک فوج اور روانہ کر دی سنباد کا خزانہ جمہور نے بھی دارالخلافہ نہ بھیجا اور باغی ہو کر "رے" پر قابض ہو گیا منصور نے اس کی خود سری ختم کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر محمد بن اشعث کے ساتھ بھیجا جمہور خبر پا کر "رے" سے اصفہان چلا گیا یہاں محمد اور جمہور میں معرکہ رہا جمہور کو شکست ہوئی آذربیجان کا راستہ لیا اس کے ہمراہی نے قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ ۱۳۸ھ کا ہے[1]

عبداللہ کی موت

عبداللہ بن علی عباسی سلیمان کے پاس ہزیمت کھا کے گئے تھے منصور نے ۱۳۹ھ میں ان کو معزول کر کے طلب کیا اور لکھا کہ عیسیٰ بن موسیٰ کو بھی ساتھ لائیں اور عبداللہ کو امان دی گئی ان کو بھی لیتے آنا یہ حضرات دربار میں پہونچے سلیمان اور عیسیٰ کو باتوں میں لگایا عبداللہ کو قید کر دیا بقیہ ہمرائیوں کو مروا دیا ۱۴۹ھ تک قید رہے قید خانہ کی دیواروں میں نمک ڈلوایا جو کچھ عرصہ بعد گر گئیں اور عبداللہ دب کے رہ گئے۔

عیسیٰ پر عتاب

منصور حج کو ۱۴۰ھ میں جانے لگا عیسیٰ سے کہا عبداللہ ابن علی کو قتل کر دینا مگر منصور کے سکرٹری یونس بن فروہ نے منع کر دیا منصور حج سے آیا اسے عیسیٰ سے عبداللہ کو طلب کیا اس نے کہا وہ قتل کر دیا گیا منصور بولا میں نے یہ حکم تم کو نہیں دیا تھا عیسیٰ کچھ جواب دیتا منصور نے

---

[1] تاریخ ابن خلدون جلد ۷ صفحہ ۲۴۶

اپنے اعمام سے مخاطب ہو کے کہا اپنے بھائی کے عوض گرفتار کرو وہ گرفتار ہو گیا جب قتل گاہ پر لایا گیا تو اسنے کہا وہ زندہ ہیں منصور کے اعمام نے عیسیٰ کے قتل پر اعتراض کیا اگر منصور نے عیسیٰ کو قید کر دیا یہ وہی عیسیٰ بن موسیٰ ہے جنھوں نے منصور کے لیے بیعت خلافت لی تھی اور منصور کے بعد از روئے عہد نامہ سفاح خلیفہ ہونے کو تھا منصور اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کرنا چاہتا تھا یہ تمام واقعہ اس بنا پر وقوع پذیر ہوا

حج ابو جعفر منصور عباسی

منصور بحیثیت خلیفہ کے ۱۴۴ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا حیرہ سے احرام باندھا حرمین شریفین میں بیشمار خیرات کی سادات و اشراف کو گرانقدر عطیات مرحمت کئے ہر شریف کو ایک ایک ہزار طلوری دینار روئے قریش کی عورتوں کو سونے چاندی کے ظروف اور قیمتی پوشاکیں مرحمت کیں مدینہ میں تو کوئی متنفس ایسا نہ بچا تھا جسے کچھ نہ کچھ نہ ملا ہو اہل مدینہ کو اس قدر انعامات اب تک کسی خلیفہ نے نہیں دئے تھے حج سے فارغ ہو کر منصور بیت المقدس گیا وہاں سے اپنے دار السلطنت کو پہنچ گیا۔[۱] اس کے بعد عبداللہ بن علی کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے

فتنہ راوندیہ

خراسانی عموماً کمزور عقیدہ کے تھے "عمار" کا فتنہ اٹھا دعوت آل ہاشم کے تمبع بنے دعوت بنی عباس میں سرگرمی دکھائی ابونصر مالک بن ہیثم کے ہمنوا ہو کر ایک نیا مذہب بنا کے اٹھ کھڑے ہوئے یہ لوگ عموماً ابومسلم کے متبعین سے کہلائے جاتے اور تناسخ و حلول کے قائل تھے انکا

---

[۱] ابن خلدون صفحہ کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۲۴۸

اعتقاد تھا کہ آدمؑ کی روح نے عثمان بن نہیک میں اور اللہ جل شانہ نے منصور میں اور جبرئیل نے ہیثم بن معاویہ میں حلول کیا ہے ان کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جا رہا تھا کہ منصور کو ان کے کفریات کی خبر لگی۔ ان کے دو سو آدمی گرفتار کرلیئے اور تلوار کے گھاٹ اتروا دے گئے معن بن زائدہ شیبانی کے ہاتھوں اس گروہ کے سرداروں کا خاتمہ ہوا۔

بغاوت خراسان

خلیفہ سفاح نے خراسان پر بعد بغاوت و ہلاکت بسام بن ابراہیم۔ ابوداؤد۔ خالد بن ابراہیم ذہلی کو مقرر کیا تھا ۱۴۰ھ میں بعض فوجیوں نے پھر بغاوت کردی داؤد کسا من گیا ہوا تھا مکان کی چھت سے گر کر انتقال کرگیا اس کا بیٹا عصام والی ہوا۔ منصور نے عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کو امیر خراسان کیا اُسنے حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مجاشع ابن حریث انصاری۔ ابوالمغیرہ خالد بن کثیر مولیٰ بنو تمیم گورنر کوہستان اور حریش بن محمد ذہلی عم داؤد کو قتل کرادیا اور ابوداؤد کے مقرر کردہ عمال پر سختی کرنے لگا یہ شکایت خلیفہ کو پہونچی ابوایوب وزیر کے مشورہ سے ولی عہد مہدی کو فوج گران کے ساتھ خود سرد کی سرکوبی کے لیے بھیجا "نشنیہ" میں شہزادہ مقیم ہوا۔ اسنے حازم بن خزیمہ کو عبدالجبار کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا ہر دو میں مقابلہ ہوا عبدالجبار میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگا "مقطنہ" پہونچا محشر بن مزاحم پیچھے لگ لیا اور عبدالجبار کو گرفتار کرکے جبہ بالوں کا پہنا کر اونٹ پر دم کی طرف منہ کرکے سوار کرایا اور تمام شہر میں اس کا گشت کرایا گیا اور پھر منصور کی خدمت میں اسی حالت تباہ میں بھیجا گیا وہاں ہاتھ پیر اس کے کٹوا دیے گئے یہ واقعہ ۱۴۲ھ کا ہے۔

واقعات سندھ

عینیہ بن موسیٰ نے ۱۴۲ھ میں سندھ میں بغاوت کردی منصور خود بصرہ آیا اور عمر بن حفص بن ابی صفوۃ عتکی کو سندھ کا گورنر کرکے بھیجا اس نے پہنچتے ہی عینیہ کو مقابلہ میں شکست دی اور سندھ پر قابض ہو گیا حضرت نفس زکیہ نے اپنے لڑکے عبد اللہ بن الاشتر کو ابن حفص کے پاس اپنی دعوت کے لیے بھیجا اور ممالک میں بھی دعاۃ بھیجے۔ یہاں خفیہ طور سے دعوت آل ہاشم ابن حفص نے آغاز کرادی جب نفس زکیہ قتل ہوگئے تو عبد اللہ خوفزدہ ہوئے ابن حفص نے ہندوستان کے راجہ کے پاس اس کو بھیجدیا۔ اس نے بڑی عزت سے ٹھہرایا منصور کو خبر لگ گئی ابن حفص سے بازپرس کی اسنے اپنے ایک وفادار کو بھیجدیا اسنے سارا الزام اپنے سر لے لیا منصور نے اس کو قتل کرادیا۔ مگر اتہام سے ابن حفص نہ بچ سکا منصور نے انکا تبادلہ افریقہ کا کردیا۔ سندھ پر گورنر ہشام بن عمر تغلبی کو کیا ہشام سندھ پہونچا اس کا بھائی سفیح ایک مہم پر جارہا تھا کہ اتفاقی طور سے عبد اللہ الاشتر کا سامنا ہوگیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی عبد اللہ مارے گئے اس کے قتل کے بعد منصور نے ہشام کو مذکورہ بالا راجہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ ہشام نے فوج کشی کرکے اس کی حکومت پر قبضہ کرلیا[۱]۔

ہشام نے سندھ کے مختلف حصوں میں فوجیں روانہ کیں اور خود ملتان کی طرف بڑھا حاکم ملتان سے مقابلہ ہوا وہ شکست کھا گیا شہر پر ہشام کا قبضہ ہوگیا[۲]

عینیہ بن موسیٰ کے زمانہ میں قندابیل پر عرب قابض ہوگئے تھے ہشام نے آگے بڑھ کر گندھارا کو بھی فتح کرلیا اور وہاں مسجد تعمیر کی ہشام کا زمانہ سندھ کی فارغ البالی کا ہے[۳]

---

۱ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۰ ۲ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ ۳ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۴۹

اصبہند کا طبرستانیوں پر ظلم | طبرستان میں ۱۴۲ھ میں اصبہند نے مسلمانوں پر مظالم توڑنے شروع کئے۔ لوٹ کھسوٹ جاری رکھی منصور نے ابو الخصیب کو لشکر دے کر بھیجا اُس نے طبرستان کو گھیر لیا عاجز ہو کر اصبہند نے زہر کھا کر خودکشی کر لی[1] جس سے یہ فتنہ ختم ہوا۔

دعوت آل ہاشم

دعوتِ آل ہاشم کے طفیل سے بنو عباس کو کامیابی ہوئی پہلے آل عباس[2] بنی کے ہم خاندان ہونے سے اُن کے ہمنوا تھے مروان بن محمد اموی کی حکومت میں اضطراب پیدا ہوا تو ہاشم نے تمام سادات بنی ہاشم کو جمع کیا اور خلیفہ مقرر کرنے کی بابت مشورہ کیا اس امر پر اتفاق ہوا کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن علی کو خلیفہ بنانا چاہئے زہد و اتقا میں اُن کا مرتبہ بہت اونچا تھا سب نے ایک شب میں بیعت کی منصور نے بھی کی تھی کچھ عرصہ بعد سفاح خلیفہ ہو گئے تو محمد نے اس کی بیعت نہیں کی ۱۳۶ھ میں حج کرنے منصور گئے تو محمد اور ان کے بھائی ابراہیم روپوش ہو گئے۔ جب منصور تخت پر متمکن ہوا تو اس کو ان بھائیوں کی طرف سے فکر تھی یہ ہر دو حضرات خاموشی سے اپنی خلافت کی دعوت دے رہے تھے۔ عبد اللہ عباسی اور ابو مسلم خراسانی کے خاتمہ کے بعد ان دو بھائیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ آل ابی طالب میں سے حسن بن زید بن حسن رضی بن علی رضی ابن ابی طالب پر منصور نے ہاتھ رکھ دیا انھوں نے ہر دو بھائیوں کا کچا چھٹا کہہ سنایا۔

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۸۸ ۱۴۲ھ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۸۷

موسیٰ بن عبداللہ بن حسن کہا کرتے تھے۔

للھم اطلب حسن بن زید ابلا ما أنتا۔ اے اللہ حسن بن زید سے ہماری خونوں کا بدلہ لے[1]

یہ سن کر خلیفہ منصور نے حج کے موقعہ پر عبداللہ بن حسن پر زور ڈالا کہ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ انھوں نے سلیمان بن علی عباسی سے مشورہ کیا۔ اور کہا آپ سے ہم سے مصاہرت اور رحم دو رشتے ہیں۔ آپ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں کہ اپنے بیٹوں کو منصور کے پاس حاضر کردوں یا نہیں سلیمان عباسی نے کہا یہی حال مرے ذریعہ عبداللہ بن علی کا ہوا۔ انجام تم دیکھ چکے ہو جب منصور نے چچا کے ساتھ رعایت نہیں برتی تو دوسرے کے ساتھ کیا برتے گا یہ سن کر عبداللہ بن محض نے سلیمان کی رائے پسند کی۔[1] اور منصور کی باتوں پر نہ گئے عبداللہ المحض کو یقین کلی تھا کہ میرے بیٹے محمد المہدی اور ابراہیم ضرور ایک دن خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے محمد المہدی جو نفس ذکیہ بھی کہلاتے تھے بصرہ گئے منصور کو اس کا پتہ لگا وہ بھی پہونچا تو یہ حضرت عدن چلے گئے وہاں سے سندھ گئے پھر کوفہ آئے کوفہ سے مدینہ منورہ پہونچے یہ زمانہ حج کا تھا منصور بھی حج کرنے آیا مگر یہ لوگ کسی عنوان منصور سے نہ ملے منصور نے زیاد عامل مدینہ سے کہا عبداللہ بن حسن اور محمد وابراہیم کو کسی نہ کسی طرح حاضر کرو اس نے منصور سے کہا فکر نہ فرمائے میں اس کا ضامن ہوں اور ان کو موقعہ سے آپ کے سامنے پیش کردوں گا آخر ش منصور اپنا چلا گیا محمد نفس ذکیہ جب مدینہ آئے تو زیاد نہایت الطاف و مرحمت سے ان کے ساتھ پیش آیا۔ اور ان کے تقدس سے متاثر ہو کر کہا آپ کا جہاں جی چاہے جائے

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۱

اس کی خبر منصور کو لگ گئی اس نے زیاد بن عبد اللہ حارثی کو معزول کر کے محمد بن خالد بن عبد اللہ قسری کو مدینہ کا عامل کیا اور کہا جس قدر مال چاہنا خرچ کرنا۔ مگر محمد المہدی کا پتہ ہر حالت میں لگانا مگر وہ بھی بسیار کوشش کے بعد پتہ نہ لگا سکا تو منصور نے اس کو بھی معزول کیا اور رباح بن عثمان مزنی کو بھیجا وہ سنہ ۱۴۴ھ میں مدینہ آیا۔ اور محمد بن خالد عامل مدینہ کو قید کر دیا پھر مہدی کی جستجو کرنے لگا مگر مضافات مدینہ میں ۔۔ قبائل میں رونق افروز تھے ان کی عبادت گذاری اور نیکی کی وجہ سے ہر شخص متوالا تھا ان کی اطلاع کسی دشمن کو نہ ہونے پاتی تھی۔ تقدس کے اعتبار سے محمد نفس ذکیہ کا مرتبہ بعد امام جعفر صادق کے اہل بیت نبوی میں بہت اونچا تھا ان تک رباح کی دسترس کسی عنوان نہ ہو سکی۔ تو جھلا کر عبد اللہ بن حسن کو دھمکی دی اور عتاب شاہی سے ڈرایا۔ عبد اللہ نے فرمایا۔

واللہ تو آج ایسا قسی القلب ہو رہا ہے جیسا کہ قصاب بکری کے ذبح کرنے کے وقت ہو جاتا ہے[1]

رباح نے عبد اللہ بن حسنؑ بن علی حسن۔ ابراہیم جعفر پسران حسن بن حسن سلیمان۔ عبد اللہ پسران داؤد بن حسن بن حسن، محمد، اسمٰعیل۔ اسحاق پسران ابراہیم بن حسن بن حسنؑ۔ عباس بن حسن بن حسنؑ موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسنؑ علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی العابد اور محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان معروف دیباج یہ سب مقدس حضرات قید خانہ میں بند کر دیئے گئے اس واقعہ کے بعد سنہ ۱۴۴ھ میں منصور حج کو گیا مکہ معظمہ میں یہ لوگ قید تھے۔ عبد اللہ بن حسن نے ملنا چاہا منصور

[1] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۲۵۷

نے انسے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ ادائے حج کے بعد منصور نے اولادِ حسن کو معہ انکے ساتھیوں کے عراق بھیجدینے کا حکم دے دیا چنانچہ رباح نے اہلِ بیتِ رسالت کو ہتھکڑیاں۔ طوق اور بیڑیاں پہنا کے بغیر کجاوہ کے اونٹوں پر سوار کرا کے عراق کی جانب روانہ کیا امام جعفر صادق پردہ کی آڑ سے یہ سب معاملات دیکھ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے[1]

دوران سفر میں محمد نفس ذکیہ اور امام ابراہیم بدوؤں کے لباس میں اپنے والد عبد اللہ بن حسن سے آکے ملتے رہتے اور ظہور کی اجازت چاہتے تھے جواب میں عبد اللہ کہا کرتے تھے۔

مرے نور نظر ابھی عجلت نہ کرو جب تک مناسب موقع ہاتھ نہ آئے اگر ابو جعفر منصور تمہاری کریمانہ زندگی کا مخالف ہو تو تم لوگ بھی مخالفت میں اس سے باز نہ آنا۔"

غرضکہ یہ قافلہ اہلِ بیت کرام ربذہ پہونچا اور منصور کی خدمت میں محمد بن عبد اللہ عثمانی جو عبد اللہ بن حسن کے اخیافی بھائی تھے ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین تھیں۔ منصور نے ان سے سخت کلامی کی اور ان کو پچاس درے لگوائے کچھ دن بعد ابو عون عامل خراسان کی عرضداشت منصور کے پاس آئی اسمیں لکھا تھا کہ اہلِ خراسان میں سازشیں ہو رہی ہیں اور محمد بن عثمانی کی آمد کا انتظار ہے منصور نے عبد اللہ کو قتل کرا دیا اور سر خراسان بھیجدیا اور کچھ آدمی ساتھ کئے کہ وہ اہلِ خراسان میں قسم کھا کر کہیں کہ

---

[1] تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم جلد ثانی صفحہ ۲۶۹

یہ سر محمد بن عبد اللہ کا ہے اور ان کی دادی کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم تھا۔[۵]

منصور زندہ سے کوفہ پہونچا اور بنو حسن (آل رسول) کو قصر ابن ہبیرہ میں قید کر دیا ان میں سے پہلے محمد بن ابراہیم بن حسن شہید کیے گئے۔ عبد اللہ بن حسن۔ علی بن حسن نے قید میں قید ہستی سے آزادی حاصل کی غرضکہ یہ سب سادات کرام منصور کے ظلم و جور کے شکار ہوئے۔

ظہور ان مظالم کو سن کر محمد نفس ذکیہ کو تاب ضبط نہ رہی یکم رجب ۱۴۵ھ کو ۲۵۰ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے۔ یہاں کے لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ امیر مدینہ رباح نے مقابلہ کرنا چاہا مگر اس کو گرفتار کر لیا امام محمد نفس ذکیہ کا مدینہ پر بالکل قبضہ ہو گیا مجمع عام میں امام نے ارشاد فرمایا

حاضرین:۔ ہمارا اور اس ظالم منصور کا جو معاملہ ہے وہ آپ سے مخفی نہیں (یعنی وہ مجھ سے مکہ میں بیعت کر چکا ہے) اس نے اپنے قصر کا سبز گنبد کعبہ کی تحقیر کے لیے بنایا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے فرعون نے بھی اسی قسم کی سرکشی کی تھی جس کی وجہ سے اس پر عذاب الٰہی آیا تھا اے اللہ تو اس کو بھی برباد کر دے۔ دین اسلام کی حفاظت کے اصلی حقدار مہاجرین اولین کے بیٹے اور فرزندان انصار ہیں میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے مدینہ کو اس خیال سے اپنا مرکز نہیں بنایا ہے کہ یہاں کے لوگ زیادہ قوت

---

[۵] تاریخ ابن خلدون جلد ششم صفحہ ۲۰۰

رکھتے ہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ میں یہاں کے باشندوں سے محبّت رکھتا ہوں میں تو یہاں اس وقت آیا ہوں جبکہ دنیائے اسلام کے ہر مقام کے لوگوں نے مری امامت کی بعیت کر لی ہے"

اہل مدینہ حضرت نفس ذکیہ کے ساتھ جانسپاری کے لیے تیار ہو گئے اہل بیت کے اوپر جو مظالم کیے گئے تھے ہر ایک منصور سے بیزار تھا اہل مدینہ نے امام مالک سے نفس ذکیہ کی امامت کے بارے میں استفتا کیا کہ

ہماری گردنوں میں منصور کی بعیت کا بار پڑا ہوا ہے ہم کو کیا کرنا چاہئے امام مالک نے جواب دیا۔

تم لوگوں نے باکراہ وجبر بعیت کی تھی اور مکرہ ومجبور پر یمین نہیں ہے "

اس سے لوگوں کے خیال بدل گئے اور بطیب خاطر محمد نفس ذکیہ کے اعوان وانصار میں شامل ہو گئے مدینہ منورہ کے انتظام کے بعد نفس ذکیہ مکہ گئے وہاں کے رؤسا نے بھی تائید کی منصور کو ظہور امام کی خبر لگی اس کو خوف دامن گیر ہو گیا عبداللہ بن علی جو قید میں تھے مشورہ کیا انھوں نے کہا کہ کوفہ کی ناکہ بندی کر دو اور سالم بن قتیبہ کو رے سے بلا کر شامی فوج کے ساتھ مدینہ روانہ کرو۔ منصور نے قطع حجت کے لیے یہ خط محمد نفس ذکیہ کو بھیجا۔

نامۂ منصور بنام نفس ذکیہ

اللہ کے بندے عبداللہ امیر المومنین کی طرف سے محمد بن عبداللہ کے پاس:

تحریر بھیجی جاتی ہے۔ بیشک جو لوگ خدا اور رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے۔ کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی دی جلے یا ہاتھ پیر اُن کے کاٹ ڈالے جائیں یا ان کو ملک سے نکال دیا جلئے یہ دنیا میں اُن کی سزا ہے۔ اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ مگر وہ لوگ جو اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم اُن پر غالب آؤ پس جان لو کہ بے شک اللہ تعالےٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان میں خدا کا مضبوط عہد اور ذمہ داری ہے۔ کہ میں تم کو اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائیوں کو اور تمہارے گھر والوں کو امان دیتا ہوں۔ اگر تم نے توبہ کی جن لوگوں نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اُن کی جان و مال کو امان ہے اور میں تم سے جو خونریزی ہوئی ہو یا تم نے کسی کا مال لیا ہو اس سے درگذر کروں گا اور میں تمہارے لیے ایک لاکھ درہم مقرر کرتا ہوں اور جو ضرورت ہو گی اس کو پورا کروں گا اور جس شہر میں تم رہنا پسند کرو اسیں رہو اور نیز جسقدر تمہارے عزیز زیر حراست ہیں اُن کو میں رہا کردونگا اور میں نے اس کو بھی امان دی جس نے تمہارا ساتھ دیا ہو اور تمہارے پاس آیا اور بیعت کی ہو یا کسی کام میں مشورہ دیا ہو۔ اس سے بھی کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا جائیگا اگر تم اپنا اطمینان چاہتے ہو تو جس کو چاہو میرے پاس بھیجکر مجھ سے امان اور عہد اقرار پر وثوق کرلو والسلام[1]

جواب منجانب نفس ذکیہ

خدا کے بندے مہدی محمد بن عبداللہ امیرالمومنین کی طرف سے یہ خط

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۹ و ناسخ التواریخ جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ و طبری جلد ۹ صفحہ ۲۱۰

عبداللہ ابن محمد کے نام ہے" طٰسٓمٓ یہ نشانیاں کھلی ہوئی کتاب کی ہیں) مومنین کے لیے موسیٰ و فرعون کا سچا قصہ ہم بیان کرتے ہیں بیشک فرعون ایک ملک کا بادشاہ تھا جس نے وہاں کے کئی حصے کر دئے تھے ایک گروہ کو ذلیل و خوار کر رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا۔ اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا وہ بڑا مفسد تھا اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ کمزور ہیں ان پر احسان کریں اور ہم اس کو سردار اور ملک کا وارث بنائیں اور انکو حکومت مرحمت فرمائیں اور ہم فرعون اور ہامان ۔ اور اس کے تمام لشکر کو انہیں کے ہاتھوں سے وہ بات جس سے وہ ڈرتے تھے دکھلا دیں گے" (آیات قرآن مجید) میں بھی تمہارے لیے امان پیش کرتا ہوں جس طرح تم نے ہمارے لیے پیش کی ہے کیونکہ یہ واقعی ہمارا حق ہے اور ہمارے ہی وسیلے سے تم اس کے مدعی بنے ہو اور ہماری شیعوں کو ساتھ لے کر تم حکومت لینے کے لیے نکلے ہو اور ہمارے ہی فضیلت کے باعث تم کو بھی کچھ فضیلت مل گئی ہے (دیکھو) ہمارے باپ حضرت علی وصی رسول اللہ اور امام امت تھے پھر تم ان کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے کس طرح ان کے وارث ہو سکتے ہو تم خوب واقف ہو مجھ جیسے شخص نے جو نسباً و حسباً شریف اب تک اس حکومت کی طرف توجہ نہیں کی ہم لوگ لعنت کی ہوئی اور مردود کی ہوئی اور طلاق دی ہوئی عورتوں کی اولاد سے نہیں ہیں تمام سادات بنی ہاشم میں سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت اور سابقیت اسلام جیسی مجھکو حاصل ہے کسی کو نہیں ہے کیونکہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں فاطمہؓ بنت عمرو جو آنحضرت کی جدہ تھیں ان کی اولاد میں ہیں اور زمانہ اسلام میں آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ کی نسل سے ہیں نہ تم، بیشک خدا نے تم سے ہم کو برگزیدہ کیا ہے کیونکہ ہمارے لیے حضور سرور عالم جیسا باپ

منتخب فرمایا اور پھر حضرت علی جو سب سے پہلے ایمان لائے اور بیبیوں میں سے حضرت
خدیجہ طاہرہ کی نسل سے ہم کو پیدا کیا جو سب سے پہلی بی بی ہیں جنھوں نے نماز پڑھی تھی
اور ان کی صاحبزادیوں میں سے حضرت فاطمہ جو تمام عورتوں کی جنت میں سردار
ہوں گی اور ان کے صاحبزادے جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور وہ تمام جوان
جنت کے سردار ہیں ان کی اولاد میں ہم ہیں اور ہم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہاشم نے
دو بار ہم کو جنا اور عبدالمطلب نے بھی دو بار ہم کو جنا اور بذریعہ سبطین کرمیں دوبار
حضور سرور عالم نے ہم کو جنا میں تمام سادات بنی ہاشم میں نسباً بہتر ہوں میرے
باپ مشاہیر بنی ہاشم میں سے ہیں مجھ میں کسی عجمی کا میل نہیں ہے۔ اور نہ مجھ میں امہات
اولاد کا نزاع ہے۔ ہمیشہ سے میرے باپ باپ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ممتاز رہے
ہیں یہاں تک کہ اہل [illegible] زمین سے بہترین کو میرے باپ ہونے کے لیے منتخب کیا بس میں
اسلام میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کا مرتبہ تمام جنتیوں میں ارفع و اعلیٰ ہے اور
میں اس شخص کا فرزند ہوں جس پر عذاب کم ہوگا یعنی ابوطالب و علی ابن طالب
غرض تمام بہترین کا جو بہتر ہے میں اس کا فرزند ہوں اور تمام بدوں میں جو بہتر ہے
میں اس کا پوتا ہوں۔ میرے اور تمھارے درمیان میں خدا کا واسطہ ہے۔ اگر تم نے
میری اطاعت قبول کرلی اور میرا کہنا مان لیا تو میں تم کو اور تمھارے جان و مال کو
امان دیدوں گا اور تمھاری لغزشوں سے درگذر کروں گا ہاں البتہ اگر تم خدا کے
حدود میں سے کسی حد کے مرتکب ہونے ہو گئے یا کسی مسلمان کا حق تم پر ہوگا یا کسی معاہدے
میں خلاف عمل تم نے کیا ہوگا تو تم خود واقف ہو ویسے ہی تم پر حد قائم کی جائے گی
میں ان باتوں میں سے کسی کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا کیونکہ احکام شرع سے مجبوری ہوگی

اس میں شک نہیں کہ میں تم سے ہر طرح سے زیادہ خلافت کا مستحق ہوں اور عہد کا پورا کرنے والا کیونکہ تم نے مجھ سے پہلے چند آدمیوں کو امان دی اور قول دیئے مگر تم پورا نہ کر سکے یہ بتاؤ کہ تم مجھ کو کونسی امان دیتے ہو ابن ہبیرہ کی امان یا اپنے عم بزرگوار عبداللہ بن علی کی امان یا ابو مسلم خراسانی کی امان والسلام" ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب یہ جواب امیر المومنین ابو جعفر کے پاس پہنچا ہے تو آپ نے ابو ایوب کو دکھلایا اس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں اس کا جواب لکھوں آپ نے فرمایا نہیں ہم خود جواب دیں گے کیونکہ ہم تمام سادات پر انھوں نے فخر کیا ہے۔ مناسب یہی ہے۔ کہ ہم خود ہی جواب دیں چنانچہ فوراً ہی قلم برداشتہ یہ جواب دیا"

جواب الجواب

منجانب منصور عباسی

یہ خط امیر المومنین سید عبداللہ بن امام محمد عباسی ہاشمی کی طرف سے سید محمد بن عبداللہ حسنی ہاشمی کے نام ہے مجکو تمھاری باتیں معلوم ہوئیں اور میں نے تمھاری تحریر پڑھی تمھارے فخر کا بہت بڑا دارومدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے جاہل اور بازاری لوگ دھوکہ کھا سکتے ہیں کیونکہ جو لوگ کلام پاک سے واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ خدائے پاک نے عورتوں کو مثل اعمام اور آبا یا عصبہ و دلیوں کے حقوق نہیں دیئے اور اپنی کتاب میں چچا کو باپ قرار دیا ہے اور قریب ترین ماں پر مقدم فرمایا ہے اور اگر خداوندی دربار میں عورتوں کی قرابت کی وجہ سے قدر و منزلت ہوتی تو حضرت آمنہ کو سب سے زیادہ مرتبہ ملتا اور سب سے زیادہ ان کو بزرگی

حاصل ہوتی اور سب سے پہلے قیامت کے دن وہی جنت میں داخل کی جاتیں گر
ایسا نہیں ہے یہ خداوند تعالیٰ کی پسند پر ہے ۔ اپنی مخلوق کے گذشتہ حالات سے
واقف ہے جس کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے ۔ اور تم جو فاطمہ جناب ابو طالب کی
پر فخر کرتے ہو تم نے یہ خیال نہیں کیا کہ ان کی اولاد میں سے کوئی مرد اور عورت
ایک بھی اسلام سے مشرف نہیں ہوا اگر اس قرابت کی بنا پر کچھ فضیلت ہوتی
تو جناب عبد اللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا اور آخرت
کے فضائل حاصل ہو جاتے یہ سب خدا کے ہاتھ میں ہے اپنے دین کے لیے جس کو چاہتا
ہے منتخب کر لیتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ "بیشک تم کو ہدایت نہیں دے
سکتے اس شخص کو جس سے تم محبت کرتے ہو لیکن خدا جس شخص کو چاہتا ہے ہدایت
دیتا ہے اور وہی ہدایت والوں کا جاننے والا ہے" دیکھو اللہ تعالےٰ نے جب
سیدنا محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اس وقت چار چچا آپ کے
موجود تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ "تم اپنے قریب
ترین عزیزوں کو انذار کرو" اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضور نے اپنے اعمام
کو انذار کیا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا پس دو صاحبوں نے اسلام قبول
کیا جن میں ایک ہمارے باپ تھے اور دو صاحبوں نے انکار کیا جن میں ایک تمہارے
باپ تھے اس انکار کے ساتھ ہی خدا نے تمام رشتے منقطع کر دیئے اور ان دونوں سے
خویش کے تعلقات اور معاہدے اور میراث سب منقطع کر دیئے (چنانچہ) جناب ابو طالب
کے انتقال کے بعد ان کا ورثہ حضرت علی حضرت جعفر کو نہیں لینے دیا بلکہ عقیل و
طالب کو دیا گیا کیونکہ اس وقت یہ مسلمان نہیں تھے اور یہ جو تم خیال کرتے ہو

کہ تم ان کی اولاد ہو جن کو دوزخ کا عذاب کم ہوگا اور تمام بدترین میں جو نیک تھے تم ان کی اولاد ہونے میں فخر سمجھتے ہو تو خوب خیال کر لو کہ خدا کی نافرمانی میں چھوٹا ہونا یا اس کے عذاب میں خفت ہونا یا آسانی ہونا نہیں ہے اور نہ اشرار کو اخیار میں سے کہہ سکتے ہیں اور کسی مسلمان کو جب وہ خدا پر ایمان لایا ہے یہ نہ چاہیئے کہ وہ اہل نار پر فخر کرے قریب ہے کہ تم جاؤگے اور جانوگے اور قریب ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیے وہ جائیں گے کہ کس کروٹ پر الٹے پلٹے جائیں گے اور دوسرا فخر جو تم نے کیا ہے کہ تم فاطمہ جناب علی مرتضیٰ کی والدہ کی اولاد میں ہو اور ہاشم نے تم کو دوبارہ پیدا کیا ہے اور حضرت سیدہ والدہ جناب امام حسنؑ نے اور جناب عبدالمطلب نے تم کو دوبار پیدا کیا ہے اور حضور سرور عالم نے تم کو دوبار پیدا کیا ہے یعنی ان سے تمہارے دوہرے رشتے ہیں ان پر تم فخر کرتے ہو حالانکہ حضور سرور عالم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے ان سے جناب ہاشم سے اکہرا رشتہ ہے اور علیٰ ہذا جناب عبدالمطلب سے اگر یہ کوئی فضیلت ہوئی تو حضور کو حاصل ہوئی کیا تم اس وجہ سے حضور پر فخر حاصل کرنا چاہتے ہو اور تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم تمام سادات بنی ہاشم میں نسباً افضل ہو اور نجیب الطرفین ہو اور تم میں کسی عجمی کا میل نہیں ہے اور نہ کسی جاریہ کا میں دیکھتا ہوں کہ تم حد سے گذر گئے کہ تمام ہاشمیوں سے اپنے آپ کو افضل کہتے ہو دیکھو نہایت شرم کی بات ہے کل خدا کو کیا جواب دوگے تم بالکل آپے سے باہر ہو گئے اور اسی ذات پر فخر کرنے لگے کہ جو بحیثیت ذاتی فضیلت اور بحیثیت پدری فضیلت اور بحیثیت فضیلت دنیا و آخرت تم سے بہتر ہے وہ کون ہے وہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم اور خود حضور سرور عالم۔ کیا تم انکو

آپ کو ان سے افضل خیال کرتے ہو دیکھو جناب علی مرتضیٰ کی اولادیں جسقدر اہل فضل و امام ہوئے وہ سب امہات کی اولاد ہیں۔ جناب سرورعالم صلعم کی وفات کے بعد تم میں حضرت امام زین العابدین سے بڑھ کر کوئی نہیں پیدا ہوا وہ جاریہ کی اولادیں سے ہیں اور وہ تمھارے دادا حسن مثنیٰ سے بہتر ہیں اور آپ کے بعد جناب امام محمد باقرؑ ہوئے ان کی دادی ام ولد ہیں وہ تمھارے باپ سے ہر طرح افضل تھے اسی طرح حضرت امام جعفر صادق ان کی دادی بھی ام دار ہین وہ تم سے ہر طرح افضل ہیں تمھارے فضیلت کا ان کے مقابلہ میں کسی نے اقرار نہیں کیا پھر تم اپنے منہ آپ ہی اپنی فضیلت پر بیجا فخر کرتے ہو اور تم اس خیال میں ہو کہ تم رسول اللہ صلعم کے بیٹے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "محمد صلعم تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں" اس تمھارے خیال کو خدا نے ہی مردود کر دیا۔ باقی تم حضور کی بیٹی کے بیٹے ہو یہ بے شک قرابت قریبہ ہے لیکن بیٹی کی اولاد وارث نہیں ہوتی اور نہ اس کو ولایت اور نہ اس کو امامت حاصل ہو سکتی ہے پھر تم اس رشتہ سے کس طرح حضور کے وارث ہو سکتے ہو اور کس طرح امام ہو سکتے ہو اور تم تو کیا تمھارے جد امجد جناب علی علیہ السلام نے ہر پہلو سے اس کی کوشش کی اور حضرت سیدہ کو اس دعوت کے لیے باہر لائے اور ان کی بیماری کی اطلاع نہیں کی اور خفیہ طریقہ سے ان کو دفن کیا با وجود ان باتوں کے لوگوں نے ان کو منتخب نہیں کیا اور شیخین کو امام بنایا اور ان کی فضیلت کو تسلیم کیا اور یہ مسئلہ تم جانتے ہو اور یہ ایسی سنت ہے کہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے اور یہ سب مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ نانا اور ماموں اور خالہ کی

وراثت نہیں پہنچتی پھر تم کو ننھیال کی وراثت کیسے پہنچ سکتی ہے اور یہ جو تم فخر کرتے ہو کہ تم حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد میں ہو جو سابقین اور اولین میں سے تھے اچھا بتاؤ کہ ان کی موجودگی میں حضور صلعم نے وفات کے وقت کیوں دوسرے شخص کو امامت پر مقرر کیا اور ان کی طرف توجہ نہ کی پھر لوگ یکے بعد دیگرے امام بناتے رہے ان کو کسی نے امام نہ بنایا اور جب یہ امر خلافت چھ آدمیوں میں منحصر ہوا تو سب نے ان کو چھوڑ کر حضرت عثمان کو امام بنا دیا اور اس بارے میں کوئی حق ان کا نہیں سمجھا گیا اور عبدالرحمن بن عوف ؓ نے حضرت عثمان پر ان کو فوقیت دی آخر جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو لوگوں نے اس خون کی تہمت ان پر لگائی اور حضرت طلحہ ؓ اور حضرت زبیر ؓ نے ان سے جنگ کی اور حضرت سعد بن وقاص نے ان سے بیعت نہیں کی اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے اور بعد میں امیر معاویہ سے بیعت کر لی پھر انھوں نے ہر طرح خلافت کی کوشش کی اور بہتری لڑائیاں لڑیں یہاں تک کہ خود ان کے اصحاب میں تفرقہ پڑ گیا اور جب حکم مقرر کئے تو خود ان کے شیعوں نے ان کی امامت میں شک کیا کیونکہ امام برحق پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا - پھر کیوں انھوں نے اس پر معاہدہ کر لیا اور کیوں اقرار کر لیا آخر جو حکم مقرر ہوئے تھے ان دونوں نے ان کو خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ پھر آپ کے بعد امام حسن ؓ خلیفہ ہوئے انھوں نے امیر معاویہ سے بیعت کر لی اور کچھ دراہم اور کپڑوں پر اکتفا کر کے خلافت کو چھوڑ کر ملک حجاز تشریف لے گئے اور سب شیعوں کو امیر معاویہ کے سپرد کر دیا - اور خلافت کو جو اس کے اہل نہیں تھے سپرد کر دی اور بلا استحقاق مال لے لیا بس اگر تمھارا اس میں کچھ حق تھا تو تم اس کو

فروخت کرچکے بعد ازاں ان تمھارے عم بزرگوار حضرت امام حسینؑ نے ظہور فرمایا اور ابن مرجانہ کا مقابلہ کیا اور تمام لوگ ابن مرجانہ کی طرف سے ان کے مقابلہ کے لیے آگئے اور ان کو شہید کردیا اور آپ کا سر مبارک یزید کے پاس لے گئے بعد ازاں تم لوگ ہمیشہ بنی امیہ پر خروج کرتے رہے اور وہ لوگ تم کو شہید کرتے رہے۔ اور تم کو کھجوروں کے تنوں پر سولیاں دیتے رہے اور آگ میں جلاتے رہے۔ اور تم کو شہر بدر کرتے رہے یہاں تک کہ یحییٰ بن زید بن حسین خراسان میں شہید کیے گئے اور بہت خاندان کے لوگ کام آئے۔ تمھاری لڑکیوں اور بیبیوں کو بے پردہ اونٹوں پر مثل قیدیوں کے بٹھا کر ملک شام لے گئے ان مصائب میں تم لوگ مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ ہم بنی عباس ظاہر ہوئے اور ہم نے تمھارے خونوں کا بدلہ لیا اور ہم نے ان کی زمین کا تم کو مالک کردیا اور ہم نے تمھارے بزرگوں کے خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل بیان کئے پس اس کو تم حجت پکڑتے ہو اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے جو ان کی فضیلت بیان کی ہے تو کیا ہم نے ان کو حضرت حمزہ حضرت عباس اور حضرت جعفر پر فضیلت دے دی ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ لوگ خود ان کے بزرگ تھے۔ اور یہ لوگ دنیا سے صحیح سلامت گذر گئے اور حضرت علی ان جنگوں میں پڑے جن میں مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔

تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ زمانہ جاہلیت میں "سقایہ" اور زمزم کے متولی حضرت عباس تھے نہ کہ ابوطالب حضرت عمرؓ کی عدالت میں تمھارے باپ نے اس کا مقدمہ بھی پیش کیا لیکن فیصلہ ہمارے حق میں ہوا رسول اللہ صلعم نے جو وقت وفات پائی اس وقت ان کے اعمام میں سے سوائے عباس کے اور کوئی زندہ

نہ تھا۔ اس لیے کل اولاد عبدالمطلب میں سے آنحضرت کے وارث وہی ہیں۔

پھر بنی ہاشم میں سے بہت سے لوگ خلافت حاصل کرنے کے لیے اُٹھے لیکن بنی عباس ہی نے اس کو حاصل کیا۔ لہٰذا قدیم استحقاق اور جدید کامیابی حضرت عباس اور اُن کی اولاد ہی کے حصہ میں آئی۔

بدر کی لڑائی میں تمہارے چچا ابو طالب اور عقیل کی وجہ سے مجبوراً حضرت عباس کو بھی آنا پڑا۔ اور وہ دونوں بھوکے مر جاتے یا عتبہ اور شیبہ کے پیالے چاٹتے۔ ہمارے ہی باپ کی بدولت اس ننگ و عار سے بچے نیز آغاز اسلام میں قحط کے زمانہ میں حضرت عباس ہی نے ابو طالب کی مدد کی۔ تمہارے چچا عقیل کا فدیہ بھی بدر میں انھوں نے ہی ادا کیا۔ الغرض جاہلیت اور اسلام دونوں میں ہمارے احسانات تمہارے اُوپر ہیں ہمارے باپ نے تمہارے باپ پر احسانات کیے اور ہم نے تمہارے اُوپر اور جن رتبوں پر تم خود اپنے آپ کو نہیں پہنچا سکتے تھے ان پر ہم نے تم کو پہنچایا اور جو انتقام تم خود نہیں لے سکتے تھے وہ ہم نے لیے[1] والسلام

قیام حکمرانی

بہر دو کی اس خط و کتابت کے بعد جس میں سوائے فخر و مباہات اور اظہار عیوب کے اور کچھ نہ تھا۔ ایک اقتدار جا رہا تھا اور دوسرے نے اس کی قوت کے توڑنے کے اسباب پیدا کیے۔ حضرت نفس زکیہ نے مدینہ منورہ میں اپنی جماعت سے عثمان بن محمد کو عہدۂ قضا پر عبدالعزیز مخزومی کو اسلحہ خانہ پر حضرت عبداللہ بن عمر کے پوتے عثمان بن عبیداللہ کو محکمۂ پولیس کی افسری پر مامور فرمایا۔ مدینہ منورہ کے انتظام سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے[1]

[1] ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۰۶ و ناسخ التواریخ جلد ۵ ص ۳۲۵

کے رؤسائے شہر میں عبداللہ بن عمرؓ کے پوتے ابو سلم بن عبیداللہ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پوتے حبیب بن ثابت اور چند اعیان کے سوا کسی نے اُن کی رفاقت سے تخلف نہ کیا۔ محمد نے اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر کو بھی بیعت لینے کے لیے طلب کیا۔ وہ معمر بزرگ تھے انھوں نے کہلا بھیجا۔

"اے برادرزادے میں تمھاری بیعت نہیں کر سکتا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بے نیل و مرام نہنگ اجل کا شکار ہو جاؤ گے۔"

بنو معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے محمد مہدی نفس ذکیہ کی بیعت کر لی آپ نے اُن کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

قاسم بن اسحاق کو یمن کی حکومت عطا کی اور موسیٰ بن عبداللہ کو شام کی گورنری پر متعین کیا غرض کہ تھوڑے عرصہ میں حضرت نفس ذکیہ نے اپنا ڈول خلافت کا ڈال دیا۔ منصور کو یہ خبریں لگ رہی تھیں وہ فکرمند ہو گیا۔

عساکر منصور کی روانگی

منصور نے اپنے برادرزادے عیسیٰ بن موسیٰ کو محمد نفس ذکیہ کے مقابلہ کے لیے فوج جرار کے ساتھ جس میں ۴ ہزار سوار و دو ہزار پیدل تھے[1] عقب میں محمد بن قحطبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مدد کے لیے مدینہ روانہ کیا۔ روانگی کے وقت منصور نے ہدایت کی کہ اگر تم محمد المہدی کو مغلوب و منہزم کر لو تو اپنی تلوار کو نیام میں کر کے اُسے پناہ دینا اور اگر وہ روپوش ہو جائے تو مدینہ منورہ کے ارباب حل و عقد کو گرفتار کر لینا کیوں کہ وہ محمد کی نقل و حرکت اور اس کے دوسرے حالات سے بخوبی واقف ہیں

[1] مسعودی جلد ۶ ص ۱۹۱

ر آلِ ابو طالب میں سے جو کوئی اگر تم سے ملاقات کرے اس کا نام میرے پاس
بھیجنا اور کوئی ملاقات سے احتراز کرے اس کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔[۱]

عیسیٰ ۱۲ رمضان ۱۴۵ھ کو جرف میں اُترا اور اطراف مدینہ میں فوج
پھیلا دی اس کی خبریں اہل مدینہ کو پہنچیں۔

رزم و پیکار

چنانچہ محمد مہدی ساتھیوں کو لے کر مدینہ سے نکلے بہت سے لوگ
اہل مدینہ یہ رنگ دیکھ کر جنگلوں میں چلے گئے۔ غرض کہ ہر دو کی جنگی
صفوف میدان میں جم گئیں ابو غلمش، نفس ذکیہ کی طرف سے نکلے عیسیٰ کی طرف سے اس کا
الی نکلا جو مقابلہ میں کام آیا پھر دوسرا شخص آیا۔ اس کا بھی ابو غلمش نے کام تمام کر
دیا اور جوش مردانگی میں آکر کہنے لگا "انا ابن الفاروق" حضرت نفس ذکیہ نے بھی
اس معرکہ میں خوب خوب داد مردانگی دی۔ آخرش ہر دو فوجیں برسر پیکار ہو گئیں
گھمسان کا رن پڑا۔ ایک شخص نے نفس ذکیہ کو پیچھے سے نیزہ مارا۔ صدمہ زخم سے پیچھے
کی طرف آپ جھکے حمید بن قحطبہ "محب آلِ رسول" نے سینہ پر ایک بھالا مارا جس
سے ان کی زندگی کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ آپ کا سر کاٹ لیا گیا اور خلیفہ منصور کے پاس
بھجوایا۔[۲] بشارت نامہ فتح لے کر جانے والا ایک فاطمی قاسم بن حسن ابن زید بن امام حسن
مجتبیٰ ابن امیر المومنین علی مرتضیٰ تھا حضرت نفس ذکیہ محمد مہدی کے ساتھ مشاہیر بنو ہاشم
میں سے محمد کا بھائی موسیٰ بن عبداللہ امام محمد باقر کے پوتے حمزہ بن عبداللہ امام زید شہید
بن امام زین العابدین کے دو بیٹے حسین اور علی شامل تھے۔[۳]

اس واقعہ سے عالم اسلام میں کہرام مچ گیا اور کوئی ایسا مسلمان نہ تھا جو

---

[۱] ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۲-۱۹۴ [۲] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۲ [۳] ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۴

نفس ذکیہ کے مرگ پر سوگوار نہ ہوا ہو۔

امام مالک بن انس پر ظلم وجور

منصور نے اپنے عم زاد بھائی جعفر بن سلیمان عباسی کو تجدید بیعت کے لیے مدینہ منورہ بھیجا جعفر نے اہل مدینہ پر ظلم وستم سے دل کی بھڑاس نکالی۔ ایک شخص نے امام مالک کے فتوی کا اس سے ذکر کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مالکؒ کو سخت ذلت کے ساتھ دارالامارہ میں حاضر کیا جائے۔

سرکاری پیادوں نے امام کی رفعت شان کو بالائے طاق رکھ کر دارالامارہ میں لا حاضر کیا۔ جعفر نے آپ کو ستر کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ کوڑوں کی ضرب سے جسم اطہر مجروح لہو گیا۔ آپ افتاں وخیزاں اپنے کاشانہ زہد میں پہنچے اور الم ضرب سے مہینوں کے لیے صاحب فراش ہو گئے۔ منصور کو اس ظالمانہ واقعہ کی خبر لگی۔ اس کو قلق ہوا۔ جعفر کو معزول کر دیا۔ امام کو لکھا کہ آپ ازراہ کرم دارالخلافہ تک قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ نے عذرات لکھ بھیجے۔ خلیفہ نے امام کو اطلاع دی چند ماہ بعد میں خود حج کے لیے آ رہا ہوں" اور آپ سے ملوں گا۔

امام مالک موسم حج میں مکہ مکرمہ پہنچے اور خلیفہ سے منیٰ میں ملاقات ہوئی وہ نہایت اکرام سے پیش آیا اور مزاج پرسی کے بعد سب سے پہلے الفاظ جو منصور کے منہ سے نکلے یہ تھے کہ

> میں اس خدائے واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔
> جعفر نے جو حرکت کی وہ نہ میرے حکم سے کی اور نہ مجھے اس کا

علم تھا بلکہ اس حادثہ نے مرے دل کو بہت بُری طرح ٹھیس لگائی۔

امام نے فرمایا امیرالمومنین

میں نے اسے رسول اللہ صلعم سے قرابت رکھنے کی خاطر اور نیز

آپ کا یگانہ و عزیز ہونے کی وجہ سے معاف کیا۔

منصور نے حضرت امام کے استرضا کا کوئی پہلو اُٹھا نہ رکھا[1] اور کہا کہ میں مہدی ولی عہد کو آپ کی خدمت میں تحصیل حدیث کے لیے بھیجدوں گا زر نقد پیش کیے۔ کمال احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

ابراہیم بن عبداللہ حسنی کا ظہور

ابراہیم آغاز ۱۴۵ھ میں اپنے بھائی محمد نفس ذکیہ کے ظہور سے کچھ پہلے بغداد وغیرہ ہوتے ہوئے وارد بصرہ ہوئے۔ یحییٰ بن زیاد نے انہیں اپنے مکان میں ٹھیرایا رجوعات کثرت سے ہونے لگی۔ ابراہیم نے لوگوں سے اپنے بھائی نفس ذکیہ کی بیعت لینی شروع کر دی۔ مبائعین کی تعداد چار ہزار ہو گی۔ نفس ذکیہ نے اپنے ظہور کے متعلق ابراہیم سے کہدیا تھا کہ جب اظہار دعوت خلافت کا کروں تو بھی بصرہ سے خروج کر دینا چنانچہ یکم رمضان ۱۴۵ھ کو ابراہیم نے ظہور نفس ذکیہ کا اعلان عام کر دیا جامع مسجد میں نماز صبح ادا کی پھر دارالامارہ پہونچے۔ عامل منصور سفیان ابن معاویہ نامی کو قید کر کے محبس میں بھیجدیا۔ اور جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی عباسی چھ سو کی جمعیت سے سفیان کی معاونت کے لیے آئے اُن کو ہوا خواہان ابراہیم نے پسپا کر دیا۔ اس کے بعد بصرہ پر ابراہیم کی حکمرانی شروع ہو گئی۔ انھوں نے بصرہ

[1] الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ج ۲ ص ۱۴۷ - ۱۴۸

خزانوں سے بیس لاکھ درہم قبضہ میں کئے اور اپنے تابع مغیرہ کو مع فوج کے اہواز جہاں منصور کی طرف سے محمد بن حصین نے چار ہزار جمعیت سے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ مغیرہ اہواز پر قابض ہو گیا۔ اہل بصرہ سے مرو عیسیٰ۔ عبدالواحد بن زیاد عمرو بن سلمہ عمائد بصرہ ابراہیم کے معین و مددگار تھے۔ ابراہیم نے عمرو بن شداد فارس کی تر کتاز کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اسمٰعیل و عبداللہ عاملان فارس ملیغار کر دارالجرد میں قلعہ بند ہو گئے۔ عمرو نے فارس اور اطراف فارس پر اپنی فتح و کامرانی کا پھریرہ اڑایا۔ ہارون بن شمس عجلی کو سترہ ہزار فوج کے ساتھ واسط کی طرف جانے کا حکم دیا۔ امام ابراہیم نے ایک مہینہ کی مدت میں خلافت بنی عباس کا بہت بڑا علاقہ قبضہ میں کر لیا۔ یکایک نفس ذکیہ کے قتل کی خبر آئی۔ ابراہیم نے عید کے دن نماز کے بعد لوگوں کو اس جگر شگاف واقعہ سے مطلع کیا۔ فوج اور عامۃ الناس کے جذبات منصور کے خلاف اور برانگیختہ ہو گئے۔ عید کے دوسرے دن ابراہیم نے فوج کو مرتب و منظم کیا۔

امام ابراہیم شجاعت و اولوالعزمی کے ساتھ بڑے عالم متبحر اور مقتدائے امام تھے۔ ان کے دعوےٰ خلافت کے ساتھ ہر طرف سے لبیک کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کی اعانت

امام اعظم سفاح اور منصور کی سفاکیاں دیکھ رہے تھے اور اُن کو اطلاعات پہنچ رہی تھیں اس لیے آپ نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ عباسی فرمانروا منصب خلافت

لـه تاریخ التاریخ جلد ۵ ص ۳۲۸

کے لیے شایاں نہیں۔ زید شہید کی عون و نصرت کا سرا فتویٰ بھی دے چکے تھے ابراہیم کو فہ پہونچے تو آپ نے اُن کی تائید کی[1] جس کا اثر یہ ہوا کہ ابراہیم کے جھنڈے تلے کم و بیش ایک لاکھ آدمی جان سپاری و جاں نثاری کے لیے تیار ہو گئے۔

خلیفہ منصور کو ابراہیم کی غیر معمولی کامیابی کا علم ہوا تو اس کے حواس جاتے رہے اس نے مدینہ سے عیسیٰ کو، مسلم بن قتیبہ کو رے سے اور سالم کو ابراہیم کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اپنے بیٹے مہدی کو بھی بھیجا خود پچاس دن تک مصلی پر بیٹھ کر تسبیح و دعا میں مصروف رہا۔ اس مدت میں لباس تک نہ بدلا[2] غرض کہ چاروں طرف سے ابراہیم کے مقابلہ میں لشکر پہونچ گئے اور ابراہیم گھر گئے انھوں نے داد شجاعت دی اور بہادری کا مظاہرہ دکھایا۔ مگر وقت پڑ "محبان اہل بیت" ساکنان کوفہ نے ان کا بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ آخر ش لڑتے ہوئے ابراہیم تیر سے زخمی ہوئے گھوڑے سے گرے اُن کا سر اتار کر عیسی عباسی کے روبرو لایا گیا۔ پھر وہ سر منصور کے پاس بھیجدیا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ کا ہے اس وقت عمر ۴۸ سال کی تھی[3] منصور نے سر ابراہیم کا دیکھا۔ اشکبار ہو گیا۔ اور کہنے لگے۔ واللہ میں اس قضیہ کو ہرگز نہ کرتا تھا لیکن بدنصیبی سے ہم اور تم مبتلا ہو گئے۔

اس کے بعد عام دربار منعقد کیا گیا۔ کارگذاروں کو انعام و اکرام دیئے گئے[4] نفس ذکیہ اور ابراہیم نے اپنے چند روزہ عروج میں کمال شجاعت داد لوالعزمی کا ثبوت دیا دونوں بھائی نہایت شجاع قوی باد و اور فن حرب کے ماہر تھے گو انکا ظہور کم

[1] تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۳۲۵ [2] ابوالفدار جلد ۲ ص ۴ [3] ابن خلدون جلد ۳ ص ۴ د [4] ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۶

شہاب ثاقب کا حکم رکھتا تھا چمکا اور چمک کر غائب ہوگیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر دو جملہ محاسن اخلاق کے پیکر مجسم تھے ان کے مقابلہ میں منصور کے اندر کچھ کمیاں تھیں یہی وجہ ہے کہ امام اعظم اور امام مالک سے جلیل القدر آئمہ اسلام ان ہر دو بھائیوں کے معاون تھے اور آن کی تائید و نصرت کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ یہ ہر دو آئمہ اسی خلافت کے متمنی تھے جو منہاج نبوت پر قائم ہوتی۔ جس کا نمونہ خلافت راشدہ تھی امام مالک کے ساتھ جو کچھ عمل ہوا وہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ امام اعظم کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

برادران نفس ذکیہ کا قتل و قید ہونا

نفس ذکیہ اور ابراہیم کے دوسرے بھائی بھی دعوت خلافت نفس ذکیہ کے سلسلہ سے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے علی بن محمد مصر میں، عبداللہ بن محمد خراسان اور سندھ میں حسن بن محمد یمن میں، موسیٰ بن عبداللہ جزیرہ میں، یحییٰ ابن عبداللہ رے اور طبرستان میں اور ادریس بن عبداللہ مغرب میں۔ منصور نے ان میں سے بعضوں کو گرفتار کرکے قید اور بعضوں کو قتل کر دیا[1]

ادریس نے مغرب میں حکومت ادریسیہ کی بنیاد ڈالی جس کا ذکر ہم "خلافت ہسپانیہ" میں کر چکے ہیں۔

امام ابو حنیفہ

امام اعظم کے علو مرتبہ سے منصور واقف تھا اور جانتا تھا کہ قصر شریعت کے آپ ستون ہیں کیونکہ خود منصور بلند پایہ فاضل اور دیندار تھا۔ مگر امام سے اس کو خلش ضرور تھی ۱۴۶ھ میں منصور نے امام اعظم

---

[1] مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۱۹۳

کو جن کے علم و اجتہاد اور تقویٰ و ورع کی شہرت اطراف عالم میں تھی قاضی القضات بنانا تجویز کیا۔ چنانچہ طلبی پر آپ دار الخلافہ آئے۔ منصب قضا قبول کرنے کے لیے کہا گیا۔ آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ منصور نے قسم کھا کر کہا۔ ابو جعفر

آپ کو یہ منصب قبول کرنا پڑے گا۔

امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔

امام صاحب کی جرأت پر سارا دربار محو حیرت رہ گیا۔ ربیع بن یونس حاجب دربار نے آپ سے کہا۔ نہایت افسوس ہے کہ آپ امیر المومنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ امیر المومنین کے لیے قسم کا کفارہ ادا کرنا میری نسبت زیادہ آسان ہے۔

خلیفہ نے آپ کے قید کئے جانے کا حکم دیا[1]۔

ابن خلدون کا بیان ہے

امام کے لیے یہ سزا منصور نے تجویز کی کہ وہ بغداد کی تعمیر کے سلسلہ میں اینٹوں اور چونے وغیرہ کا شمار و اہتمام کریں[2] یعنی میٹ آپ بنائے گئے قیام محبس ہی میں تھا کہ کچھ دن بعد قید خانہ سے طلب کر کے قبول منصب کے لیے دوبارہ بلا کر سختی کی۔ آپ نے حسب سابق انکار کیا۔ آپ کو مکرر قید خانہ بھیج دیا گیا پھر طلب کئے گئے اور تیس ہزار درہم دیئے جانے لگے۔ آپ نے رقم لینے سے انکار کیا۔ آپ کو پھر زندان بلا میں محبوس کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ جیل ہی میں علم و عرفان

[1] تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۶۵ [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۶

کا یہ نیر اعظم رحمت الہی کے شفق میں غروب ہو گیا۔[1]

لعنۃ اللہ علی المنصور المردود

بغداد کی بنا و تاسیس

بغداد کی جگہ کا انتخاب منصور کی فطرتی ذہانت کا نتیجہ تھا۔ دجلہ، فرات کے قریب تھے جس کی وجہ سے بصرہ، واسط، شام، مصر، آذربائیجان و دیار بکر ہندوستان سے بآسانی تجارت ہو سکتی تھی۔

آب و ہوا اس جگہ کی نہایت معتدل تھی۔ ملکی مصلحتوں کی بنا پر بھی جگہ تمام ممالک اسلامیہ میں لاجواب تھی۔

منصور نے یہاں کی کل آراضی راہبوں سے خرید لی اس کے بعد تعمیر بغداد کے لیے شام۔ موصل، کوفہ، واسط، بصرہ وغیرہ سے مشہور کاریگر صناع بلائے گئے علماء میں امام ابی حنیفہ، حجاج بن ارطاۃ و دیگر فقہاء و محدث وغیرہ کیے گئے خالد برمکی۔ ابراہیم فزاری و علی بن عیسیٰ منجمین نے زائچہ دیکھا۔

۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ کہتے ہوئے سنگ بنیاد رکھا۔ بسم اللہ والحمد للہ والارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

شہر بغداد کی بنیاد مدور ڈالی گئی۔ شہر پناہ کے عین وسط میں ایک اور دائرہ قائم کیا تھا۔ اس کے وسط میں ایوان شاہی تعمیر کیے گئے۔ شہر پناہ کے چار دروازے رکھے گئے ہر دروازے کے درمیان میں ایک میل کا فاصلہ تھا۔ اس طرح اندر سے

---

[1] تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۶۴ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۶۴ [2] معجم البلدان یاقوت حموی ص ۲۴۳

حلقہ کے چار دروازے تھے ہر دروازے پر لوہے کے بڑے بڑے پھاٹک نصب کئے گئے جامع مسجد محل کے قریب بنائی گئی منصور نے اس شہر کو چوبیس ہزار محلوں پر تقسیم کیا تھا ہر محلہ میں ایک مسجد اور اس کے پاس حمام تھا دجلہ سے کاٹ کر بہت سی نہریں مسجدوں تک پہنچائی تھیں اور نہروں پر ایک سو پچیس پل تھے نہروں کے کنارے خاص شہر میں چار ہزار سبیلیں رکھی جاتیں۔ کل عمارت پر چار کروڑ آٹھ لاکھ درہم صرف ہوا تھا ابن اثیر میں ہے سڑکیں چالیس چالیس ہاتھ چوڑی تھیں پچاس ہزار کاریگر اور مزدور کام میں لگے ہوئے تھے[1]

بغداد و دجلہ کے مغربی جانب ولی عہد کے لیے ۱۵۱ھ میں دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر ایک اور شہر رصافہ کے نام سے آباد کیا[2]

ایوان شاہی کے علاوہ قصر الخلد، قصر الذہب، قبۃ الخضرا، جامع مسجد بے نظیر عمارتیں تیار ہوئیں۔ ۱۴۶ھ میں تعمیر کا کام ختم ہوا۔ بجائے بغداد کے مدینۃ السلام نام رکھا۔

خوارج کی شوریدہ سری | بنو امیہ کے زوال کے ساتھ خوارج کی ایسی ہوا بگڑی کہ تا زمان ظہور دولت عباسیہ کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ۱۳۷ھ میں ملبد شیبانی خارجی نے علم بغاوت بلند کیا حمید بن قحطبہ عامل جزیرہ سرکوبی کو پہونچا وہ شکست یاب ہوا تو حازم بن خزیمہ نے مقابل ہوکر اس کی قوت کا خاتمہ کردیا۔ ۱۴۸ھ میں حسام ہمدانی نے موصل میں سر اٹھایا عساکر عباسی نے اس کی بھی سرکوبی ایسی کی کہ بقیۃ السیف نے خلیفہ

---

[1] مروج الذہب مسعودی و معجم البلدان ج ۲ ص ۲۳۳ [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۲

کی بارگاہ میں آکر عفو و بخشش چاہی۔

قیصر روم کی یورش آخری خلفائے بنو مروان کے دور حکومت سے لے کر عباسیوں کے ابتدائی سنین خلافت تک قلمرو اسلامی خانہ جنگیوں کا آماجگاہ تھا۔ اغیار نے موقعہ دیکھ کر ہاتھ پیر نکالے ۱۳۳ھ میں خلیفہ سفاح کی تخت نشینی کے دوسرے سال قیصر قسطنطین (شاہ روم) نے قلعہ کمخ اور ملطیہ پر چڑھائی کر دی اور ملطیہ پر قبضہ کر لیا اور اس کو مسمار کر دیا جیسا کہ لکھا جا چکا ہے پھر قیصر روم نے ۱۳۷ھ میں آگے قدم بڑھائے۔ خلیفہ نے عباس بن محمد گورنر جزیرہ و انطاکیہ کو رومیوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ صالح اور عیسیٰ بھی گئے۔ عباس نہایت بہادری سے لڑا اور قیصر روم کو مار بھگایا۔ ۱۳۹ھ میں عباس نے ملطیہ کو دوبارہ تعمیر و آباد کیا اور ایک چھاؤنی قائم کر دی۔ قیصر کی حربی قوت توڑنے کے لیے عباس نے رومیوں پر حملے کئے۔ اکثر بلاد رومیہ کو تہ و بالا کر کے واپس آیا۔ اس سال جعفر بن حنظلہ بہرانی نے بھی رومیوں کی سرکوبی کی۔ ۱۴۹ھ میں زفر بن عاصم نے بلاد روم پر فوج کشی کی۔ آخرش ۱۵۵ھ قیصر روم نے خلیفہ منصور سے مصالحت کی درخواست کی۔ آخرش ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے قیصر نے خلیفہ کو ایک خطیر رقم ادا کرنے کا اقرار کر کے نجات پائی[1]

مدعی نبوت کی فتنہ انگیزی ۱۵۰ھ میں اطراف خراسان سے استادسیس نمودار ہوا۔ اس نے دعوائے نبوت کر کے بادغیش اور سجستانیوں کو اپنا متبع کر لیا تین ہزار جنگ آور اس کے اس پاس

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ ج ۸۲ و ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۳

آ جمع ہوئے۔ گورنر "مرورود" نے سرکوبی کرنا چاہی۔ مگر وہ استاذ کی قوت کا تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ خلیفہ منصور نے حازم بن خزیمہ کو استاد کی گوشمالی کو بھیجا۔ اس نے آتے ہی اپنی عسکری طاقت سے اُن کی فوجی سرگرمی کا خاتمہ ہی کر دیا۔ سیس فرار ہو گیا۔ اس کے پس ماندہ گرفتار ہوئے اور اس کے ساتھی ہزار ہا مارے گئے یہ فتنہ اس طور سے بالکل ختم ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے خلیفہ نے تمام خرخشوں سے نجات پاکر پورے اطمینانِ خاطر کے ساتھ اپنی عنانِ توجہ دینی خدمات اور علمی مہمات کی طرف لگا دیں۔

ولیعہد شاہزادہ مہدی کو ولی عہد قرار دیا اور عیسیٰ کو مہدی کا ولی عہد مقرر کیا۔[۱]

منصور کی وفات بائیس برس پر شکوہ منصور نے سلطنت و فرمانروائی کی ۱۵۸ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا ولی عہد کو چلتے ہوئے کچھ وصیتیں کیں۔ کوفہ پہنچے، حج و عمرہ کا احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں پر نشان لگا کر آگے روانہ کیے۔ کوفہ سے دو منزل پر درمقابا بیرمون پہنچے۔ ۶۔ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔[۲]

منصور کا نظامِ مملکت

مروانیوں میں عبدالملک جس پایہ کا فرمانروا تھا اس کے ہی مانند منصور عباسی بھی تھا۔ عبدالملک نے جس طرح دولت امویہ کی بنیاد مضبوط کی اسی طرح حکومت بنی عباس کو مستحکم کرنے والا منصور تھا۔

---

[۱] ابن خلدون ج ۳ [۲] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۳

منصور کا عہد فتوحات ملکی میں کوئی اہم درجہ نہیں رکھتا، بلکہ اس کی عمر کا بڑا حصہ خانہ جنگی میں گذرا۔ اس کے سوا کچھ حصہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ چنانچہ سفاح اور منصور کے عہد میں اندلس اور کچھ حصہ افریقہ کا دولت عباسیہ سے جدا ہو گیا۔

دولت مروانیہ کے بانی مبانی امیر معاویہ نے خلافت راشدہ کا وہ نظام سیاسی ختم کر دیا تھا جس کی بنیاد شوریٰ اور مذہبی اصول پر قائم تھی اس کی جگہ موروثی نظام کی داغ بیل ڈالی گئی جس میں سیاسی مصلحتوں کے سامنے مذہبی اصول ثانوی درجہ رکھتے تھے منصور کے چچا داؤد بن علی نے سفاح کی پہلی تقریر کے بعد جو تقریر کی تھی اس میں فرمایا تھا کہ

ہم ذمہ خدا، رسول اور حضرت عباس کا دیتے ہیں کہ ہم سنت رسول اللہ پر عمل کریں گے[۱]

مگر نہ تو سفاح نے عمل کیا اور نہ منصور نے بلکہ منصور نے نظام حکومت آل ساسان کے دستور حکومت کے مطابق قائم کیا اور ابو مسلم کی کارفرمائی کو اس میں بڑا دخل ہے اس کے بعد خاندان برمکی کی۔ کیونکہ سفاح اور منصور نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے ایرانیوں کا اثر و اقتدار بڑھا دیا تھا۔ اس سے طبعی طور پر حکومت کے نظم و نسق پر ایرانی نظریے کارفرما تھے!!

عباسی خلیفہ منصور کا یہ خیال تھا کہ ان کو فرماں روائی کا حق خدا کی جانب سے عطا کردہ نہیں ہے۔ منصور نے ایک موقعہ پر کہا تھا۔

میں دنیا میں خدا کی طرف سے فرمانروا ہوں۔

---

[۱] طبری جلد ۹ ص ۱۲۵

یہ نظریہ حکومت خلافت راشدہ کے نظریہ سے مختلف تھا۔ خلفائے راشدین کا نظریہ یہ تھا کہ قوم نے انہیں فرمانروائی کا حق دیا ہے[1]

منصور نے ساسانی فرمانرواؤں کے جاہ وجبروت کے لوازمات کی بنیاد اپنے عہد میں ڈال دی تھی جس کی تکمیل اُن کے پوتے پرپوتوں نے کی۔

منصور خود مختار حکمراں تھا۔ مگر بنی اُمیہ کی تقلید میں حاجب کا تقرر تو تھا ہی ایک نئے عہدہ کا اضافہ کیا جو ساسانی دستور حکومت کے مطابق تھا۔ عباسیوں کا پہلا وزیر "ابوسلمہ خلال" تھا جو وزیر آل محمدؐ کے نام سے مشہور معروف تھا اس کے بعد ابوجہم مقرر ہوا یہ دولت عباسیہ کا دوسرا وزیر تھا ابوجہم کے بعد سفاح نے خالد بن برمک کو اس منصب جلیل پر فائز کیا۔ خلیفہ منصور نے خالد کے بعد ابوایوب ماریانی کو وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر سرفراز فرمایا پھر ربیع بن یونس کا انتخاب عمل میں آیا۔

ربیع پختہ کار، بیدار مغز صاحب فہم و فراست سیاست داں حکومت کا اہل پاکیزہ سیرت، نیک کردار، شریف فطرت اور ریاضی کا ماہر اور سلاطین کی نفسیات سے خوب واقف، سفاح اور منصور کے زمانہ میں عہدہ تو وزیر اعظم کا تھا ہی مگر وزیر اعظم کی زندگی معرض خطر میں ضرور رہتی تھی۔ منصور کی خود اعتمادی نے وزارت کی اہمیت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی منصور ہمیشہ مہمات مملکت میں وزراء سے مشورہ ضرور کر لیا کرتا۔ اگرچہ اس کی شاہانہ ذہنیت اور استبداد کے سامنے وزراء کی کوئی حقیقت نہ تھی اور وہ ہمیشہ اس سے تھرتھراتے رہتے تھے چنانچہ منصور کے وزراء کے چہروں پر اطمینان اور خوشی کے احساسات

---

[1] سلمانوں کا نظم مملکت ص ۰۷

کبھی کسی نے نہیں دیکھے۔

دارالخلافہ منصور نے حکومت کا محور بغداد کو قرار دیا تھا۔ یہیں سے تمام مملکت پر فرماں روائی کرتا تھا۔ عہد اموی میں گورنر حجاج بن یوسف اور زیاد بن ربیعہ کی طرح منصور کے گورنر مطلق العنان حاکم نہ تھے باوجودیکہ کہیں اس کے چچازاد برادر زادہ گورنر تھے مگر سب وہ اسکی مرضی کے تابع تھے جہاں چاہتا ان کو بھیجدیتا اور جہاں سے چاہتا ہٹا دیتا۔ ہر گورنر پر اسکی ہیبت طاری تھی گورنر ول کے اختیارات و فرائض فوج کی قیادت، عدالت اور نماز میں امامت تک محدود تھے۔ گو گورنر کا عہدہ سب سے بڑا عہدہ تھا۔ اس کا تقرر خود خلیفہ کرتا وہ اپنے صوبہ میں عدالت، مالیات فوج پولیس کا سب سے بڑا افسر ہوتا تھا اور امامت نماز اہم فریضہ تھا دیگر منصب افسر مالیات، افسر پولیس اور قاضی تھے پہلے پہل قاضی القضات کا عہدہ منصور نے قائم کیا جس پر امام ابو حنیفہ کو مقرر کرنا چاہا۔

ملکی نظام منصور نے جس وقت عنان حکومت ہاتھ میں لی اس وقت تک صوبوں کے حکام کی وہی قدیم عادت جاری تھی کہ اپنے صوبوں پر ان کا حکمرانہ پورا پورا تصرف تھا قوت عسکر یہ اور خزانہ مملکت کو جس طرح چاہتے وہ اپنی رضی کے مطابق کام میں لاتے تھے قدیم سے قاعدہ بھی تھا کہ جو خراج وصول ہو کر خزانوں میں آتا اسے گورنر اپنی رائے سے صوبوں کی ضروریات میں مصالح ملکی کے دیگر کام میں لاتے تھے اگر اس میں کچھ بچتا اور صوبوں کے اخراج سے زاید رہتا

ملہ الفخری ص ۱۵۷

تو خلیفہ کی خدمت میں بھیجدیتے تھے منصور نے اس طریقہ کو بالکل موقوف کر دیا۔ اس نے اپنا اصول حکومت یہ ٹھہرایا کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد حکام کا تبادلہ کیا کرتا اور جو لوگ وسیع اور بااثر خاندان والے تھے انھیں امور سلطنت سے ہی خارج کر دیتا تھا[51]

اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بیت المال میں اڑتالیس کروڑ روپیہ محاصل کا آنے لگا[52]

انتخاب قاضی قاضی کا تقرر خلیفہ کی مرضی پر تھا اور ایسا قاضی مقرر کرتے تھے جو ان کے اعمال و افعال کو مذہبی رنگ میں پیش کرتا رہے امام اعظم نے تو اسی بنا پر قاضی بننے سے انکار کر دیا تھا منصور نے محمد بن عبدالرحمٰن کو قاضی مقرر کیا امام صاحب نے اس کے فیصلوں پر نکتہ چینی شروع کر دی اُسنے منصور سے شکایت کی نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت مآب کی طرف سے امام صاحب کو حکم زبان بندی کا آگیا اور امام کو فتوٰی لکھنے کی بھی ممانعت کر دی گئی[53]

یہی وجہ تھی جو محتاط علما تھے وہ فقہا اور قضا کے منصب سے بچتے تھے مگر آخر میں منصور کی پالیسی بدل گئی تھی اور وہ ایسے قاضی کا انتخاب کرتا تھا جو عدل و انصاف میں کسی کی رو رعایت نہ کرے چنانچہ قاضی محمد بن عمران طلحی کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اسنے منصور کے خلاف فیصلہ کیا جس پر منصور نے قاضی کو دس ہزار اشرفیاں عطا کیں اور کہا۔[54]

جزاك الله عن دينك احسن الجزاء

فوجی تنظیم منصور کو جنگی مسائل سے بہت دلچسپی تھی "عرض جیش" فوج کی ٹریننگ کا

---

[51] تاریخ عرب بیبو صفحہ ۳۸۱ و [52] التمدن الاسلامی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵
[53] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۰

ایک جز خیال کیا جاتا تھا فوج سے بڑی دلچسپی منصور کو تھی۔ خود جنگی لباس میں تخت پر بیٹھتا فوجوں کا معائنہ کرتا اس کے زمانہ میں فوج کے تین حصے تھے شمالی عربوں کی فوج (مصر) جنوبی عربوں کی فوج (یمنی) اور خراسانیوں کی فوج یہ اس قدر فوج جمع ہو گئی تھی کہ ایک مرتبہ ان کے اجتماع کو دیکھ کر منصور گھبرا گیا۔ حضرت ابن عباس کا پوتا قثم بن عباس منصور سے ملنے آیا۔ قثم سارے عباسیوں میں بڑا دانا اور زیرک مشہور تھا اور ہر شخص اس کا احترام کرتا تھا منصور اس کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔ تم نے فوجوں کا زعم دیکھا اگر یہ لوگ کبھی باہم متفق ہو گئے تو ان کے سامنے میرا کوئی زور نہ چلے گا اور خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی قثم نے کہا اس کا انتظام ہو جائے گا اور اپنے گھر واپس جا کر اپنے غلام سے کچھ کہا سنا تھوڑے عرصہ بعد خچر پر قثم قصر شاہی میں واپس پہنچا غلام درباریوں میں کھڑا تھا اس نے لپک کر قثم کے خچر کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگا کہ جناب سرور عالم ؐ اور حضرت عباس ؓ اور امیر المومنین ابو جعفر کے حقوق کی قسم میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اہل یمن افضل ہیں یا بنی مضر (قریش اور دوسرے بنو اسمٰعیل) قثم بہت غصے ہوا اور بلند آواز سے کہا لگام چھوڑ مگر اس نے شنوائی نہ کی اور اسی طرح قسمیں دلاتا رہا اور اپنے سوال کا اعادہ کرتا رہا قثم نے غلام پر دو چار چابکیں بھی رسید کیں مگر غلام نے خچر کا دہانہ نہ چھوڑا۔ آخر قثم نے بظاہر مجبوری جواب دیا کہ بنو مضر زیادہ اشرف ہیں ان میں خیر البشر پیدا ہوئے ہیں کتاب اللہ انہی کی زبان میں نازل ہوئی بیت اللہ ان کی نگرانی میں ہے اور خلیفۃ اللہ بھی اسی قوم کا چشم و چراغ ہے یہ جواب سن کر غلام چلا گیا مگر یمنی امکان سلطنت

لہ مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۲۳۴

میں اس گفتگو سے ناگواری سی پھیل گئی ایک نے انمیں سے اپنے غلام سے کہا تم قشم کے خچر کو جا پکڑ لو اور یمنیوں کے متعلق دریافت کردہ قشم کی طرف لپکا تو مضری بگڑ کھڑے ہوئے کہ ایک غلام اور ہمارے معزز ترین شخص کے ساتھ گستاخی کرتا ہے اب یمنی اور مضری دونوں جماعتوں میں ہنگامہ مچ گیا قشم اپنا خچر بڑھا کے منصور سے جا ملا اور کہا سنیئے مبارک ہو میں نے آپ کے لشکر میں پھوٹ ڈالدی اس وقت سے عساکر خلافت میں تین جماعتیں بن گئیں اور ایک کا ایک دشمن بن گیا[1]

دفاتر سرکاری دفاتر کا پہلا انتظام منصور نے قائم رکھا اور حسب ضرورت اس میں کچھ اضافہ کر دیا دیوانی خراج - دیوانی دیتہ - دیوان زمام دیوانی فوج دیوانی حوالی وغلام محکمہ برید محکمہ زمام نفقات - دیوان رسائل محکمہ تحقیقات مظالم محکمہ جاسوسی - محکمہ پولس محکمہ عطار و وظائف ان کے علاوہ ایک مستقل محکمہ غیر مسلم قوموں کے حقوق کی حفاظت کا تھا اسکا افسر "کاتب جہانہ" کہا جاتا تھا[2]

محکمہ جاسوسی منصور نے اس محکمہ کو بڑی وسعت دی تھی یہ خدمت مرد وعورت ہر دو انجام دیتے تھے - جاسوس - تاجروں - طبیبوں وغیرہ کے بھیس میں ہمسایہ ملکوں میں جاتے رہتے اور اپنی حکومت کو وہاں کے سیاسی حالات و دیگر واقعات سے اطلاع بھیجتے - اس سے بڑھ کر منصور کا ایک ایک جاسوس ہر گورنر کے پاس رہتا جو اس کی نقل وحرکت کی اطلاع دیتا رہتا جیسا کہ ابومسلم خراسانی کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اس کی گفتگو جو اپنے مجلس یا مشیر کاروں سے ہوتی وہ خلیفہ تک بہت جلد پہنچ جاتی تھی -

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۳ [2] مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۲۰

محکمہ برید اس محکمہ پر منصور کی زیادہ توجہ تھی ڈاک کے انتظام میں بہت کچھ پہلے کے مقابلہ میں اصلاح وترقی دی منصور کا قول تھا۔

حکومت کے عناصر ترکیبی میں چار عناصر نہایت اہم ہیں انکا انتخاب بہت غور سے کرنا چاہیے۔

قاضی جو نہایت بیباک ہو اور نڈر ہو دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب نہ ہو سکے۔

پولس کا افسر جس میں کمزور کی حمایت اور طاقت ور کے بل نکالدینے کی قوت ہو۔

خراج کا افسر جو نہایت دیانتدار ہو ظلم وجور سے اس کو طبعی نفرت ہو۔

ڈاک کا افسر (یہ لفظ منصور نے تین بار سبابہ انگشت کو دانتوں کے نیچے دبا کر کہا تھا) جو صحیح حالات سے بے کم وکاست اطلاع دے اور اپنی طرف سے کوئی کتر بیونت نہ کرے"[۱]

بیدار مغزی منصور نہایت بیدار مغز فرمان روا تھا وہ اپنے گورنروں اور وزرا کے حالات سے ہمیشہ باخبر رہتا تھا۔

محکمہ ڈاک کے افسر نے ایک دفعہ اسے اطلاع دی کہ حضر موت کا گورنر شکار کو کثرت سے جاتا ہے اور اس کا یہی مشغلہ شب وروز کا ہے۔

منصور نے گورنر حضر موت کو لکھا۔

کم بخت یہ ساز وسامان وحشی جانوروں پر صرف کرنے کے لیئے نہیں ہیں

[۱] طبری جلد ۹ صفحہ ۲۹۷

تیرا کام ان کے مصائب مسلمانوں کے فلاح و بہبود میں صرف کرنے کے لیے ہے اور تو اسے جنگلی جانوروں پر صرف کر رہا ہے ما ھذا العادۃ التی اعلا دکھا للنکایۃ فی الوحش ترجمہ۔ یہ تو نے کیا عادت اختیار کی ہے کہ جانوروں کو تکلیف دیتا ہے ہم نے مسلمانوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا نہ کہ جانوروں کو تکلیف دینے کے لیے"

تو فلاں ابن فلاں کو اپنی گورنری کا چارج دیدے خدا تجھے اور تیرے خاندان کو برباد کرے[۵]

منصور ڈاک کے افسروں سے جاسوسی کا کام بھی لیتا تھا یہ افسر حکومت [illegible] نسق کے لیے اس کے دست و بازو ثابت ہوتے تھے۔ اسی طرح منصور پوری سلطنت کے گورنروں، قاضیوں، خراج کے افسروں اور دوسرے محکموں کے افسروں کے حالات سے باخبر رہتا تھا

نرخ

ڈاک کے افسروں کا یہ بھی فرض تھا کہ گندم، غلہ، چمڑے اور خورد و نوش کی اشیا کے بھاؤ کے بارے میں اطلاع دیتے رہیں اور اس کی نگرانی بھی رکھیں کہ حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ قیمت پر خرید و فروخت تو نہیں ہو رہی۔

اخبار

دن میں دو مرتبہ تمام سلطنت کی خبریں منصور کو پہنچائی جاتیں مغرب کی نماز کے بعد دن بھر کے واقعات کی اطلاع اور صبح کی نماز کے بعد رات بھر کی تمام اہم خبروں سے مطلع ہوتا۔ تمام مخبر افسر ڈاک کے ذریعہ خبریں بھیجا کرتے تھے یہی وجہ تھی منصور تمام اسلامی سلطنت کے حالات سے واقف رہتا

۵۔ طبری صفحہ ۳۱۴

تھا اور قاضی کے ظلم و جور حکومت کے حدود میں بھاؤ کے اتار چڑھاؤ کسی بات سے وہ بے خبر نہ رہتا تھا[۱]

نظام جاگیرداری منصور نے اپنے چند خاص ارکان حکومت کو جاگیر دار بنایا تھا یہ ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف اور صلہ تھا یہ جاگیریں نہایت سرعت کے ساتھ آبادی سے معمور ہوگئیں تھیں اور ریاست کی فلاح و بہبود پر اس کا نہایت اچھا اثر پڑا تھا[۲]

نظام مالیات بنی امیہ نے جو نظام مالیات قائم کیا تھا وہ برقرار رکھا گیا اس میں کچھ اضافہ بھی کیا

زراعت منصور کو زراعت کی ترقی پر زیادہ توجہ تھی ۱۳۶ھ تک لگان پیمائشی طریقہ سے وصول کیا جاتا رہا منصور نے اس میں ترمیم کی کہ گندم اور جو کی پیداوار کے لیے بٹوارہ کا طریقہ نافذ کردیا اور میوہ کے باغات کے لیے پیمائش کا قدیم دستور جاری رہا[۳]

اصول حکمرانی منصور نے اپنے ولی عہد مہدی کو جو مرنے سے پہلے وصیت کی تھی اس میں سے یہ چند فقرہ اصول حکمرانی کے لب لباب ہیں۔

ابو عبد اللہ (کنیت مہدی) بادشاہ کی اصلاح نہیں ہوتی مگر تقویٰ سے رعایا اچھی نہیں رہتی مگر تابعداری سے شہر آباد نہیں ہوتا مگر انصاف سے بادشاہ کا اقتدار اور اس کی تابعداری کو دوام جبھی ہوتا ہے جب خزانہ بھرپور ہو۔ احتیاط جبھی ہوتی ہے کہ ہر قسم کی خبریں بادشاہ کو پہنچتی رہیں وہی شخص معاف کرتے پر قدرت

[۱] مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۵۸ [۲] ایضاً صفحہ ۲۷۱ [۳] مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۷۷

رکھے گا جو عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہو سب آدمیوں میں عاجز ترین وہ شخص ہے جو اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں پر ظلم کرے اپنے دوستوں کے کاموں سے عبرت حاصل کرتے رہو۔

کسی کام کی استواری کا خیال مت کرو جب تک کہ غور نہ کر لو کیونکہ سمجھدار کا فکر کرنا اس کا آئینہ ہوتا ہے ایسا کرنے سے تمھیں اس کے اچھے اور بُرے کا علم ہو جائے گا۔"

معمولات

ابو جعفر منصور کا معمول تھا کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھتا بعد ازاں دربار خلافت میں رونق افروز ہوتا اور امور سلطنت کو انجام دیتا۔ مالگذاری کا دفتر دیکھتا حکام کی تبدیلی راستوں کی حفاظت رعایا کی آسائش اور تعلیم کا انتظام کرتا اس کے بعد قیلولہ کرتا بعد ازاں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتا جب عصر کا وقت آتا تو نماز کے بعد خاص اجلاس کرتا جس میں تمام سادات بنی ہاشم کے معاملات طے کرتا اس کے بعد نماز مغرب باجماعت پڑھ کر کھانا تناول فرماتا جب عشاء کا وقت آتا تو نماز باجماعت پڑھ کر ڈاک دیکھتا اور اطراف وجوانب سے خطوط اور عرضیاں جو آتیں ان کا جواب دیتا۔ بعد ازاں سمارہ سے گفتگو کرتا اور مشورہ لیتا جب ایک تہائی رات گذر جاتی تو آرام کرتا پھر تہجد کے لیے اٹھتا نماز فجر تک عبادت میں مشغول رہتا نماز فجر مسجد میں اگر خود پڑھاتا پھر بدستور دربار میں رونق افروز ہوتا۔[1]

---

[1] طبری جلد ۹ صفحہ ۲۹۹

منصور کا علم و فضل اور اسکے عہد کی علمی ترقی

ابو جعفر منصور عباس گراں ایا یۂ فاضل تھا امام مالکؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا۔

اس نے مرے ساتھ علمائے اولین اور سلف صالحین کے متعلق گفتگو شروع کی تو میں نے اسے سب سے زیادہ ذی علم پایا فقہ اور دوسرے علوم پر باہم تذکرہ ہوا تو تمام متفق علیہ اور مختلف فیہ مسائل کا بہت بڑا عالم ثابت ہوا تمام روائیتیں اسے ازبر تھیں مرویات پوری طرح یاد تھے؟؟

غرضکہ خلیفہ منصور کو حدیث نبوی کے ساتھ جس درجہ شغف و شیفتگی تھی اسکا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ کہ شاہزادہ مہدی ولیعہد سلطنت کو علم حدیث کی تحصیل کے لیے بغداد سے امام مالکؒ کے پاس مدینہ منورہ روانہ کیا مہدی نے حضرت امام موصوف سے کتاب موطا پڑھی۔ اور جب اس کی تحصیل سے فراغت پائی تو چار ہزار دینار زر سرخ استاد علام کی خدمت میں نذر کئے مہدی نے اس رقم کے علاوہ امام مالک کے فرزند گرامی کو بھی ایک ہزار دینار ذکر حق خدمت گزاری ادا کیا؟ حدیث نبوی کی مزاولت وانہماک منصور کی زندگی کا اہم و محبوب شغلہ تھا لیکن مہمات خلافت اس شوق کو پورا نہ ہونے دیتی تھے۔ محمد بن سلام کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص نے خلیفہ منصور سے دریافت کیا کہ واہب العطایا نے دین و دنیا کی ساری نعمتیں امیر المومنین کو عطا فرمائی ہیں کیا آپ کی کوئی ایسی آرزو اور بھی ہے جو اب تک پوری نہ ہوئی ہو؟ منصور نے

سے۔ الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۶

کہا ہاں صرف ایک تمنا باقی ہے۔ جو آج تک پوری نہیں ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں اور اصحاب حدیث میرے اردگرد بیٹھے ہوں۔ دوسرے دن جب منصور کے ندیم اور وزراء قلمدان اور دستاویزیں لے کر منصور کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت یہ مستفسر بھی موجود تھا۔ کہنے لگا امیرالمومنین لیجئے آپ کی یہ تمنا بھی بر آئی۔ خلیفہ نے کہا یہ وہ لوگ نہیں۔ جن نفوس قدسیہ کے شرف قدوم کی مجھے دلی تمنا ہے۔ ان کے کپڑے میلے، پیر پھٹے ہوئے بال بڑھے رہتے ہیں وہ نادر روزگار اور شہرہ آفاق ہوتے ہیں۔ روایت حدیث ان کا مشغلہ ہے۔[1]

کتب احادیث وفقہ کی تدوین

خلیفہ ابوجعفر منصور کا عہد خلافت اسلامی علوم کی تدوین کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے (علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ۱۴۳ھ میں علمائے اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تدوین وتالیف کا مبارک کام شروع کیا) چنانچہ ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج متوفی ۱۵۰ھ نے مکہ معظمہ میں امام مالک بن انس نے مدینہ منورہ میں امام اوزاعی عبدالرحمن بن عمر اوزاعی الفقیہ متوفی ۱۵۷ھ نے شام میں، ابن ابی عروبہ، متوفی ۱۵۶ھ نے یمن میں حماد بن سلمہ وغیرہ نے بصرہ میں، معمر نے یمن میں اور سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ کوفہ میں حدیث وتفسیر کی کتابیں لکھیں محمد ابن اسحاق بن یسار متوفی ۱۵۱ھ نے کتب سیر ومغازی لکھی امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دلائل کے ساتھ فقہ کو ترتیب دیا اور عقائد پر تصنیفیں کیں

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۱

له من الكتب كتاب الفقه الاكبر كتاب رسالته الى البتي كتاب
العالم والمتعلم [1]

اور ہشیم، لیث، ابن لہیعہ، عبداللہ بن مبارک، ابن وہب وغیرہ نے مختلف مباحث پر کتابیں تالیف و تصنیف کیں۔ تدوین علم کی کثرت ہوئی کتب عربیہ، لغت، تاریخ، رجال، سیر وغیرہ پر بے بہا کتابیں ان دنوں لکھی گئیں۔ اس سے پیشتر علماء کی تعلیم و تعلم کا مدار یا تو حافظہ و یادداشت پر تھا یا مختلف لوگوں کے چند مرتب زیادہ تر غیر مرتب نسخے ہوتے تھے جن سے تعلیم دیا کرتے تھے۔ منصور کا سب سے اہم و باشان علمی کارنامہ موطا امام مالک کی تالیف کا ہے۔ کتاب اللہ کے بعد دوسری صحیح کتاب جو ارباب ایمان کے ہاتھ میں آئی وہ یہی موطا امام مالک ہے۔ مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر منصور سے امام مالک کی ملاقات ہوئی اور بہت دیر تک علمی مذاکرہ رہا تو منصور نے آپ سے درخواست کی کہ آپ علم حدیث میں کوئی کتاب مدون فرمائیں۔ چنانچہ امام مالکؒ حج سے لوٹ کر ترتیب موطا میں مصروف ہو گئے۔ [2]

فارسی کتب کے تراجم

منصور کو خلفائے بنی امیہ سے زیادہ جس چیز نے اعزاز بخشا ہے وہ اس کا علمی کارنامہ ہے۔ خلفائے بنو عباس میں گو منصور بخل یا حد سے بڑھی ہوئی کفایت شعاری میں بدنام تھا لیکن اس نے علمی ترقیوں کے لیے شاہانہ حوصلہ سے کام لے کر خزانوں کے منہ ہر وقت کھول رکھے تھے۔ اسی سلسلے میں اس نے قیصر روم کو لکھا کہ عجم کی اہم علمی کتابوں

۱؎ الفہرست ابن ندیم صفحہ ۲۸۵ ۲؎ تاریخ الخلفاء ۳؎ الامامۃ والسیاسۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹

عربی ترجمے کرا کر بھیجے چنانچہ اس نے تعمیل کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک دوسری
سنہ کے عباسی دارالخلافت بغداد میں لائق زبان دان عالم موجود نہ تھے جو فلسفہ
دوسرے علوم کی فارسی ۔ یونانی سریانی زبان کی کتابوں کو سمجھ سکتا قیصر نے متعدد
ں کتابیں ترجمہ کرا کے منصور کی خوشنودی مزاج کے لیے بھیج دیں۔ ان کتابوں کی
ول نے علمائے اسلام کو علوم عقلیہ کی طرف زیادہ متوجہ کردیا۔ چونکہ خلیفہ نے علوم
نون کی ترویج و اشاعت کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا تھا اس لیے اقطاع ارض کے
ء و حکماء بامید قدردانی بغداد کا سفر اختیار کرنے لگے سیوطی لکھتے ہیں کہ سب
ے پہلے منصور ہی نے سریانی اور دوسری زبانوں سے کلیلہ و منہ اور اقلیدس
یرہ علمی کتابوں کے ترجمے کرائے[1] گو خلفائے بنی امیہ کے عہد میں بھی کچھ کتابوں
ے ترجمہ کئے گئے تھے مگر ان کی اشاعت زیادہ نہیں ہوئی ۔

تراجم جن علماء نے خلیفہ منصور کے حکم سے یونانی، سریانی اور فارسی کتابوں
کا عربی میں ترجمہ کیا ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے جورجیس بن جبرئیل
س نے بہت سی یونانی کتابوں کو عربی کا لباس پہنایا[2]
بطریق جس نے مختلف زبانوں کی کئی ایک کتابوں کا عربی ترجمہ کیا[3]
عبداللہ بن مقفع نے کلیلہ و منہ کا فارسی سے عربی میں منصور کی فرمائش
ر ترجمہ کیا تھا ۔ کلیلہ و دمنہ رائے دابشلیم ہندوستانی راجہ کے لیے ہندی حکیم نے
لکھی تھی نوشیروان عادل کو اس کی خوبیوں کا علم ہوا تو اس نے حکیم برزویہ کو
پانچ لاکھ دینار زر سرخ دے کر ہندوستان بھیجا کہ وہ کلیلہ دمنہ کا ہندی سے

---

[1] ... [2] عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج اص ۱۲۳ و صفحہ ۲۰۴ [3] کشف الظنون جلد ۵ صفحہ ۳۷
...سنۃ الیمن

فارسی میں ترجمہ کرلائے چنانچہ اس تقریب سے یہ کتاب ہندوستان کو ایران
ابن مقفع منصور کا کاتب تھا اس نے اس کتاب کے علاوہ منطق میں بھی کچ
ترجمہ کیں فرفریوس صوری کی کتاب ایسا غوجی کا نہایت سہل عبارت میں
گیا ایک رسالہ ادب وسیاست اور اطاعت سلطان میں بھی اسکا ابن خلکان
زندیق لکھتے ہیں سفیق حاکم بصرہ نے ۱۴۲ھ میں اس کو قتل کر دیا۔[1]

کتب فلسفہ، طب و اخلاق کے ترجموں کے علاوہ عہد منصور میں علم ریاضی
بھی بہت کچھ ترقی نصیب ہوئی چنانچہ ۱۵۶ھ میں ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی
پنڈت منصور کی پایہ شناسی کا شہرہ سن کر بغداد وارد ہوا۔ اُس نے خلیفہ کی خد
میں ایک نہایت عمدہ زیج پیش کی یہ زیج اس نے ایک عمدہ تصنیف سے جو ہند
کے ایک مہاراجہ موسوم بہ بیگر کی طرف منسوب ہے۔ خلاصہ کیا تھا۔ محمد بن ابرا
فرازی نے منصور کے حکم سے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا اور اس سے ایک
کتاب مرتب کی جو ریاضی دانوں میں "سندہند" کے نام سے مشہور ہے۔ خلیفہ مامون
کے زمانہ تک اعمال کواکب میں اس زیج پر عمل کیا جاتا تھا،،

جن حکما نے منصور کے لیے یونانی سریانی فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے ک
لوگوں کا ذکر آچکا ہے بقیہ کا طبقات الاطبا اور کشف الظنون سے اس جگہ صر
نام درج کئے دیتے ہیں

قرات بن شحناثا علیٰ بن ماسرجیس۔ البطریق یہ سب عیسائی تھے۔
فضل بن نوبخت۔ اسمٰعیل بن ابوسہل بن نوبخت یہ مجوسی عالم تھے۔

---

[1] صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۲۴۴

سنسکرت کی کتب کے مصنف پاکھر۔راجہ۔سکہ۔واہر۔کر۔انکل جہر۔امدی
ری مانک۔سالی۔نوکسل۔روسا۔رائے لکل ۔براہم کی تصانیف کا ترجمہ عربی
بان میں کیا گیا۔

عبدالمسیح ابن عبداللہ الحمصی مشہور یا ابن ناعمہ وسلام الابرش وعبداللہ اہوازی
اہتمام سے یونانی اور فارسی کتب کے ترجمہ ہوئے۔

جرجیس جندی سابور کے شفا خانہ کا مہتمم تھا ۱۴۸ھ میں منصور کے علاج
و بغداد آیا اسنے ایک قرابادین مرتب کی جو شفا خانوں کے لیے تھی[۵]

غرضکہ منصور نے صدہا کتابوں کے ترجمے کرائے ایرانیوں کی مفصل تاریخ
جیس کا ترجمہ عربی میں اس کے لیے کیا گیا۔

منصور ایک طرف محدث تھے دوسری طرف بلند پایہ ادیب اور شاعری
یں کمال حاصل تھا ؎

ولہ ذوق فی الشعر ینقد الشعر یعرف المنحول والمسروق

آپ کو شاعری میں کمال حاصل تھا اکثر آپ اشعار کی تنقید کرتے تھے
مسروق و غیر مسروق کو پہچانتے تھے۔

قدردانی

منصور ایک دن دربار میں بیٹھا ہوا تھا تمام عمائد بنی ہاشم و ارکان سلطنت بھی
بیٹھے ہوئے تھے ابو دلامہ شاعر دربار آیا وہ بھی ایک طرف بیٹھ گیا منصور
کی نظر اس طرف اٹھ گئی ابو دلامہ کی طبیعت میں یہ آیا فی البدیہ قصیدہ کہہ سنائے
چنانچہ وہ کھڑا ہو گیا اور خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

---

[۵] کشف الظنون جلد ۳ صفحہ ۹ [۵] طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۲۲

لو کان یقعد فوق الشمس من کرم
قوم لقیل اقعدوا یا آل عباس [1]

ثم ارتقوا فی شعاع الشمس کلکم
الی السماء فانتم اطهر الناس [2]

وقدموا القائم المنصور راسکم
فالعین والانف والاذن فی الراس [3]

منصور یہ اشعار سن کر جھوم گیا اور دس ہزار درہم سے نوازا

یہ تاریخی حقیقت ہے۔ کہ منصور نے عربی زبان میں دیگر السنہ کے علوم کے تر[جمے]
کثرت سے کرائے اور جملہ علوم و فنون سے اپنی زبان کو مالا مال کیا۔

ادب اللغۃ العربیہ میں ہے۔

وکان للمنصور دفاتر علم هو شدید الحرص علیها حتی اوصی ابنه المهدی عند وفاته

منصور کے پاس علم کے دفتر تھے اور آپ [ان کی] حفاظت اور ترقی کے بارے میں بیحد حریص [تھے] یہاں تک کہ اپنے بیٹے مہدی کو اپنی وفات [کے] وقت انکی حفاظت کی بابت خصوصیت [سے] وصیت کی۔

---

[1] اگر کوئی قوم سورج سے اوپر بوجہ کرم بخشش بیٹھ سکتی ہو تو یہ کہا جائے گا کہ اے آل عباس تم بیٹھنے کے قابل ہو۔ کتاب الادب و اللغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۵۷

[2] پھر تم سب کے سب آفتابی شعاع میں آسمان تک بلند ہو جاؤ کیونکہ تم پاک لوگ ہو۔

[3] مقدم رکھو تم امام قائم منصور کو جو تمہارا سر ہے۔ و ظاہر ہے کہ آنکھیں اور ناک اور کان سر ہی میں ہیں یعنی سب اعضاء سر کے تابع اور ایسے ہی سب لوگوں کو امیر المومنین کا تابع ہونا چا[ہیئے]

علم انشا کی ایجاد منصور کے عہد میں عبدالحمید بن یحییٰ بن سعد کاتب تھا یہ مروان بن حکم کی مجلس کا رکن رہ چکا تھا فن انشا پردازی میں استاد۔ اسی نے اس فن کو گویا ایجاد کیا اور ترقی دی یہاں تک کہ ضرب المثل ہو گیا یہ قتل کر دیا گیا[1]

سیرت

ابو جعفر منصور ہیبت، شجاعت، اصابت رائے اور متانت عقل میں تمام خو عباس پر فائق تھا ذہن وجودت طبع میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا لہو و لعب کے پاس تک نہ پھٹکتا تھا"[2]

زہد و ورع منصور کو حکمرانی و جہانبانی کے ساتھ دینداری میں اس قدر انہماک تھا کہ فارغ اوقات میں جب دیکھئے ذکر و تسبیح اور علم حدیث کی مزاولت میں مصروف نظر آتا صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ کبائر و منکرات سے متنفر علماء معاصر سے علمی صحبتیں رہتی تھیں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بہت سے نفلی حج ادا کئے۔ حصول خلافت کے دوسرے ہی سال یعنی ۱۳۸ھ میں مسجد حرام کی توسیع کی[2]

منصور نے خلافت سے بذات خود کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ اس کے واقعات سے ظاہر ہے کہ سلطنت و بادشاہی سے اس نے جو کام لیا وہ مسلمانوں کی خدمت، کارگزاری اور عام نفع رسانی تھی اور باوجودیکہ منصور کا عہد حکومت شاہانہ ناز و نعمت کا اوج شباب تھا مگر اس کے اندر زہد و قناعت کے وہی انداز موجود تھے جو اس کے اسلاف کرام کا جوہر تھے۔ منصور کے زہد و اتقاء کا باوجود تمام تر اقبال مندیوں کے یہ عالم تھا کہ ساری عمر فقر و فاقہ سے بسر کی اور حظوظ نفسانیہ

---

[1] ضاجعۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۵۰۳ [2] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱

کو مجتنب رہا کسی نے امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا کہ خلیفہ منصور ہروی جبہ پہنتا ہے اور اس کی قمیص میں پیوند لگے رہتے ہیں امام الائمہ نے یہ سن کر فرمایا "یا للعجب وہ ذات جس نے اسے پادشاہت عطا کرنے کے باوجود فقر و فاقہ کی معیشت نصیب کی" مورخ ابن خلدون ابوجعفر منصور کے ورع و تقویٰ کی تعریف میں لکھتا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے لیے بیت المال سے نئے کپڑے بنوانے سے بھی احتراز کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے عیال کے کپڑوں میں پیوند لگوانے کے متعلق درزی سے مشورہ کر رہا تھا اتنے میں شاہزادہ مہدی وہاں آ پہنچا۔ مہدی رقعہ درزی میں کسر شان سمجھ کر کہنے لگا امیر المومنین اس سال گھر والوں کے کپڑے میں اپنی تنخواہ سے بنوا دیتا ہوں آپ پرانے کپڑوں کو رہنے دیجئے۔ منصور نے اس تجویز کو تو منظور کر لیا لیکن اموال مسلمین سے اپنے اہل و عیال کے لیے نئے کپڑے بنوانے منظور نہ کئے۔"

انصاف پسندی منصور اعدائے حکومت کے حق میں نہایت قہار واقع ہوا تھا لیکن اس کے خصائل حمیدہ میں سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص صفائی پیش کر کے اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر دیتا تھا تو اس کا عذر قبول کر لیتا تھا۔ "زہیر بن قرکی" عامل ہمدان نے ابونصر مالک بن ہیثم کو گرفتار کر کے اسے ایک غلط فہمی کی بنا پر قید کر دیا تھا۔ ابونصر اپنی مخلصی کے بعد دارالخلافہ پہنچا۔ خلیفہ اس کو اس بات پر ملامت کرنے لگا کہ اس نے ابومسلم کو خراسان جانے کا کیوں مشورہ دیا۔ ابونصر عرض پیرا ہوا امیر المومنین واقعی ابومسلم نے مجھ سے صلاح لی تھی اور میں نے اُسے نیک مشورہ دیا تھا۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ جب کوئی اس سے صلاح پوچھے تو اس کو نیک نیتی کے ساتھ ایسی صحیح رائے دے جو اس

کے حال و مآل کے لیے بہتر ہو اگر امیر المومنین بھی کسی امر میں مجھ سے مشورہ کریں تو میں نیک اور خیر خواہانہ مشورہ سے دریغ نہ کروں گا۔ گو میرا مشورہ امیر المومنین کے اغراض و مفاد کے خلاف تھا لیکن اس شخص کے لیے تو سود مند تھا جس نے میری رائے دریافت کی تھی۔ منصور نے یہ سن کر نہ صرف اس کی جرم بخشی کر دی بلکہ اس کو بدرجہ کمال عواطف خسروی سے ممتاز فرمایا اور اس کے خلوص نیت پر اتنا خوش ہوا کہ اس کو ولایت موصل کا گورنر بنا کے بھیج دیا۔ حالانکہ ابونصر وہی شخص تھا جس کے لیے اس سے پیشتر والی ہمدان کے نام قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا[۵]

واقعہ ایک مرتبہ ایک شخص نے منصور کے دربار میں بیان کیا کہ خلیفہ ہشام اموی نے فلاں جنگ میں نہایت تدبیر و سیاست سے کام لیا تھا منصور کو اس رزم کے واقعات معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا۔ آخر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رصافہ میں ایک ضعیف العمر آدمی رہتا ہے۔ جو ہشام کا رفیق کاسہ چکا تھا۔ منصور نے اس کو بلا بھیجا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کیا تم ہشام کی مصاحبت میں رہ چکے ہو اس نے کہا ہاں منصور نے کہا اچھا بتاؤ فلاں سال جو معرکہ ہوا اس میں ہشام نے کس تدبیر اور حکمت عملی سے کام لیا تھا۔ اس شخص نے واقعات جنگ کی تشریح ایسے انداز بیان میں شروع کی جو منصور پر شاق گزرا وہ کہنے لگا "خلیفہ ہشام اموی نے خدا اس پر ہزار ہزار رحمتیں نازل کرے یوں کیا، خلیفہ ہشام نے خدا اس کی قبر کو منور کرے اس نے یہ تدبیر کی۔ خلیفہ ہشام نے حق تعالیٰ اس سے راضی ہو یہ کیا" یہ شخص واقعات کی تفصیل بیان کرتا جاتا تھا اور ساتھ [illegible] ہشام کو بھی دعائے مغفرت

---

[۵] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۸۴

سے یاد کر رہا تھا۔ منصور کو اس کا یہ طرزِ بیان ناگوار ہوا آخر ضبط نہ کر سکا اور ڈانٹ کر کہا اے دشمن خدا چل دور ہو۔ میری بساط پر میرے سامنے، میرے دشمن کے حق میں رحمت و رضوان الٰہی کی دعائیں کرتا ہے۔ بوڑھے نے وہاں سے مراجعت کی لیکن جاتے وقت یہ کہتا گیا امیر المومنین میں آپ کے دشمن کا اس درجہ احسان مند ہوں کہ مجھے غسال بھی بعد از مرگ اس سے سبکبار نہیں کر سکتا۔ منصور نے یہ سن کر حکم دیا کہ اچھا اس کو واپس بلاؤ جب وہ دوبارہ حاضر ہوا تو کہنے لگا اے امیر المومنین آپ ہی انصاف فرمایئے کہ جس شخص کا میں مرہون منت ہوں کیا اسے نیکی سے یاد کرنا میرا فرض نہیں ہے؟ خلیفہ معاً متنبہ ہوا اور کہنے لگا "بیشک فرض ہے۔ اور تمہارے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ایک شریف الطبع، احسان شناس اور کریم النفس آدمی ہو۔" اس کے بعد منصور دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا اور جب وہ جانے لگا تو اس کے لیے انعام کا حکم دیا۔ جب وہ چلا گیا تو خلیفہ اس کی بہت تعریف کر کے کہنے لگا کاش مجھے ایسے مخلص و وفادار مصاحب مل سکتے[۱]

معدلت گستری

خلیفہ منصور کی یہ دلی آرزو تھی کہ اس کے ممالک محروسہ امن و امان کا گہوارہ بن جائیں اور میرا مقرر کردہ قاضی پیکر عدل مجسمہ انصاف ہو۔ کسی پر ظلم نہ ہو۔ ظالم کی رعایت نہ کی جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اس نے ۱۴۶ھ میں امام ابو حنیفہؒ کو بغداد طلب کیا لیکن آپ نے منصب قضاۃ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ گو بغداد امام ابو حنیفہ کی عدل گستری سے محروم رہا اور خلیفہ منصور کے دل میں اس کا ارمان ہی رہ گیا لیکن پھر

---

[۱] مروج الذہب مسعودی ترجمہ ابو جعفر منصور

بھی خوش نصیبی سے قلمرو بغداد میں ایسے ایسے عدل پرور قضاۃ موجود تھے جو عدل و انصاف میں خلیفہ تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ نمیر مدنی کا بیان ہے کہ جن دنوں منصور مدینہ منورہ آیا، محمد بن عمران طلحی وہاں کے قاضی اور میں اُن کا محرر تھا۔ چند شتربانوں نے کسی معاملہ میں خلیفہ پر نالش کر دی قاضی محمد نے مجھے حکم دیا کہ امیرالمومنین منصور کے نام حاضری عدالت کا حکم جاری کر دو تاکہ عدول کی دادرسی کی جائے میں نے خلیفہ کو سمن بھیجنے سے معذرت چاہی مگر قاضی صاحب نے اس پر اپنی مہر لگائی اور مجھ سے فرمایا کہ اس حکم کو امیرالمومنین کے پاس تم خود لے جاؤ چنانچہ میں روانہ ہوا۔ جب منصور کے پاس حاضر ہو کر یہ حکم دکھایا تو معاً دربار میں کھڑا ہو گیا اور حاضرین سے کہنے لگا کہ میں عدالت میں طلب ہوا ہوں تم میں سے کوئی شخص میرے ساتھ نہ آئے۔ پس خلیفہ اور میں دارالقضاۃ میں پہنچے قاضی صاحب تعظیم کے لیے نہ اٹھے بلکہ اپنے چغہ کو اچھی طرح پھیلا دیا اور بڑے استقلال کے ساتھ بیٹھے رہے پھر مدعی کو بلایا اور ثبوت لے کر خلیفہ کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جب قاضی صاحب حکم سنا چکے تو منصور کہنے لگا "خدا تمہیں اس انصاف پسندی کا اجر دے اور خوش ہو کر قاضی کو دس ہزار دینار انعام دیئے[1]۔ ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے سوار بن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ آپ کی عدالت میں ایک فوجی سردار اور سوداگر کے مابین جو مقدمہ چل رہا ہے مگر میری یہ خواہش ہے کہ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ سردار کے حق میں کریں قاضی سوار نے اُس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ اس شہادت سے جو میرے سامنے پیش ہوئی ثابت ہوتا ہے کہ اس تاجر

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۶۰

کا بھی سو د اگر فیصلہ ہونا چاہیئے اور شہادت کے خلاف ہرگز فیصلہ نہیں کر سکتا۔ منصور نے لکھا قاضی صاحب! آپ کو یہ مقدمہ فوجی افسر کے حق میں فیصل کرنا پڑے گا قاضی نے اس کے جواب میں لکھا واللہ میں ازروئے انصاف اس کا فیصلہ بحق تاجر کروں گا جب یہ جواب خلیفہ کے پاس پہنچا تو کہنے لگا الحمد للہ میں نے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا اور میرے قاضی مقدمات کا فیصلہ حق و انصاف کی بنیاد پر کرتے ہیں۔"

عفو یہ صحیح ہے۔ کہ منصور نے اخذ و بطش کی تلوار ہر وقت بے نیام کر رکھی تھی اور عفو کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس کی یہ عادت صرف خطرناک باغیوں کے ساتھ مخصوص تھی ورنہ جن مجرموں کے جرم کی نوعیت باغیانہ قسم کی نہ ہوتی ان سے برابر درگزر کرتا تھا۔ مبارک بن فضلہ کا بیان ہے کہ ہم منصور کے پاس بیٹھے تھے۔ اس اثناء میں ایک مجرم جو واجب القتل تھا حاضر کیا گیا میں نے کہا امیر المومنین! میں نے امام حسن سے سنا ہے کہ سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا کی جائے گی کہ جن لوگوں کا خدائے برتر پر کوئی اجر ہو وہ کھڑے ہو جائیں۔ کوئی شخص کھڑا نہ ہو گا بجز اس کے جس نے کسی کی جرم بخشی کی ہو گی۔ یہ سن کر خلیفہ نے اسے رہا کر دیا۔

"ایک شخص سزا یابی کے لیے خلیفہ منصور کے سامنے لایا گیا۔ وہ عرض پیرا ہوا امیر المومنین! عدل کا اقتضار تو واقعی یہ ہے کہ آپ مجھ سے قہر و انتقام کا سلوک کریں لیکن رحم کا مقتضا یہ ہے کہ آپ شیوہ رحم و کرم اختیار کریں۔" یہ سن کر منصور نے اسے معاف کر دیا۔"

ضبط و تحمل منصور ضبط و تحمل کا پہاڑ تھا بیسیوں مرتبہ لوگوں نے منہ پر گالیاں دیں اور بدگوئی کا شیوہ اختیار کیا لیکن کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی کو اس جرم کی سزا دی ہو۔ حالانکہ بہت سے بادشاہ بدگوئی اور دشنام دہی کی پاداش میں زبان گدی سے نکلوا دیا کرتے تھے یا مست ہاتھی کے پاؤں میں ڈلوا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ابن ابی حنویب نے منصور سے کہا کہ تم بنی آدم میں سب سے زیادہ شریر اور بدترین انسان ہو۔ منصور یہ سن کر خاموش رہ گیا اور اُسے کوئی سزا نہ دی۔ ایک مرتبہ منصور نے عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی سے دریافت کیا کہ تم بنو امیہ کے مقابلہ میں میری خلافت کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا "جتنا جور ظلم تمہارے عہد میں ہے اتنا تو شاید بنو مروان کے زمانہ میں بھی نہ تھا" منصور نے کہا کیا کروں مجھے اچھے مصاحب نہیں ملتے جو عدل و انصاف پر کاربند ہوں اس نے کہا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا ہے کہ اگر بادشاہ نیک ہو تو اُسکو نیک مصاحب ملتے ہیں اور اگر فاجر ہو تو اُس کے پاس فاجر ہی آتے ہیں" منصور یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اس سے بازپرس نہ کی" اسی طرح منصور کو شام میں کوئی بدوی ملا منصور اس سے کہنے لگا شکر کرو کہ خدا نے تمہیں محض اس بنا پر طاعون سے محفوظ رکھا ہے کہ تم اہل بیت نبوت کے زیر حکومت ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہم تمہاری بدولت طاعون سے محفوظ ہیں تو ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہم پر طاعون کو مسلط کرے کیونکہ تمہاری حکومت اور طاعون ہمارے لیے یکساں ہیں۔ منصور نے کچھ جواب نہ دیا۔

سخت گیری غداروں اور حکومت کے باغیوں کے حق میں خلیفہ منصور

سے بڑھ کر سخت گیر اور تیغ بران خلفائے بنی عباس میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ اس کے جذبات و انفعال میں انتقامی جذبہ سب سے بڑھا ہوا تھا اور خصائص زندگی میں قتل و قمع کی خصوصیت سب سے نمایاں تھی۔ اور بادی النظر میں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ منصور نے مسلمان اور خصوصاً عالم دین ہو کر اپنے اخوان مذہب کی خونریزی کیونکر جائز رکھی لیکن اصل یہ ہے کہ چونکہ نئی نئی سلطنت تھی اور خلافت منصوری کے ابتدائی دس سال تک خلافت کا رعب و اقتدار اچھی طرح قائم نہ ہوا تھا۔ اس لیے جابجا بغاوتیں اٹھیں اور منصور کو ان کے فرو کرنے کے لیے تشدد اختیار کرنا پڑا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اگر وہ سخت گیری سے کام نہ لیتا تو اپنا اقتدار ہرگز قائم نہ کرسکتا تھا۔ ایک مرتبہ منصور کے چچا عبدالصمد بن علی کے دل میں بھی منصور کی سخت گیری پر اعتراض پیدا ہوا تھا۔ اس نے خلیفہ سے کہا آپ نے تعزیر و گوشمالی پر ایسی کمر باندھی ہے۔ کہ کسی کو گمان نہیں ہوتا کہ آپ معاف کرنا بھی جانتے ہیں" منصور نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اب تک بنو مروان کا خون خشک نہیں ہوا، آل ابوطالب کی تلواریں بے نیام ہیں۔ خلفائے عباسیہ کا رعب لوگوں کے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوا اور ہیبت و رعب کا سکہ اس وقت تک دلوں پر نہیں بیٹھ سکتا جب تک میں لفظ عفو کے معنی نہ بھول جاؤں اور سراپا عقوبت و تعذیب نہ بن جاؤں" ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عناصر فساد کا قلع قمع ضرور تھا لیکن یہ بھی غلط نہیں ہے کہ منصور نے ان فتنوں کے فرو کرنے میں حد اعتدال سے اس درجہ تجاوز کیا کہ وہ سخت گیری میں ضرب المثل ہو گیا۔ جن دنوں منصور نے عبداللہ بن امام حسن مثنیٰ کو اپنے فرزند گرامی نفس زکیہ کے حاضر کرنے پر مجبور کیا

عبداللہ نے اس کے متعلق منصور کے چچا سلیمان بن علی سے مشورہ کیا سلیمان نے کہا کہ منصور کے مزاج میں بڑی سخت گیری ہے۔ اور اگر وہ عفو و بخشش کے نام سے آشنا ہوتا تو اپنے حقیقی چچا عبداللہ بن علی کو ضرور معاف کر دیتا۔ یہ سن کر عبداللہ بن حسن متنبہ ہو گئے اور اس دن سے اپنے لخت جگر کے اخفا میں سعی بلیغ کرنے لگے اوائل میں تو عامۃ المسلمین مروانیوں کے زوال اور عباسیوں کے برسر اقتدار آنے پر بہت خوش تھے لیکن جب سفاح اور منصور کی سفاکیاں دیکھیں تو اموی حکومت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا اور لوگ بنو امیہ کے بعد آل عباس کی طرف سے بھی افسردہ دل ہو کر خلافت سادات کی تمنا کرنے لگے۔ ان دنوں منصور کی روز افزوں سخت گیری آگ پر تیل کا کام کر رہی تھی۔ لوگ اس سے دن بدن برافروختہ ہوتے گئے۔ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی فعل ناپسند ہوتا ہے۔ تو اس کے ہنر بھی عیب دکھائی دیتے ہیں اور اس کے انتساب کی ہر چیز مکروہ و قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ اس نفرت و استکراہ کا اثر ہے کہ بعض مورخوں نے منصور کے اخلاق و عادات کی تصویر کشی میں سخت سنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس تصویر کے خد و خال سے یہ معلوم کرنا سخت دشوار ہو جاتا ہے۔ کہ وہی خلیفہ ہارون رشید کا دادا اور عباسی خلفاء کا مورث اعلیٰ ہے۔ جس نے قاضی محمد طلحی کو اس بنا پر دس ہزار دینار انعام دیئے تھے کہ اس نے ازراہ انصاف ایک مقدمہ کا فیصلہ خلیفہ کے خلاف کیا تھا۔ جو بیت المال کا ایک حبہ بھی اپنی تن آسانی پر خرچ نہ کرتا تھا جو صوم و صلوٰۃ اور دوسرے اوامر کا سخت پابند اور بہت بڑا عالم شریعت تھا جس نے فریضۂ حج کے

بعد بہت سے نفلی حج کیے مسجدیں بنوائیں جہاد کیا۔ زرِ فدیہ ادا کر کے ہزاروں مسلمانوں کو نصاریٰ کی قید سے چھڑایا اور مختلف حیثیتوں سے خدمتِ دین کا حق ادا کیا۔ جو غیر محتاط مورخ ہر قسم کے رطب و یابس لکھنے کے عادی ہیں، انھوں نے منصور کے تذکرہ میں بھی اسی روش کو اختیار کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ ایک ہی واقعہ اور صفت کے متعلق اس قدر متضاد بیانات جمع کر دیے ہیں کہ روایت کے ایک پہلو کو متعین کرنا اور دوسرے کو نظر انداز کرنا سخت دشوار ہو جاتا ہے

چنانچہ جو جو باتیں اس جلیل القدر خلیفہ کی شانِ عدالت کے خلاف بیان کی گئی ہیں وہ سب یا اُن کا بیشتر حصہ بہتان طرازی یا مبالغہ ہے۔ ہماری رائے یہ ہے۔ کہ اگر باغیوں اور اُن کے معاونین کے دار و گیر سے قطع نظر کر لیا جائے تو منصور کا دامنِ عدالت ظلم و جور کے داغ سے بہت کم آلودہ ہے !!

جزرسی خلیفہ منصور بڑا فیاض اور کرم گستر شہنشاہ تھا لیکن اسراف و تبذیر سے بچتا اور ایک پائی بھی بیجا خرچ نہ کرتا تھا۔ چونکہ غیر مستحقین عموماً اس کی شاہانہ داد و دہش سے محروم رہتے تھے انھوں نے اسے بخل سے متہم کر کے ابو الدوانیق دمڑیوں کا باپ کے نام سے مشہور کر رکھا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اس لیے پڑا کہ وہ اپنے عمال سے دمڑی دمڑی کا حساب لیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب بغداد کی تعمیر ختم ہوئی تو تعمیرات کے افسروں سے حساب لیا گیا جو کچھ جس کے پاس باقی نکلا اس نے بیت المال میں داخل کر دیا۔ ابن صلت کے پاس پندرہ درہم تقریباً پونے چار روپیے تحویل میں باقی رہے تھے۔ چونکہ اس نے یہ رقم ادا نہ

لہ طبری جلد ۹ صفحہ ۳۱۸ ۔ سے ابو جعفر منصور

کی اس کو قید کر دیا۔ اور جب تک اُس نے یہ درہم ادا نہ کر دئے۔ رہا نہ کیا۔[1] اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ منصور اعلیٰ درجہ کا منتظم صاحب تدبیر اور پابند اصول تھا۔ اس کی قلمرو میں اس قسم کا اندھیر کھاتہ نہ تھا کہ کسی سرکاری عہدہ دار کو سرکاری روپیہ میں تغلب و دست اندازی کا موقع ملتا۔ اس کا دل و دماغ ملک کے کلی اور جزئی امور پر حاوی تھا۔ حدود مملکت کی کوئی چیز اس کی نظر احتساب اور موشگافی سے اوجھل نہ تھی"۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے عرفہ کے دن خطبہ دیا جس میں کہا۔ اے مسلمانو! خدائے قدوس نے مجھے اپنی زمین پر اس لیے بادشاہ بنایا ہے۔ کہ اس کی توفیق سے رعایا پروری کروں۔ اُس نے مجھے امین بنایا ہے تاکہ زر مال کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کروں اور حکم شریعت کے بغیر کسی کو عطیات نہ دوں۔ رب العزۃ نے مجھے بمنزلہ اپنے قفل کے بنایا ہے۔ جب چاہتا ہے۔ عطیات کے لیے کھول دیتا ہے اور جب تک چاہتا ہے۔ بند رکھتا ہے۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ رب العالمین کی طرف مائل ہو جاؤ آج بڑا مبارک دن ہے۔ دعا کرو کہ رب ذوالمنن مجھے نیکی اور احسان کی توفیق بخشے اور عدل کے ساتھ میرے ہاتھ سے تم کو عطیات دلوائے وہی سمیع و مجیب ہے"۔ صولی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے اسے بخل سے متہم کیا تھا چنانچہ اسی خطبہ کے آخر میں اس نے یہ بھی کہا تھا کہ" لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین لوگوں پر مال خرچ نہیں کرتا یہ درست ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا نے کردگار نے اسراف سے منع کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ منصور داد و دہش میں کسی

[1] طبری جلد ۹ صفحہ ۳۱۸

دوسرے فیاض بادشاہ سے کم نہ تھا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ بعض دوسرے تاجداروں کی طرح زر کو بے موقع نہیں اڑاتا تھا۔ لوگوں نے اسے بخیل مشہور کر دیا مسعودی لکھتے ہیں۔

منصور بعض وقت مال جزیل او سند خطیر عطا کرتا تھا لیکن اس کی بخشش عطا ضائع و بیکار نہیں ہوتی تھی۔

زہد و قناعت خلیفہ منصور کے بخل سے مشہور ہونے کی ایک وجہ یہ بھی کہ زہد قناعت کی عادات اسے زر و مال سے خود متمتع ہونے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ ایک دن منصور کی لونڈی نے دیکھا کہ خلیفہ ایسی قمیص پہنے ہے اس میں پیوند لگے ہیں۔ لونڈی کہنے لگی تعجب ہے دنگا دیکھو کہ امیر المومنین کے بدن پر قمیص تک ثابت نہیں منصور نے یہ سن کر لونڈی سے کہا شاید تو نے ابن ہرثمہ کا وہ شعر نہیں سنا

قد یدرک الشرف الفتی و ادا ذہ خلق و اجب قمیصہ مرقوع

ایک جوان کو شرف حاصل ہو گیا کیونکہ اس کی چادر پرانی تھی اور قمیص کے گریبان میں پیوند لگے تھے[۱] کسی شخص نے منصور کی پھٹی ہوئی قمیص دیکھ کر کہا۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ اس نے خلیفہ منصور کو بادشاہت کے باوجود افلاس میں مبتلا کر رکھا ہے۔ سلم حادی نے ان الفاظ کو نظم کا لباس پہنایا اور ان اشعار کو گانے لگا۔ منصور نے یہ گیت سن پائے اور بجائے سزا دینے کے الٹا اس کا ممنون ہوا اور اس پر مسرت و شادمانی کا اتنا غلبہ ہوا کہ قریب تھا کہ خوشی کے مارے گھوڑے سے گر پڑے اور بخرہ پن کا کمال دیکھو کہ شاعر کو نصف درہم روپی

---

[۱] طبری جلد ۹ صفحہ ۳۰۵

انعام دینے کا حکم دیا۔ مسلم عرض پیرا ہوا "امیر المومنین! آپ مجھے اس گیت پر ایک ودلی انعام دیتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ خلیفہ ہشام اموی کو گانا سنایا تھا۔ تو اس نے مجھے دس ہزار درہم عطا کیے تھے۔" منصور نے کہا بجا ہے۔ لیکن اس نے یہ رقم بیت المال سے نہ دی ہوگی۔ منصور کے ان الفاظ کا یہ مطلب تھا۔ کہ کسی والی ملک کے لیے یہ جائز نہیں کہ بیت المال کا روپیہ جو قوم کی امانت ہوتی ہے اس میں بے دریغ اور اسراف و تبذیر کا شیوہ اختیار کرے۔

عطا و بخشش

کفایت شعاری کا خوگر ہونے کے باوجود منصور کا سحاب کرم ابر نیساں بن کر اٹھتا اور صاحبان کمال اور اہل حاجات کا دامن درہم سے بھر دیتا تھا۔ اس نے قاضی مدینہ کو اس انصاف پروری کی قدردانی میں دس ہزار دینار (قریباً پچاس ہزار روپیہ کی رقم خطیر) انعام دی تھی کہ اس نے خلیفہ کے مقابلہ میں شتربانوں کے حق میں فیصلہ صادر کر کے اسلامی معدلت شعاری کی روشن مثال قائم کر دی تھی۔ جس سال مکہ معظمہ میں خلیفہ منصور کی امام مالک سے ملاقات ہوئی۔ خلیفہ نے آپ کو ایک ہزار دینار اور ایک شاہانہ خلعت عطا کیا اور اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ آپ کے فرزند کو بھی ایک ہزار دینار دے کر قدردانی اہل کمال کا ثبوت دیا۔ ابودلامہ شاعر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے خلیفہ منصور کو اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی چند شعر بھی لکھ بھیجے جن کا مفہوم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آفتاب سے بھی بلند مقام پر بیٹھ سکتا۔ تو اے آل عباس تم اس کے مستحق ہو۔ اور میں تو دعا گو ہوں کہ تم شعاع شمس سے بھی زیادہ پھیلو اور ترقی کرو اور آسمان پر جا کر فروکش ہو کیونکہ تم سب سے زیادہ صاحب کرم ہو

اس کے بعد خود حریم خلافت میں حاضر ہو کر باریاب ہوا اور ایک خالی تھیلی خلیفہ کے سامنے ڈال دی۔ خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ابو دلامہ کہنے لگا امیرالمومنین مجھے جو کچھ عطا کرنا ہے۔ اس میں دے دیجیے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ تھیلی درہم سے بھر دی جائے۔ چنانچہ اس میں دو ہزار درہم آئے جو ابو دلامہ کو دے دئے گئے اس کی کرم گستری کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ اس نے ایک مرتبہ اپنے دس چچوں عبداللہ عبدالصمد، اسماعیل، عیسیٰ داؤد، صالح، سلیمان، اسحاق، محمد اور یحییٰ پسران علی کو دس لاکھ درہم عطا کئے تھے۔ "عیسیٰ بن نیک کے غلام زید کا بیان ہے۔ کہ میرے آقا کی وفات کے بعد خلیفہ منصور نے مجھے طلب فرمایا اور پوچھا کہ تمہارا مالک ورثاء کے لیے کتنا مال چھوڑ گیا ہے۔؟ میں نے کہا جس قدر وہ مال چھوڑا تھا اُس کی بیوی نے ادائے قرضداری اور دوسری ضروریات پر اٹھا دیا پوچھنے لگا اس کی کتنی لڑکیاں ہیں؟ میں نے کہا چھ خلیفہ تھوڑی دیر تک سر جھکا کر سوچتا رہا اس کے بعد کہنے لگا کہ کل صبح آ کر ذرا مہدی سے مل لینا۔ میں نے دوسرے دن علی الصباح مہدی سے ملاقات کی تو اس نے مجھے ایک لاکھ اسی ہزار درہم عطا کئے اور صرف اسی بدل و عطا پر اکتفا نہ کیا بلکہ چھوٹی لڑکیوں کے لیے تیس تیس ہزار درہم الگ عطا فرمائے۔ خلیفہ منصور کی ایک شان فیاضی یہ تھی کہ وہ ان حاملین شریعت اور علمائے راسخین کو جنھیں خدمت دین کی خدمت نہماک اسباب معیشت سے فارغ رکھتی تھی بہت گراں بہا مال امداد دے کر پشت پناہی کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ امام مالکؒ اور ابن سمعانؒ کے پاس پانچ پانچ ہزار دینار کی تھیلیاں بھیجی تھیں اور دونوں حضرات نے اس پیشکش کو قبول کر لیا تھا۔[۱]

---

[۱] طبری جلد ۹ صفحہ ۳۰۸

لہو لعب سے نفرت

حماد بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امیر المومنین منصور کے پاس حاضر ہوا اتنے میں باجہ بجنے کی آواز آئی آپ نے مجھ سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے میں باہر گیا اور دیکھا ایک غلام طنبورہ بجا رہا ہے اور لڑکیاں اس کے گرد تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ میں نے آکر اطلاع دی آپ نے کہا طنبورہ کیا ہوتا ہے میں نے اسکا حال بیان کیا کہا تم نے کہاں دیکھا میں نے کہا خراسان میں آپ باہر آگئے لڑکیاں تو بھاگ گئیں آپ نے حکم دیا کہ یہ طنبورہ اس کے سر پر مارو اور نکال دو چنانچہ منصور کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اسے نکال دیا گیا[1]

سلیم الطبع

منصور کے سلیم الطبع ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ وہ اپنے کسی فعل و عمل پر کسی کی زبان سے نکتہ چینی سن کر چیں بجبیں نہیں ہوتا تھا بلکہ اگر بات حق ہوتی تو اسے فوراً قبول کر لیتا چنانچہ ایک مرتبہ افریقہ کا ایک قاضی دربار خلافت میں حاضر ہوا جو طالب علمی میں منصور کا ساتھی رہ چکا تھا منصور نے اس سے پوچھا تم کو میری حکومت اور بنو امیہ کی حکومت میں کیا فرق نظر آیا اور تم اس طویل سفر میں ہمارے جن جن علاقوں سے گذرتے ہوئے آئے ہو ان میں نظم و نسق کا کیا حال ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین! میں نے اعمال بد اور ظلم و جور کی کثرت دیکھی ہے پہلے تو میرا گمان یہ تھا کہ اس ظلم و جور کا سبب آپ کا ان علاقوں سے دور ہونا ہے لیکن میں جتنا قریب آتا گیا معاملہ اس قدر تاریک ہوتا گیا۔ خلیفہ منصور نے یہ سن کر اپنی گردن جھکا لی تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا مگر میں لوگوں کا کیا کروں قاضی نے جواب دیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے

لے طبری جلد ۹ صفحہ ۳۰۹

حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے تھے لوگ بادشاہ وقت کے تابع ہوتے ہیں بادشاہ اگر نیک ہوگا تو رعایا بھی نیک و مصلح ہوگی اور اگر بد ہے تو رعایا نیک نہیں ہو سکتی

سادہ زندگی منصور کے حالات پڑھنے کے بعد اسکی جلالت شان کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس بلند پایہ کا انسان تھا عظیم الشان شہنشاہ اور باجبروت حکمران ہوتے ہوئے پھر بھی اپنے اسلاف کی سادہ زندگی کو جز و زندگی بنائی ہوئی تھی

محمد ابن سلیمان عباسی ایک روز بغرض اعادت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے منصور خاص محل میں تھا دیکھا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کے عرض میں سال کی لکڑی رکھی ہوئی ہے اور پردہ لٹکا ہوا ہے جیسے مسجدوں میں ہوتا ہے ابن سلیمان کہتا ہے میں کمرہ میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاف زمین پر نہ کوئی فرش ہے اور نہ کچھ پہننے کے کپڑے ہیں منصور رونق افروز ہے میں نے عرض کیا بس یہ سامان ہے۔ فرمایا ہاں۔ ایک لحاف و چادر[۱] کے سوا خلیفہ کے بستر میں کچھ نہ تھا یہ تھا عظیم المرتب بادشاہ کے رہنے سہنے کا کمرہ اور وہ تھی اس کی زندگی جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

عہد منصور کے جلیل القدر علماء

امام زفر بن ہذیل بن قیس العنبری سنہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے امام اعظم کے شاگرد تھے فقیہ بے عدیل اور محدث تھے امام اعظم نے فرمایا "ہذا زفر امام من ائمۃ المسلمین

[۱] مسلمانوں کا عروج و زوال مولفہ مولانا سعید احمد ایم اے صفحہ ۱۱۴
[۲] طبری جلد ۹ صفحہ ۳۰۵

۱۵۸ھ میں بصرہ میں وصال ہوا۔

مسعر بن کدام کوفی طبقہ کبار اتباع میں سے ہیں نودی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ آپ سفیان بن عنیہ اور سفیان ثوری کے استاد ہیں آپ کی جلالت قدر وحفظ و اتقان متفق علیہ ہے امام اعظم سے بھی علمی استفادہ حاصل کیا ۱۵۵ھ میں وفات پائی عبیداللہ مصغر ابن عمر بن حفص بن عاصم بن امیرالمومنین عمر بن الخطاب ابو عثمان کنیت ہے مدنی "من اجلۃ الثقات" ۱۴۷ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ)

ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی ۹۷ھ میں پیدا ہوئے شعبہ و ابن عیینہ و ابو عاصم و ابن معین امیرالمومنین فی الحدیث سے خطاب کیا کرتے تھے فقہ و حدیث و زہد میں مشہور و معروف تھے ۱۶۱ھ میں انتقال کیا (تہذیب الکمال)

الزہری محمد بن مسلم ابن عبیداللہ بن عبداللہ ابن شہاب ابن عبداللہ بن الحارث بن زہرۃ قرشی مدنی انکے حالات اور علمی خدمات کا ذکر منصور کے حالات میں آچکا ہے رمضان ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا شام کے قریہ میں دفن ہوئے (تہذیب الاسماء واللغات)

ابن ابنہ اسمٰعیل بن محمد بن سعد ابو محمد المدنی ۱۳۲ھ میں انتقال کیا (تقریب التہذیب) حماد بن سلیمان مسلم الاشعری ابو اسمٰعیل کوفی فقیہ انکو مرجیہ سے متہم کیا جاتا تھا ۱۲۰ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب)

اسمٰعیل بن عیاش عنسی حمصی علمائے اعلام سے تھے ۱۸۲ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)

ابو عبداللہ زید بن اسلم مدنی فقیہ کان عالماً بالتفسیر ۱۳۶ھ میں انتقال کیا (تہذیب التہذیب)۔

محمد بن المنکدر ابن عبیداللہ بن الہدیر التیمی مدنی ثقہ فاضل ۱۳۰ھ میں انتقال ہوا (تقریب)

ہشام بن عروہ بن زبیر بن العوام الاسدی مدنی مالک ۔ امام اعظم شعبہ سے حضرت نے انسے سماعت حدیث کی ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ (اسعاف المبطا برجال الموطا)

یحیٰ بن سعید بن قیس الانصاری ابوسعید المدنی مدینہ کے قاضی تھے ثقات میں شمار ہے کثیر الحدیث حجہ" ۱۴۳ھ میں وفات ہوئی (الاسعاف

ابراہیم الصائغ بن میمون المروزی فقیہ محدث شاگرد امام اعظم پیشہ زرگری تھا ابومسلم خراسانی کو منکرات شرعیہ سے سختی سے منع کیا کرتے آخر اس نے ۱۳۱ھ میں مرو میں شہید کرادیا (مقدمہ فتوی ہندیہ)

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کوفی فقیہ محدث امام اعظم اور ابو یوسف سے نقہ حاصل کی شیخین نے انسے تخریج کی ۔ ۱۶۰ھ میں وصال ہوا۔

خلیفہ ابو عبداللہ محمد مہدی

محمد مہدی بن ابو جعفر منصور عباسی۔ ان کی والدہ اردی خاندان حمیری سے تھیں ۱۲۶ھ میں مہدی بمقام ایدج میں پیدا ہوا والدہ کا نام اُم موسیٰ بنت منصور حمیریہ تھا۔

تعلیم و تربیت مہدی نے باپ کے سایہ میں نشو و نما پائی دربار کے اکابر علماء کی نگرانی میں علوم مروجہ تحصیل کئے حدیث کی سماعت اس نے اپنے باپ اور مبارک بن فضالہ جیسے عالم تجربے کی اور اس سے یحییٰ بن حمزہ۔ جعفر بن سلیمان ضبعی محمد بن عبداللہ رقاشی اور ابو سفیان سعید بن یحییٰ حمیری نے روایت کی[1] خالد بن برمک کو مہدی کا اتالیق منصور نے مقرر کیا اور ہدایت کر دی کہ ہر جگہ بزم ہو یا رزم خالد مہدی کے ساتھ رہے۔ مہدی کو مدینہ امام مالک کی خدمت میں بھیجا جہاں سے سند حدیث لی واپسی کے بعد منصور نے رے اور طبرستان کی حکومت مہدی کے سپرد کر دی اور خالد کو ساتھ کر دیا[2]۔ دار الحکومت پہنچکر مہدی عیش و طرب میں پڑ گیا مگر خالد نے اس کی طبیعت کو حکمرانی کی طرف پھیر دیا۔

سوانح ۱۵ سال کی عمر (۱۴۱ھ) میں منصور نے خراسان کے عامل عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کی بغاوت کے فرو کرنے کے لئے امیر الجیش بنا کر مہدی کو بھیجا اس نے اس مہم کو سر کیا پھر طبرستان میں مہدی نے جہاد کیا ۱۴۴ھ میں واپسی ہوئی۔

---

[1] کامل ابن اثیر صفحہ ۱۳۳ جلد ۶ [2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۵ و سبائک الذہب صفحہ ۸۵

ربط بنت سفاح کے ساتھ منصور نے مہدی کی شادی کر دی۔

شادی مہدی کی طبیعت میں اوائل عمری سے سخاوت کی طرف میلان اور بڑے داد و دہش کیا کرتا۔ مہدی کے پاس ایک شاعر آیا اسنے ایک قصیدہ مہدی کی شان میں پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

هو المهدی الا ان فیه مشابه صورت القمر المنیرا[1]

مہدی نے اس شاعر کو بیس ہزار درہم عطا کیے منصور کو جو خبر لگی اس شاعر کو بلایا۔ قصیدہ سنا اور کہا صرف چار ہزار درہم تو بقیہ واپس کر دو اور مہدی کی تنبیہ کی یہ تحریر کیا کہ جب کوئی شاعر سال بھر تک تمہارے در دولت پر حاضر رہے تو چار درم اس کو دو نہ یہ کہ ایک قصیدہ پر بیس ہزار عطا کرے۔

بیعت خلافت منصور کی وفات مکہ کے قریب ہوئی عمائد سلطنت جو ساتھ تھے ان سب نے بیعت کی اور اہل مکہ سے عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان نے بیعت کی منصور کی وفات کے بعد یارہویں ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو تخت خلافت پر مہدی بغداد میں متمکن ہوا اس وقت عمر اس کی ۳۳ سال کی تھی۔

نظم مملکت اعنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی مہدی نے جملہ سیاسی قیدیوں کو آزاد کر دیا اور جائدادیں واگذاشت کر دیں اور انعام و اکرام سے نوازا۔[2]

منصور خود دولت بنی عباس کو تمام خرخشوں سے پاک صاف کر گیا تھا ملک فارغ البالی اور خوش حالی کی طرف دن بدن بڑھ رہا تھا مہدی نے اپنی توجہ

---

[1] وہ مہدی ہیں اور خوبصورتی پورے چاند کے مشابہ ہیں طبری جلد ۹ صفحہ ۳۰۰
[2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۷۵

زیادہ تر اصلاحات کی طرف مبذول کی اسکا عہد خلیفہ ولید اموی کے عہد کے مشابہ تھا۔

رفاہِ عام مہدی نے مکہ معظمہ کے راستے درست کرائے قافلوں کے لیے جابجا سرائیں بنوائیں جو سرائے شکستہ تھیں ان کو درست کرایا ہر ہر منزل پر کنوئیں کھدوائے قافلوں کے جانوروں کے لیے کوؤں کے حوض بنوائے خانہ کعبہ کی عمارت کی توسیع کرائی[۱] چاروں طرف رواق تعمیر کرائے اور ان میں سنگ رخام کے ستون لگوائے[۲] اسی زمانہ میں مسجد نبویؐ کی عمارت میں ترمیم و توسیع کی[۳]

جذامیوں کی اعانت جذامیوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کردیے اور ان کے لیے حکم تھا کہ وہ گذرگاہوں پر نہ پھریں۔

برید بغداد مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور یمن کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم کیا[۴]

بیدار مغزی مہدی کی طبیعت عیش و عشرت کی طرف راغب تھی مگر حکومت کے فرائض میں کبھی غفلت نہیں کی اپنے والد منصور کی طرح حکومت کی تمام جزئیات پر نگاہ رکھتا تھا جنگوں میں شرکت[۵] کرتا اسکی عیش پرستی نظام حکومت میں کبھی خلل انداز نہ ہوئی[۶]

محکمہ حساب خلیفہ مہدی نے ایک نیا عہدہ محتسب کا قایم کیا تھا جس کے متعلق شہر کا انتظام اور ہر قسم کی نگرانی اور قیام امن کا کام تھا۔ وہ سپاہیوں کو ہمراہ لے کر وقتاً فوقتاً بازاروں میں گشت کرتا رہتا جو اوامر و احکام دیوان ضبطیہ سے جاری ہوتے ان کی تعمیل کرتا۔ سوداگروں کے اوزان اور پیمانوں کو جانچتا

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۷۶ [۲] تاریخ مکہ ارزقی جلد اول صفحہ ۱۷۵ [۳] دول اسلام ذہبی جلد ا صفحہ ۸۳ [۴] خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۴۳ [۵] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۷۴ [۶] الفخری صفحہ ۱۶۲ [۷] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۷۶

پڑتا تھا اگر کہیں دھوکا پایا تو فوراً مجرم کو اس کی دوکان کے ہی روبرو سزا دیتا[1]

وقف | مھدی نے مساجد اور مدارس کے واسطے محکمہ وقف قائم کیا۔ . . . .

مھدی کو زمانہ سکون کا ملا تھا اس نے اپنی مملکت کی ترقی و رفاہیت کے لیے زیادہ توجہ دی بادشاہ کی نظر التفات دیکھ کر علما امرا بھی امور نافعہ کی طرف لگ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کی قوم تمدن میں بہت جلد اس درجہ عالیہ کو پہنچ گئی کہ تجارت صنعت علوم و فنون ادبیہ میں ہمسایہ قوموں سے آگے نکل گئی۔

خلیفہ کے خلاف دعویٰ

ایک دن مھدی عباسی عدالت میں تمام ضرورت مندوں کی مختلف درخواستیں گذر رہی تھیں اس پر غور کر کے آپ احکام صادر کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور سلام کر کے بولا۔ امیر المومنین اگر کسی کو کسی کے خلاف شکایت ہو یا ایک نے دوسرے کا حق چھینا ہو تو وہ آپ کی خدمت میں فریاد لا سکتا اور اپنے درد کی دوا پا سکتا ہے لیکن جسے خود امیر المومنین پر دعویٰ کرنا ہو۔ فرمائے وہ کہاں جائے مجھے آپ کے خلاف استغاثہ کرنا ہے بتائیے آج میں پیش کردوں یا کل قیامت کے دن مالک یوم الدین کی عدالت میں جہاں کسی قسم کی طرفداری یا ناطرفداری کی سازش نہ ہوگی مھدی نے جواب دیا۔ اگرچہ تمام دنیوی حاکموں کا سر ہمارے حکم کے سامنے خم ہے۔ مگر شریعت کے حضور میں ہم بھی سر جھکاتے ہیں ہذا شریعت کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور تم اپنا انصاف اس دنیا میں پا سکوگے!

---

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو فرانسیسی صفحہ ۱۹۱

یہ کہہ کر امیر المومنین مسند خلافت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اس شخص کو ہمراہ لیے ہوئے قاضی کی عدالت میں پہنچے اور اس کے پاس جھک کر بولے اپنا دعویٰ پیش کرو۔ اس شخص نے قاضی کے سامنے دعویٰ پیش کیا امیر المومنین نے جوابدہی کی اس پر قاضی نے مدعی سے قانونی دستاویز طلب کی۔ اس شخص نے پیش کی قاضی نے معائنہ کرکے اس پر حکم لکھا جو مہدی کے خلاف اور مدعی کے حق میں تھا خلیفہ نے قاضی کے فیصلہ کے سامنے سر جھکایا مدعی کا مطالبہ پورا کر دیا[1]۔

قیدیوں کے عیال کی خبرگیری — قیدیوں کے عیال کی گذر اوقات کا انتظام حکومت کے ذمہ تھا۔

محکمہ برید — مکہ۔ مدینہ یمن اور عراق میں برید کا سلسلہ قائم کیا۔

مسجد حرام — مسجد حرام کے ارد گرد مکانات خرید کر اس کو بڑھوایا اور اپنے نام کا کتبہ لگوایا۔ ولید اموی کے نام کا کتبہ عمارت پر لگا ہوا تھا اس کو مٹوادیا۔ اور پرانے غلافوں کو اتروا کر اس کی دیواروں پر مشک وعنبر خوشبو کے لئے ملوایا اور قباطی۔ خز اور دیبا کے تین غلاف چڑھائے[2]

سلوک اہل مکہ کے ساتھ — مکہ مدینہ کے جملہ حقوق بحال کئے اولاد رسولؐ کی جائدادیں عہد منصور میں جو قرق کر لی گئیں تھیں وہ بحال کر دی گئیں۔ پانسو جوان انصار مدینہ سے منتخب کرکے لشکر حضور میں رکھے حرمین کے باشندوں میں کئی کروڑ نقد اور ڈیڑھ لاکھ پارچہ تقسیم کئے علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ حرمین کے بسنے والوں کی اتنی خدمت کسی خلیفہ نے نہ کی تھی[3]۔ مدرسہ محتاج خانہ

---

[1] جامع الحکایات صفحہ ۳۱۔ [2] تاریخ مکہ ازرقی صفحہ ۱۷۶۔ [3] دول الاسلام جلد اول صفحہ ۸۳

پاگل خانہ ۔ شفا خانہ بنوائے نہروں کو ترقی دی ۔

فتنہ زنادقہ مرو کے ایک گاؤں میں ایک شخص مقنع خراسانی نمودار ہوا ۔ اسکا نام حکیم بن عطا تھا ایک چشم تھا اور بدہیت سونے کا چہرہ منہ پر چڑھائے رکھتا اسنے "ماہ نخشب" چند اجزا کو مثل پارے وغیرہ کے ملا کر شعبدہ کے طور پر بنایا تھا یہ چاند دو مہینے تک ہر رات کو ایک کوئیں سے جو کوہ سیام کے نیچے واقع تھا نکلتا تھا اور بارہ میل تک اس کا لمعہ نور پہونچتا تھا نخشب شہر کے متصل یہ کنواں تھا یہ علاقہ ماوراالنہر کا ہے مقنع خراسانی اس شعبدہ سے لوگوں کو گمراہ کرنے لگا یہ شخص تناسخ ارواح کا قائل تھا پھر دعوئے الوہیت کر بیٹھا کہتا تھا خدا نے آدمؑ میں حلول کیا پھر نوحؑ میں اسی طرح مختلف انسانوں کے قلوب میں منتقل ہوتا ہوا ابو مسلم خراسانی کے بعد اس میں جلوہ گر ہوا ہے ماوراالنہر کے علاقہ کے لوگ کثرت سے معتقد ہوگئے اور اس کے مستقر کی سمت سجدہ کرتے اس فتنہ کی خبر مہدی کو لگی اس نے معاذ بن مسلم کو ایک فوج دے کر اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا مقنع نے کش کے قلعہ میں پناہ لی آخر میں جب عساکر عباسی کی یلغار سے بچنے کی صورت نہ دیکھی تو زہر کھا کر مر گیا اور اپنے اہل خاندان کو بھی زہر دیدیا اس کے ساتھی بہت سے تلوار کے گھاٹ اترے اور بقیہ تائب ہوئے ۔ یہ واقعہ ۱۶۱ھ کا ہے[۲]۔

بغاوت یوسف البرم خراسان میں ۱۶۳ھ میں یوسف بن ابراہیم المعروفہ برم نے بغاوت کی یزید بن مزید شیبانی نے یوسف کو

---

[۱] الفخری صفحہ ۱۶۱ [۲] ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۹ [۳] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۰۷ و ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳

ور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور دار الخلافہ بھیج دیا یہاں باغیوں کے سر قلم
کردئیے گئے [۱] - اس طرح بغاوت کا فتنہ ختم ہوا۔

عبد السلام بن ہاشم لشکری نے جزیرہ میں بغاوت کی شبیب بن قنسرین کے
ہاتھوں یہ بغاوت ختم ہوئی ایسے ہی مصر میں فتنہ اٹھا حاکم موسیٰ بن مصعب نے
باغیوں کا مقابلہ کیا اور باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا مہدی نے فضل بن صالح
کو بھیجا اس نے مصر میں امن و امان قائم کر دیا [۲]۔

جنگیں

مہدی کے زمانہ میں امن و سکون تھا اس کا معاصر شاہ یمن بادشاہ
فرانس تھا اس نے اندلس پر حملہ کرنے کے لئے خلافت بغداد کے ساتھ
دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔

رومیوں سے البتہ جنگ کا سلسلہ قائم تھا ۱۶۳ھ میں مہدی نے عظیم الشان
فوج سے ان کا مقابلہ کیا اور بہت سے مقاموں کو فتح کیا قلعہ سمالا پر ۳۸ دن محاصرہ
رکھا اور اس پر قبضہ کیا [۳] پھر دار الخلافہ واپس آیا مہدی نے اپنے عہد میں اتنی
فوج کشیاں کیں کہ بنو امیہ کے بعد اس کی مثال نہیں ملتی گرمائی فوجیں رومی ممالک پر
ہر سال حملہ آور ہوتی تھیں مہدی کے چچا نے ادھر فتح کیا میخائیل رومی دس ہزار
فوج سے نکلا حسن بن قحطبہ نے آلیا اور اس کو ناکام جانا پڑا ۱۶۵ھ میں مہدی نے
اپنے بیٹے ہارون الرشید کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف بھیجا ملکہ
ایرینی حکمران تھی ہارون سے نوے ہزار دینار سالانہ جزیہ پر صلح کر لی واپسی میں ہارون
کے حکم کے مطابق ہر ہر منزل میں اس نے اسلامی فوج کے لیے بازار لگوائے اور رہنما

---

[۱] یعقوبی ۲ ۴۸ [۲] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۸۳ [۳] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۱۲
[۴] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۹

ساتھ کیے تاکہ وہ آرام سے گذر جائے۔"

رومیوں نے ایک سال رقم ادا نہ کی تو سلیمان بن علی والی جزیرہ نے خلیفہ مہدی کے حکم سے روم پر حملہ بول دیا اور ان کو شکست دی اور سب مال غنیمت قبضہ میں کیا۔

ہند پر حملہ ہندوستان میں دریائے سندھ تک اسلامی قبضہ تھا مہدی نے ۱۵۹ھ میں عبدالملک بن شہاب کو دس ہزار فوج کے ساتھ بحری راستہ سے بھیجا اسنے شہر باربد کا محاصرہ کر لیا اور تین دن میں اس کو فتح کر لیا لیکن آب وہوا راس نہ آئی لوٹ آئے۔[۱]

حکمرانوں سے معاہدے سرحدی علاقوں کے غیر مسلم حکمران اکثر حکومت کے باغیوں سے ساز باز کر لیا کرتے تھے بعض اوقات حکومت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اس وجہ سے مہدی نے ۱۶۴ھ میں اپنے ماتحت باجگذاروں اور سرحدی حکمرانوں کے پاس سفیر بھیجے اور ان سے صلح ومفاہمت کر لی جس سے خطرہ کا سدباب ہو گیا اس سلسلہ میں کابل، طبرستان، صغد، طخارستان، بامیان، فرغانہ، اشروسنہ، سجستان، ترک، تبت، سندھ اور فغور چین اور بعض راجگان ہند نے اطاعت کے معاہدہ مہدی سے کر لیے۔[۲]

وزارت پہلا وزیر مہدی کا ابوعبداللہ معاویہ بن یسار تھا یہ علوم ادبیہ کا ماہر اور بے نظیر انشاپرداز تھا پہلے مہدی کا میر منشی رہا منصور ہمیشہ مہدی کو معاویہ کے مشورہ پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا چنانچہ مہدی

---

[۱] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۶ [۲] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ [۳] الفخری ۱۶۳

نے موقعہ پاکر اس کو وزیر اعظم کردیا اس نے تمام دفاتر کی تنظیم کی اور از سر نو ان کو ترتیب دیا خراج میں یہ ترمیم کی کہ نقد لگان کی جگہ پر پیداوار کے ایک حصہ کی تحصیل کا دستور مقرر کیا اسنے اصول خراج پر ایک کتاب بھی لکھی ہے ربیع حاجب کو ابوعبداللہ نے متنفر لگایا وہ اس کے درپے تخریب ہوا زندیقیوں سے مہدی کو عناد قلبی تھا ربیع نے مہدی سے کہا ابوعبداللہ کا لڑکا محمد ملحد ہے مہدی نے اس سے قرآن سنا اسنے غلط پڑھا اس کے قتل کا حکم دیدیا اور ابوعبداللہ کو ۱۶۱ھ میں معزول کردیا جس کے صدمہ سے ۱۷۰ھ میں وہ مرگیا[1] اور یعقوب بن داؤد جو ادب میں یکتائے روزگار تھا اور زیدیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اس کو وزیر کردیا اس نے زیدیہ کے فتنہ سے حکومت کو بچا لیا بڑے بڑے عہدہ ان کو دئے رئیس زیدیہ اسحاق بن فضل کو اسنے ابھارا مہدی کو خبر لگ گئی اس سے مال و متاع ضبط کیا اور اس کو معہ گھر والوں کے قید کردیا[2] یعقوب کے بعد فیض بن صالح نیشاپوری وزیر ہوا۔ جو مہدی کی وفات تک اپنے منصب پر رہا ادب میں کامل عالی حوصلہ مگر متکبر بڑا تھا جودوکرم میں عدیم النظیر تھا مہدی کی وفات تک فیض وزیر رہا۔ اس نے ۱۷۳ھ میں وفات پائی[3]۔

سیرت مہدی

مہدی شرم و حیا کا پیکر مجسم تھا اس کے سامنے سیاسی مجرم لایا جاتا کہ سن کر چھوڑ دیتا۔ ایک دن نماز میں یہ آیت پڑھی

"اگر تم کو بادشاہت ملے تو کچھ عجب نہیں کہ دنیا میں تم فساد پھیلاؤ اور باہمی رشتوں کو توڑو"۔

---

[1] الفخری صفحہ ۱۶۶ [2] یعقوب کو ہارون نے آزاد کیا اور مکہ میں ۱۸۶ھ میں فوت ہوا۔
[3] الفخری صفحہ ۱۶۹

اسی زمانہ میں موسیٰ بن جعفر بن علی اسکے قید خانہ میں تھے انکو بلوا کر اور انکو یہ آیت سنائی اور کہا مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اس کا مصداق کہیں میں نہ ہوں، اس لیے چاہتا ہوں کہ تم کو چھوڑ دوں شرط یہ ہے کہ تم عہد کرو میرے خلاف بغاوت نہ کروگے انھوں نے وعدہ کیا رہا کر دیے گئے۔

حلیم الطبع - فیاض - فصیح - انسان اور عابد سنت رسول کا تابع تھا خلفائے بنی امیہ کے وقت میں مقصورہ بنائے گئے تھے اسنے تڑوا ڈالے ممبروں کو جو اونچے تھے نیچے کرا دئے جتنے آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھے اتنے رکھے مہدی کا غلام ابوعون بیمار پڑا اسے دیکھنے خود مہدی گیا اس نے کہا جو وصیت ہو مجھ سے کہو پوری کر دوں گا اس نے کہا صرف آپ مجھ سے خفا ہیں راضی ہو جائیے مہدی نے کہا تم شیخین کو برا کہتے ہو اس لیے میں خفا ہوں تم توبہ کر دو میں رضامند ہو جاؤں گا اس نے کہا پہلے آپ لوگ اپنا حق کہتے تھے اور ہم آپ کی حمایت میں انکو غاصب کہتے تھے اگر اب کوئی بات نئی ہوگئی ہے تو وہ فرمائیے ہم اس کے مطابق عمل کریں۔

حج مہدی حج کو گیا اس شان و شوکت سے سفر کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ساٹھ لاکھ دینار خیر و خیرات میں صرف کیے[۱]

۸ **فتنہ وضع حدیث** مہدی کے زمانہ میں دس محدث آئے انھیں میں فرج بن افضالہ اور غیاث بن ابراہیم بھی تھا غیاث کو معلوم تھا کہ مہدی کو کبوتروں کا شوق ہے مہدی نے غیاث سے کہا آپ کوئی حدیث بیان

[۱] تاریخ عرب ۱۹۴

وہ کہنے لگا:

ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سبقت گھوڑوں میں مناسب ہے یا تیر اندازی میں یا پرندوں کے رکھنے میں مہدی کو اس جھوٹے خوشامدی محدث پر غصہ آیا مگر خاموش ہو گیا اور دس ہزار درہم اس کو دئے اور کہا کہ تم جھوٹی حدیثیں گھڑتے ہو۔ اس کے جانے کے بعد حکم دیا کہ چونکہ اس شخص نے ایک جھوٹی حدیث بیان کر کے مجھے لہو و لعب کی طرف اور زیادہ مائل کرنا چاہا اس لیے کبوتر خانہ کو منہدم کرا دیا اور اس کا نگران موقوف کر دیا اور کبوتر ذبح کرا دئے[1]

تبع تابعین کی تعداد جس قدر کم ہوتی جا رہی تھی اسی قدر ان کی طرف التفات بڑھتا جا رہا تھا۔ اسلام میں سوا سو برس میں نئی نئی اقوام داخل ہیں تھیں نو مسلموں میں اسلام کا نیا جوش تھا قوم فاتح کے مجمع میں عزت و اثر پیدا ے کی اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر نہ تھی کہ علوم دینی میں تبحر کا درجہ حاصل کریں اس ق و شوق کا نتیجہ تھا ممالک اسلامیہ میں گھر گھر حدیث و روایت کا چرچا تھا ہا درسگاہیں کھل گئیں کثرت سے احادیث کے مجموعے مرتب ہو گئے لیکن جقدر یث کی اشاعت کو وسعت حاصل ہوئی اعتماد و صحت کا معیار کم ہوتا گیا۔

ارباب روایت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ مختلف خیال مختلف ات۔ مختلف عقائد، مختلف قوم یہود و نصاریٰ مجوس سے لوگ شامل

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۹

تھے اہل بدعت (شیعہ خوارج۔ قدریہ جبریہ) جابجا پھیلے ہوئے تھے۔ یہودی
اپنے یہاں کی خرافات جو اسرائیلات کے نام سے ہے احادیث کی صورت
میں ڈھال دیا مجوس نے عرب فاتحین کے عناد اور کینہ پروری سے ثقہ مسلم
صورت بن کر حدیث میں بہت کچھ اپنا عقیدہ شامل کر دیا۔ مہدی کا ز
تمام عالم اسلامی میں سکون کا زمانہ رہا بیفکری سے اہل فساد اپنے کام میں
ہوئے تھے۔ گو جھوٹی حدیث بنانے کا فتنہ منصور کے زمانہ میں اٹھ کھڑا ہو
چنانچہ کوفہ میں ابن ابو العوجا ایک شخص تھا جس کا نام عبد الکریم تھا ۱۵۵ھ
واقعہ ہے کہ محمد بن سلیمان بن علی گورنر کوفہ کو اس کے چال چلن کی نسبت
پیدا ہوا تحقیقات سے پتہ چلا کہ حدیث وضع کرنے میں خاص مہارت رکھتا
فوراً گرفتار کیا اور حوالات بھیج دیا گیا خلیفہ منصور کا مقرب امیر عرب معن بن
شیبانی کا یہ قریبی عزیز تھا مگر محمد بن سلیمان نے پرواہ نہ کی لوگوں نے سفارش
کی۔ خلیفہ ناخوش ہوئے اور گورنری سے ابن سلطان معزول کر دیا گیا
کو ایک لاکھ کا لالچ دیا گیا کہ عبد الکریم قتل نہ ہو۔ مگر ابن سلیمان نے عبد الکر
قتل کرنے کا حکم دیدیا ادھر منصور نے حکم امتناعی ابن سلیمان کے پاس بھیجا۔
جو آیا اس کے سامنے ابن سلیمان نے ابن ابی العوجا کا سر ڈالدیا کہ یہ حدیث
کے گھڑنے والے کا سر ہے۔

جس وقت ابن ابی العوجا قتل ہونے لگا تو کہنے لگا خدا کی قسم اگر تم
قتل کرتے ہو تو کرو مگر میں نے چار ہزار حدیثیں بنائی ہیں جس میں حلال کو حرام اور حرا
حلال بنا چکا ہوں خدا کی قسم میں نے روزے میں تم کو افطار کرایا ہے اور افطا

روزہ رکھوایا ہے[۱]

ابن عدی نے جعفر بن سلیمان سے یہ سند بیان کر کے کہا کہ میں نے خلیفہ مہدی
سی سے سنا وہ کہتا تھا کہ ایک زندیق نے میرے پاس اقرار کیا کہ میں نے چار سو
یں بنائی ہیں جو آدمیوں میں پھیل گئی ہیں۔

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر صفحہ ۲۲۴ میں لکھا صرف شیعوں نے
ایک لاکھ احادیث جس میں زیادہ تر حضرت علی اور اہل بیت کی فضیلت کی تھے
گھڑی ہیں "

گو دعوت بنی عباس کے داعی سب سے زیادہ شیعان علی تھے اور ان کی
دہ سعی و تبلیغ جھوٹی حدیثوں کی اشاعت پر ہے مگر مہدی نے ایسے لوگوں کے
تھ کوئی رعایت نہیں برتی جو زندیق ملتا اس کو تلوار کے گھاٹ اتارتا اس کی
ں سخت گیری سے اس فتنہ میں بھی کمی ہونے لگی اور جھوٹی حدیث بیان کرتے ہوئے لوگ
تے منصور کے زمانہ میں جو سرمایہ حدیث کا جمع ہوا تھا اور وہ مہدی کے سپرد
یا اس کی اشاعت کا انتظام کیا حدیث سے اس کو دلی شغف تھا خود اس نے
احادیث مروی ہیں[۲]"

اہل علم کی مہدی بڑی قدر کرتا تھا اس سے تعلق جو علما تھے بڑے
ے کے عالم تھے۔ علامہ قاضی شریک کو ہادی اور ہارون کی اتالیقی پر مقرر کیا
ا شریک قاضی بھی تھے۔ اور یگانہ روزگار فاضل تھے۔

حمدان اصفہانی قاضی شریک کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں شریک

---

[۱] طبری جلد ۹ صفحہ ۲۸۶ و ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۳ (ذکر حوادث ۱۵۵ھ)
[۲] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۱

کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مہدی کا ایک لڑکا آیا اور اس نے کھڑے کھڑے کچھ
پوچھی لیکن شریک نے کچھ التفات نہ کیا۔ اس نے پھر پوچھا اور کچھ جواب نہ پا
نے کہا کہ آپ شہزادوں کی تحقیر کرتے ہیں شریک نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک
بہ نسبت شہزادوں کے زیادہ قدر ہے اور وہ اس کو ضائع نہیں کر سکتے یہ سنکر
کا بیٹا دو زانو ہو کر بیٹھا تو شریک نے کہا کہ ہاں یوں علمی باتیں پوچھی جاتی ہیں[1]

تصنیف و تالیف کا سلسلہ منصور نے جو محکمہ تراجم قائم کیا تھا مہدی نے
اور ترقی دی بلکہ اس کے زمانہ میں ترجمہ
کے کاموں کے علاوہ ایک خاص کام یہ انجام پایا کہ اس نے علماء کو حکم دیا کہ وہ
کے رد میں کتابیں لکھیں اور ان کے اعتراضات اور گمراہ کن خیالات کی تردید

علم الکلام مہدی کے عہد میں علم الکلام کی بنیاد پڑی[2]

علمی حیثیت علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا لیکن اپنے
خاندان کا چشم چراغ تھا۔ دینی علوم سے تو واقف تھا ہی پر
شاعری سے بھی دل لگاؤ تھا خود بھی شعر کہتا تھا علامہ سیوطی نے چند اس کے اشعار
نقل کئے ہیں۔

ولی عہدی مہدی نے بھی منصور کی طرح عیسیٰ بن موسیٰ پر سختیاں کیں بعد
خلافت سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا پھر اپنے بیٹوں موسیٰ
اور ہارون الرشید کو ولی عہد بنایا۔

وفات ۱۶۹ھ میں مہدی جرجان کی طرف شکار کھیلنے گیا وہاں زخمی ہو گیا

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۱ [2] طبقات الاطباء۔ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵

"ماسبذان" میں پہنچکر ۲۲ محرم سنہ ۱۶۹ھ کو انتقال کیا مدت خلافت ایک سال ڈیڑھ ماہ ہے

اولاد بطن خیزران سے موسیٰ ۔ ہارون دو بیٹے اور رذبانوقہ ایک دختر اور ریطہ بنت ابو العباس سے علی و عبید اللہ دو بیٹے اور ایک کنیز سے عباسہ اور بحتریہ بنت الاجہندہ سے عالیہ ، منصور ، سلیمہ تین لڑکیاں اور ایک کنیز سے یعقوب اور اسحاق اور ایک سے ابراہیم تھے لیکن بانوقہ نے بچپن میں انتقال کیا باقی رہی عباسہ اسکی شادی خلیفہ ہارون الرشید نے اول محمد بن سلیمان بن علی عباسی سے کی اور جب اس شہزادہ کا انتقال ہو گیا تو ابراہیم بن صالح بن علی کر دوسرا نکاح کر دیا[۱]

ملکۂ دوراں خیزران

خیزران بربریہ خاتون تھی بچپن میں بردہ فروشوں کے ہاتھ لگ گئی جب مہدی کے سامنے یہ خاتون لائی گئی ایک لاکھ درہم میں خرید لیا۔ بہ لحاظ حسن و جمال اپنا جواب نہ رکھتی تھی ۔ نہایت عقیل اور ذی علم خاتون تھی ابتدائے عمر میں کنیزی کا ٹیکا قسمت میں لکھا تھا مگر اللہ نے اس پر کرم کیا مہدی کی منظور نظر ہو گئی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا امام اوزاعی سے اسنے علم حاصل کیا۔ دینیات شعر ادب پر درک تھا امورات ملکی میں مہدی کو مشورہ دیتی ہادی اور ہارون کے ابتدائی عہد خلافت میں کل سلطنت پر حکمرانی کرتی تھی۔ فیاضی میں ضرب المثل تھی دروازے پر ہر وقت عام سائلوں کا مجمع رہتا ۱۷۱ھ میں حج کو گئی عربوں کو فیاضی سے

---

[۱] کتاب المعارف مسلم ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰

مالامال کردیا ۲۱۔ جمادی الثانی مطابق ۲۶ ر اکتوبر ۸۰۹ء کو انتقال کیا مقابر قریش میں دفن کی گئی۔

اتہام اس شہزادی عباسہ پر شیعی مورخین نے جعفر کے ساتھ عقد کا ایک بے بنیاد قصہ گھڑا کر دیا طبری نے جس سے روایت کی ہے احمد اور زہیر یہ معتزلی ذیم شیعہ تھے[1] کذب و افترا انکی گھٹی میں تھا ہزارہا حدیثیں جنھوں نے گھڑ لیں انکے لیے یہ واقعہ گھڑ لینا کیا مشکل تھا متاخرین مورخین میں سے خاوندشاہ مصنف روضۃ الصفا مزے لے لے کر قصہ کو کہتا ہے لہذا اس بحث میں پڑنا بیکار ہے غور و انصاف کی نظر سے یہ دیکھئے کہ کہاں خلیفہ ہارون الرشید اور اسکی بہن شہزادی عباسہ اور کہاں ایک عجمی غلام جعفر مجوسی النسل دونوں کے مرتبہ اور شان میں زمین و آسمان کا فرق ہے جعفر کا دادا خالد جس کو بعض مورخین کہتے ہیں جعفر بلخی (برمک اصغر) کی جو فتح بلخ پر صالح بن مسلم کے ہاتھ آئی انھوں نے عبداللہ بن مسلم کو دیدی اسکا لڑکا خالد تھا وہ عورت واپس جعفر کے پاس چلی گئی جہاں اس کی پرورش ہوئی[2] واللہ عالم بالصواب[3]

علمائے عہد

شعبہ ابن ابی ذہیب۔ حضرت سفیان ثوری۔ حضرت ابراہیم بن ادہم زاہد داود طائی زاہد۔ بشا بن برد۔ حماد بن سلمہ۔ ابراہیم بن طہمان خلیل ابن احمد صاحب العروض[4]

---

[1] موضوعات کبیر ملا علی قاری [2] البرامکہ صفحہ ۱۰۳ [3] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۲

خلیفہ الہادی ابو محمد موسیٰ

الہادی بن مہدی بن ابو جعفر منصور عباسی ہادی کی والدہ کا نام خیزران تھا یہ خاتون خلیفہ مہدی کی مملوکہ کنیز تھی اس کے ہی شکم سے ہادی اور ہارون اعظم پیدا ہوئے۔ ہادی رے میں ۱۴۷ھ میں پیدا ہوا تھا۔

خیزران کے ساتھ ۱۵۹ھ میں مہدی نے نکاح کیا تھا اور مہدی کے دل میں خیزران کی حسن لیاقت کی بڑی قدر و منزلت تھی آخر تک مہدی کی ملکہ بنی یہ خاتون بڑی عقیل و دانا اور سیاست ملکی سے دلچسپی لیتی تھی مہدی اکثر ملکی معاملات میں مشورہ لیا کرتا تھا

تعلیم و تربیت مہدی نے ہادی کو قاضی شریک کی زیر نگرانی تعلیم دلوائی استعداد معقول تھی مگر اپنے بھائی ہارون کے مقابلہ میں علمی اعتبار سے یہ کچھ نہ تھا۔

ولی عہدی ہادی سولہ برس کے سن میں ولی عہد بنایا گیا۔

بیعت خلافت مہدی کی زندگی میں ہادی فوج لے کر جرجان کی طرف گیا ہوا تھا وہیں مہدی کی وفات کی خبر لگی یحییٰ بن خالد برمکی اور ہارون الرشید ماسبندان میں مہدی کے ساتھ تھے، وہیں ان دونوں نے ہادی کے لیے ارکان سلطنت سے بیعت لی اور مہر عصا اور ردا اور خلافت مع تعزیت نامہ اور تہنیت کے ہادی کے پاس جرجان بھیجا ہادی وہاں سے بغداد واپس آکر صفر ۱۶۹ھ میں مسند خلافت پر بیٹھا اور عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ بیع

کو منصب وزارت پر سرفراز کیا اس وقت عمر ۲۰ سال کی تھی۔

زندیقیوں کا استیصال پہلا کام ہادی نے یہ کیا جو زندیق سامنے آیا اس کو تلوار کے گھاٹ اتارا یعقوب بن فضل قید میں تھا باپ کی وصیت پر اس کو گھاٹ کنارے لگایا۔ اس کے عہد میں یزدانِ مانی کا فتنہ اٹھا یہ لوگ نور اور ظلمت دو خداؤں کی پرستش کرتے تھے ان میں سے جو شخص بھی ملا زندگی سے ختم کر دیا گیا۔

حسین بن علی کا ظہور ۱۶۹ھ میں حسین بن علی بن حسن المثلث نے مدینہ میں امامت کا اعلان کیا کوفیوں نے جو سنا بخوشی دلی تائید کی۔ حسین نے اہل مدینہ سے اپنی بیعت لی خزانہ پر قبضہ جمایا عمر بن عبدالعزیز جو عبداللہ بن عمر بن خطاب کے پوتے تھے ان کی مزاحمت سے عاجز رہے بیعت کے بعد گیارہ روز قیام مدینہ میں کیا پھر حج کو روانہ ہوئے ہادی نے محمد بن سلیمان عباسی کو اس سال امیر الحج مقرر کیا اور حسین کے مقابلہ کا حکم دیا مقام ذی طویٰ میں محمد بن سلیمان نے اپنا لشکر مرتب کیا۔ مکہ معظمہ پہنچا تو ادھر بھی ہوا خواہ دولت عباسیہ آملے یوم الترویہ کو صف آرائی کی نوبت آئی ایک خونریز جنگ کے بعد حسین معہ ہمراہیوں کے میدان مصاف سے ہٹ گئے بہت سے آدمی معرکہ میں کام آئے خاتمہ جنگ کے بعد محمد بن سلیمان مکہ معظمہ سے رخصت ہو اذی طویٰ پہونچا تھا کہ ایک شخص نے حسین کا سر لا کر پیش کیا اس جنگ میں اکثر عامۂ آل ابی طالب کام آئے ادریس بن عبداللہ بن حسن بلاد مغرب فاس چلے گئے وہاں جا کر مضافات

سلمہ البدایہ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۱۵۷

طنجہ میں ظہور کیا اور انکے بیٹے ادریس نے حکومت ادریسیہ قائم کی[۱] اس کے حالات "خلافت ہسپانیہ" میں لکھ چکا ہوں یحییٰ بن عبد اللہ جو نفس ذکیہ کے بھائی تھے اس معرکہ سے بچ کر نکلے بلاد دیلم پہنچکر علم مخالفت بلند کیا[۲]

مسعودی کا بیان ہے کہ ہادی کے سامنے جب حسین کا سر پیش کیا گیا وہ رو دیا اور سر لانے والے سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ترک یا دیلم کا سر لائے ہو یہ عترت رسول کا سر ہے اس کا کمترین بدلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی صلہ لانے والے کو نہ دیا جائے[۳]"

حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت علویوں کا ہنگامہ کچھ ٹھنڈا پڑا تھا کہ حمزہ خارجی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا یہاں کے حاکم منصور بن زیاد نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں موصل کے علاقہ میں ہردد میں مقابلہ ہوا حمزہ کامیاب رہا فوج منصور شکست پاگئی حمزہ نے تمام سامان پر قبضہ کیا منصور بن زیاد کے دو آدمی حمزہ کے ساتھ لگ گئے موقعہ پاکر دھوکے سے اس کو قتل کر دیا[۴] اس طرح یہ بغاوت ختم ہوئی۔

رومیوں سے معرکہ ہادی کے زمانہ میں پھر رومیوں نے ہاتھ پیر نکالے حدیثہ پر حملہ کر کے رومیوں نے قبضہ جمایا تھوڑے دنوں بعد ۱۶۹ھ معیوف بن یحییٰ نے ان رومیوں کی سرکوبی ایسی کی کہ حدیثہ سے بھاگے ان کے پیچھے معیوف بڑھتا چلا گیا رومی علاقہ آشنہ تک قبضہ کیا[۵]

سیرت ہادی آزاد مزاج۔ عشرت پسند لہو لعب میں زیادہ مصروف رہتا۔[۶]

---

[۱] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۸۸ و خلافت ہسپانیہ (از انتظام اللہ شہابی)

[۲] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم صفحہ ۲۵۰ [۳] مروج الذہب جلد ۶ صفحہ ۲۶۷ [۴] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۳۱ [۵] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۱ [۶] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۹۰

نہایت قوی اور بہادر تھا خوش رو طویل القامت دو زرہیں پہنے ہوئے گھوڑے پر کود کر سوار ہو جاتا۔ فیاض خوش طبع تھا۔ مزاج میں غیرت بہت تھی۔ نبیذ جس کو فقہائے اعراق نے جائز کر رکھا تھا اس کا شغل رکھتا گانے سے بھی دلچسپی تھی

نظام مملکت امور سلطنت میں وہ انہماک کے ساتھ مشغول رہتا تھا۔ ربیع حاجب کو حکم دیا کہ میرے پاس صاحب حاجت جب کبھی آئے اس کو نہ روکا جائے کیونکہ امیر کا پس پردہ بیٹھنا حکومت اور رعایا دونوں کے لیے مضر ہے

رعایا نوازی ہادی رعایا کی بھی خبر گیری میں مہدی کے نقش قدم پر تھا اپنے ربیع کو یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ میرے سامنے کوئی معاملہ غلط پیش نہ ہو ورنہ رعایا اور حکمران دونوں کے لیے ضرر رساں ہے

سب سے پہلے اسی کی رکاب میں سوار برہنہ شمشیر لے کر چلتے تھے اگلا ب حراب کی فراوانی تھی سوار ہادی کے کسی خلیفہ نے مابین جرجان و بغداد ڈاک نہیں بٹھائی[1]

اقتدار ملکہ خیزران ہادی کے آغاز حکمرانی میں حکومت کی نگران ملکہ خیزران بھی اس کو یہ بات بہت کھٹکی ایک دن ماں کو سختی سے منع کیا کہ امراء آپ سے مشورہ کرنے نہ آویں ورنہ وہ قتل کر دیئے جائیں گے۔

شعر و شاعری ہادی فصیح و بلیغ اور ادیب تھا کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتا چنانچہ ذیل کے اشعار جبکہ ہارون نے اسکے لڑکے جعفر کی بیعت سے انکار کیا تھا کہے تھے جو مشہور ہیں ؎

نصحت لھارون فرد نصیحتی — وکل امرءٍ لا یقبل النصح نادم

---

[1] طبری جلد ۱۰ صفحہ ۵۸۵ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۹۰

وادعو للامر المولف بینتا ۔ فیعیا عنہ وھو فی ذاک ظالم
ولولا انتظاری منیومًا الی غد ۔ لعاد الی ما قلتہ وھو راغم[1]

(ترجمہ) میں نے ہارون کو نصیحت کی مگر اسنے قبول نہ کیا۔ اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا وہ نادم ہوتا ہے میں ایسی باتیں کہتا ہوں جو ارتباط کا سبب ہیں۔ اور وہ اس سے دور بھاگتا ہے اور اس بارے میں وہ ظالم ہے ۔ اگر مجھے امروز فردہ کا انتظار نہ ہوتا۔ تو چار ناچار مری بات اس کو ماننا ہی پڑتی ۔

صلہ گستری خلیفہ ہادی ایک دن دربار میں بیٹھا تھا مروان بن ابوحفصہ نے ایک قصیدہ جو ہادی کی تعریف میں تھا اس کے سامنے پیش کیا۔ جس وقت حفصہ اس شعر پہ پہونچا ؎

تشابہ یوما باسہ و نوالہ ۔ فما احد یدری لایھما الفضل

(ترجمہ) میں نے ایک دن اس کی اور اس کی بخشش کی تشبیہ دی ۔

تو کوئی نہ کہہ سکا کہ کس کو ترجیح دیجائے

ہادی نے سن کر کہا تو انعام لینے میں کس بات کو ترجیح دیتا ہے تیس ہزار فوراً وصول پالینے کو یا ایک لاکھ کے لیے حکم خزانہ سے پانے اور پھر وصول کرتے پھرنے کو مروان بن ابوحفصہ نے کہا تیس ہزار نذری اور ایک لاکھ ما بعد کو خلیفہ نے ہنسکر کہا اچھا تجکو دونوں رقمیں فوراً ملجائیں گی چنانچہ اسی وقت ایک لاکھ تیس ہزار ابوحفصہ کو دیدیے گئے

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ١٩٠

اوصاف ہادی تمام اوصاف جہاں بانی سے متصف تھا۔ خانگی صحبتوں میں بے تکلف مگر دربار میں آتے ہی اس میں تغیر پیدا ہوجاتا۔ جری۔ سخت گیر عزم وہمت کا حکمران نظر آتا۔

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ

ہادی بیدار مغز۔ غیور۔ فیاض۔ بہادر۔ مجتمع الحواس فرمانروا تھا[۱]

فیاضی فیاضی میں اپنے باپ کے مثل تھا۔ طبری اور خطیب نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات اپنی تاریخوں میں درج کیے ہیں

ملحدوں کا دشمن ملحدوں اور زندیقوں کا سخت دشمن اور مانی مذہب کے مٹانے میں اسکی سعی بلیغ تھی[۲]

آنحضرت صلعم سے محبت وعقیدت سرکار دو عالم سے خاص عقیدت ومحبت تھی ایک مرتبہ ابو الخطاب سعدی شاعر مدحیہ قصیدہ کہہ کر لایا جب یہ شعر سنا۔

یاخیر من عقدت کفاہ حجزتہ وخیر من قلوبتھا امرھا حضر

اے تمام دنیا کے لوگوں میں بہترین آدمی۔ اور تمام ان لوگوں میں بہتر جو مالک حکم ہوئے ہیں

تو ہادی نے فوراً ٹوکا کیونکہ اس میں آنحضرت صلعم کا بھی استثنا نہ تھا ابو الخطاب سمجھ گیا اور برجستہ یہ شعر اس طرح پڑھا۔[۳]

الا النبی رسول اللہ ان لہ فضلاً وانت بذالک الفضل تفتخر

مگر سوائے نبی کریم صلعم کے کیونکہ تمام بہتری انپر ختم ہوگئی ہے اور تجھے آپ کی امت میں ہونیکا فخر ہے

---

[۱] الفخری صفحہ ۱۷۱ [۲] طبری جلد ۱۰ صفحہ ۵۸۸ [۳] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۴

ہادی نے کہا کہ ہاں تو نے صحیح کہا اور بہت اچھا کہا پھر اسکو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا

خلیفہ ہادی کی حریفانہ مساعی

خلیفہ مہدی اواخر عمر میں ہارون سے محبت زیادہ کرنے لگا تھا ہادی کو ہارون سے عناد پیدا ہو گیا تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ کی وصیت کے خلاف ہارون کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنا چاہا یزید بن مزید۔ علی بن عیسیٰ اور عبداللہ بن ملک ہادی کی رائے کے موید تھے البتہ یحییٰ بن خالد برمکی جو ہارون کا مدارالمہام تھا وہ ہادی کے خیالات کی اصلاح کرتا مگر یزید وغیرہ اکساتے رہتے ادھر ہارون کے پیچھے ہادی پڑ گیا کہ وہ جعفر کے حق میں خلافت کی ولی عہدی سے دست بردار ہو جائے یحییٰ بن خلد نے ہارون سے کہا تم شکار کی اجازت لے کر دارالخلافہ سے کنارہ کش ہو جاؤ اس بنا پر ہادی نے یحییٰ کو قید کر دیا۔[1]

ہادی کی موت

اس واقعہ کے بعد ہادی بلاد موصل کی طرف چلا گیا اتفاق وقت سے بیمار پڑا اور لوٹ آیا اور اسی حالت میں ہارون کو ہرثمہ کے ہاتھوں ختم کرانا چاہا۔ خیزران کو پتہ چل گیا وہ بددعا کرنے لگی پچھلی رات کو جاگا تو شدت سے کھانسی آئی گلے میں پھندا پڑ گیا اور دم فنا ہو گیا[1] خیزران نے ہرثمہ کو بلوا کر کہا ہادی چل بسا تم یحییٰ کو قید سے رہا کر دو وہ فوراً ہارون کو مطلع کرے۔ چنانچہ یحییٰ جیل سے سیدھا ہارون کی خوابگاہ میں گیا وہ سو رہا تھا اس کو جگا کر مژدہ خلافت سنایا ہارون[2] ہادی کے بالین

لہ ابن خلدون جلد ششم کتاب ثانی ۲۵۵

پہ گیا اس کو مردہ پایا۔ تجہیز و تکفین کرکے نماز جنازہ پڑھائی دفن کر دیا۔

خلیفہ ہادی نے نو اولادیں چھوڑیں جعفر۔ عباس۔ عبد اللہ۔ اسحاق اسمٰعیل۔ سلیمان۔ موسیٰ۔ دو لڑکیاں ام عیسیٰ و ام عباس تھیں[1]۔

ہادی کی وفات کا دن ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ کا تھا عمر اس کی ۲۶ سال کی تھی یہ واقع عیسیٰ آباد میں ہوا۔ اس کی خلافت ایک سال دو مہینہ ۲۲ دن رہی

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۰ و البدایۃ و النہایۃ جزو عاشر صفحہ ۱۴۰

شہنشاہ اعظم ابو جعفر ہارون الرشید

نام ونسب ہارون رشید ابن خلیفہ مہدی محمد بن خلیفہ منصور عبد اللہ بن امام محمد عباسی ہاشمی۔

ولادت آخری ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں بمقام "رے" یہ نامور خلیفہ پیدا ہوا ان دنوں مہدی یہاں کا والی تھا والدہ کا نام "خیزران" ام ولد تھی جو اپنے وقت کی ملکہ دوران تھی۔

تعلیم وتربیت ہارون رشید کا دادا خلیفہ منصور زندہ تھا اس وجہ سے تعلیم و تربیت کا انکی طرف سے خاص اہتمام کیا گیا تھا ہر فن کے مجتہدین جدا جدا ہارون کو پڑھاتے تھے اتالیق یحییٰ بن خالد برمکی تھا رشید کو علمی ذوق و شوق بچپن سے تھا۔ ہارون رشید نے اپنے باپ دادا اور شیخ الحدیث مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کی اور اس سے مامون الرشید وغیرہ نے کی علامہ سیوطی نے قاضی فاضل سے ایک جگہ نقل کیا ہے کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصول علم کے لیے سوائے خلیفہ ہارون الرشید کے سفر اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ یہی خلیفہ ہے جو امام مالک کی خدمت میں موطا پڑھنے کے واسطے حاضر ہوا۔ ہارون کو علم الحدیث سے دلی لگاؤ تھا۔ صرف ونحو۔ لغت۔ ادب اور تمام فنون میں جو عربیت کے عناصر ہیں انہیں درک حاصل کیا اس کی طبیعت نہایت موزوں واقع ہوئی تھی۔" آغانی۔ عقد الفرید وغیرہ علم ادب کی کتابیں اس کے فصیح و بلیغ

؎ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۸

خطبات اور حکیمانہ اقوال اور دلکش اشعار سے مالا مال ہیں"

شاعری فن شعر میں اس کو کامل دست گاہ تھی فصاحت و بلاغت کے متعلق وہ شعرا کی غلطیاں بتا دیا کرتا تھا مگر خود شعر بہت کم کہتا تھا

ولی عہدی مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ بعد ہادی کے رشید تاج و تخت کا مالک ہوگا۔

ہارون الرشید کی خلافت

چنانچہ خلیفہ ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات سولھویں تاریخ ربیع الاول ۱۷۰ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۷۸۶ء میں بڑی دھوم دھام سے بمقام عیسیٰ باد (۲۲ برس کی عمر میں) ہارون الرشید تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا[۱] اس رات کا یہ واقعہ بھی عجیب ہے۔ کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی دوسرا مسند خلافت پر بیٹھا اور تیسرا وارث تاج و تخت (مامون الرشید) پیدا ہوا[۲] اسی شب میں غزیمہ بن خازم نے جعفر بن ہادی کو گرفتار کیا حواس باختہ ہو کر خواب غفلت سے چونک پڑا تب غزیمہ نے کہا کہ اگر تم علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت سے باز دعوے داخل کر کے ہارون الرشید کی خلافت کو تسلیم نہ کرو گے تو علی الصبح قتل کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ تلوار کے زور اور جان کے خوف نے جعفر نے دعوے خلافت سے ہاتھ اٹھا لیا اور صبح کو مجمع عام میں ہارون سے بیعت کی۔ جن لوگوں نے پیشتر ہادی کے دباؤ سے جعفر کی بیعت کی تھی۔ انھوں نے بھی سبکدوشی حاصل

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۱۶۰ [۲] تاریخ بغداد صفحہ ۶

کی اور بلا شرکت غیرے ہارون الرشید عباسی دنیائے اسلام کے مستقل خلیفہ قرار پائے چنانچہ خلیفہ نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لے کر کل سفید وسیاہ کا یحییٰ برمکی کو مالک کر دیا۔ چنانچہ یہ اس کی کارگزاریوں کا صلہ تھا جو حصول خلافت میں بمقابلہ ہادی کے کی گئی تھیں۔ خلیفہ ہارون بلا مشورہ اپنی والدہ خیزران اور یحییٰ برمکی کے کوئی کام امور سلطنت کا انجام نہ دیتے اس سال کے تاریخی واقعات میں سے امین الرشید، مامون الرشید کی ولادت اور افریقہ مدینہ منورہ کے والیوں کی تبدیلی کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی یعنی بہ سبب فوت ہو جانے یزید بن حاتم مہلبی کے افریقہ میں اس کا بیٹا داؤد مقرر کیا گیا اور مدینہ کا والی عمر و بن عبدالعزیز العمری معزول کیا گیا۔ اور بجائے اس کے اسحاق بن سلیمان عباسی مقرر ہوا۔

۱۷۱ھ سے ۱۷۵ھ تک خراسان موصل۔ سندھ کے حکام کا انتظاماً تبادلہ کیا گیا جس میں سوائے معمولی نظم ونسق کے اور کوئی بات نہ تھی۔ البتہ ۱۷۶ھ میں عبداللہ بن الحسن علوی کے خروج کے سبب سے بعض بعض والیوں کے کے خیالات بھی بگڑ چلے تھے۔ اس لیے ہارون الرشید نے تمام صوبوں پر ایک خاص نظر ڈالی اور جس کی نسبت شبہ ہوا وہ علیحدہ کر دیا گیا چنانچہ موسیٰ بن یحییٰ والی مصر کی نسبت دارالخلافہ میں یہ خبریں پہونچ رہی تھیں کہ وہ خلیفہ کا دشمن ہے اور انقلاب حکومت پسند کرتا ہے۔ اس لیے غصہ ہو کر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ بجائے موسیٰ کے میں مصر کی حکومت ایسے شخص کو دوں گا جو نہایت ہی ذلیل اور ادنیٰ درجے کا ہوگا اور وزیر برمکی کو حکم دیا کہ اس خدمت کے واسطے کوئی شخص

تجویز کیا جائے چنانچہ وزیر السلطنت نے عمرو بن مہران کو پیش کیا۔ یہ شخص نہایت بدشکل۔ اور عجیب الخلقت تھا اور آنکھیں اس کی بھینگی (احول) تھیں اور شکل صورت کے ساتھ لباس بھی نئے رنگ ڈھنگ کا پہنتا تھا۔ جس قسم کا امیدوار خلیفہ کو منظور تھا چونکہ یہ شخص ٹھیک ویسا ہی تھا۔ اس لیے عطائے سند کے واسطے دربار عام میں بلایا گیا۔ جب خلیفہ نے حکومت مصر کا مژدہ سنایا تو اس نے یہ شرط پیش کی کہ "جس وقت میں مصر کے انتظام سے فارغ ہو جاؤں تو واپسی کے لیے دربار خلافت سے اجازت کی ضرورت نہ رہے بلکہ جب میرا دل چاہے چلا آؤں"۔ خلیفہ نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور قاعدے کے موافق رخصت کر دیا۔ کامل ابن الاثیر کی روایت ہے کہ جب یہ حضرت دارالامارۃ مصر میں پہنچے۔ اس وقت موسیٰ کا دربار لگا ہوا تھا۔ ارباب حاجت عرض معروض میں مصروف تھے جب سب رخصت ہو گئے تو اخیر میں ان کی باری آئی۔ موسیٰ نے سائل سمجھ کر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا کہ مصر کی حکومت۔ تب موسیٰ حیران ہو گیا کبھی سائل کو دیکھتا تھا اور کبھی اس کی درخواست پر غور کرتا تھا۔ کہ عمرو بن مہران نے امیر المومنین کا دستخطی مہری پروانہ نکال کر سامنے رکھ دیا موسیٰ نے مضمون پڑھ کر پوچھا کہ "ابوحفص (خدا ان کو زندہ رکھے) تشریف لاتے ہیں" انھوں نے جواب دیا ابوحفص میری کنیت ہے۔ لیکن موسیٰ کو باوجود ملاحظہ پروانہ کے ابوحفص کی بات کا یقین نہ آتا تھا۔ اور اسی حیرانی میں سرنگوں تھا۔ آخر مجبوراً یہ فقرہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ لعن اللہ فرعون حیث قال الیس لی ملک مصر یعنی فرعون پر خدا کی لعنت ہو اسی ملک مصر کے غرور پر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا

کہ کیا میں مصر کا مالک نہیں ہوں''

مصر کے انتظام کے بعد ۱۷۶ھ سے ۱۸۱ھ تک افریقہ اور خراسان کے والیوں کے تبادلے ہوتے رہے اور ۱۸۲ھ سے ہارون الرشید کے انتقال تک بہت زیادہ ردوبدل نہیں ہوا چنانچہ تمام سلطنت کے مشہور صوبوں کے گورنروں کی فہرست ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

والیان صوبہ جات

مکہ معظمہ عباس بن محمد۔ سلیمان بن جعفر۔ موسیٰ بن علیٰ بن عبداللہ بن محمد قثمی عبداللہ بن محمد عمرانی عبیداللہ بن محمد عباس۔ علی بن موسیٰ۔ عثمانی۔ فضل بن عباس۔ احمد بن اسمٰعیل۔

مدینہ منورہ اسحاق بن علی۔ عبدالملک بن صالح۔ محمد بن عبداللہ۔ موسیٰ بن عیسٰی۔ ابراہیم بن محمد۔ محمد بن ابراہیم۔ عبداللہ بن مصعب بکار بن عبداللہ مصعب۔ محمد بن علی وہب بن منبہ

کوفہ موسیٰ بن عیسٰی۔ محمد بن ابراہم۔ یعقوب بن ابوجعفر عباس بن عیسٰی۔ اسحاق بن الصباح الکندی۔ جعفر بن ابوجعفر۔

بصرہ محمد بن سلیمان۔ سلیمان بن جعفر۔ عیسٰی بن جعفر۔ حزیمہ بن خازم۔ جریر بن یزید جعفر بن سلیمان جعفر بن جعفر۔ عبدالصمد بن علی۔ مالک بن الخزاعی اسحاق بن سلیمان۔ سلیمان بن جعفر۔ اسحاق بن عیسٰی۔

خراسان ابوالفضل بن سلیمان طوسی۔ جعفر بن محمد بن الاشعث۔ عباس بن جعفر

عطریف بن عطاب ۔ سلیمان بن راشد ۔ علی الخزاج حمزہ بن مالک ۔ فضل بن یحییٰ برمکی ۔ منصور بن یزید جعفر بن یحییٰ برمکی۔

افریقیہ | روح بن حاتم مہلبی ۔ یزید بن حاتم ۔ داؤد بن یزید ۔ فضل بن روح ۔ ہرثمہ ابن عین ۔ محمد بن مقاتل بن حکم ۔ ابراہیم بن اغلب ۔ عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب[۱]

سندھ | اسحاق بن سلمان ۔ فارس محمد بن سلمان بن علی[۲]

امین و مامون کی ولیعہدی

امین الرشید کی ولیعہدی زبیدہ خاتون اور فضل برمکی ۔ اور عیسیٰ بن جعفر (امین کا ماموں) کی کوششوں سے ۱۷۵ھ / ۷۹۱ء میں ہو چکی تھی لیکن چونکہ امین کی طبیعت عیش پسند واقع ہوئی تھی ۔ اس لیے ہارون الرشید ہر موقع پر مامون کو ترجیح دیتا تھا ۔ اور اس کا میلان طبع یہی تھا کہ وہی خلافت کا مستقل مالک ہو اس لیے بمقام رقہ ماہ محرم یوم پنجشنبہ ۱۸۲ھ مطابق ۲۲ فروری ۷۹۸ء مامون کی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی ۔ اور صوبہ خراسان و ہمدان کا والی مقرر کر دیا ۔ تاہم عمائد بنی ہاشم اور ارکان فوج کے خوف سے جو امین کے طرفدار تھے ۱۸۶ھ / ۸۰۲ء میں ہارون الرشید نے بمقام مکہ معظمہ دونوں شہزادوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے اور خانہ کعبہ کے اندر لے جا کر خاص طور پر نمائش کی صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی رو سے جو ممالک امون الرشید

---

[۱] [۲] ابن خلدون صفحہ ۲ جلد ہفتم کتاب ثانی

کو ملے اس میں کرمان شاہ، نہاوند، قم، کاشان، اصفہان، فارس، کرمان، رے، قومس، طبرستان، خراسان، زابل، کابل، ہندوستان، ماوراء النہر اور ترکستان داخل تھے امین کو بغداد، واسطہ، بصرہ، کوفہ، فشامات، سواد عراق، موصل، جزیرہ حجاز، مصر اور مغرب کی انتہائی حدود تک کی حکومت ملی اور دستاویزات بعد تکملہ کے حرم کعبہ میں آویزاں کر دی گئیں۔ اس کے بعد ۱۸۶ھ میں اپنے تیسرے بیٹے قاسم (موتمن) کو جزیرہ ثغور اور عواصم کی حکومت دی اور مامون الرشید کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق ثابت نہ ہو تو وہ اس کو معزول کر سکتا ہے لیکن چوتھے بیٹے معتصم کو خلافت سے اس بنیاد پر محروم رکھا کہ وہ جاہل ہے لیکن یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ زوال سلطنت عباسیہ تک معتصم کی اولاد میں خلافت و سلطنت باقی رہی۔ ہارون الرشید نے بنظر رفع خانہ جنگی اپنے بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر دیا تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہی تقسیم گویا خانہ جنگی کی بنیاد تھی جیسا کہ ہارون الرشید کے انتقال کے بعد واقعات پیش آئے۔

ملکی بغاوتیں خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں جو بغاوتیں ہوئیں وہ عمال کی بے عنوانیوں اور رعایا کی ناراضی کا ثمرہ یا سادات کرام (علویین) کے ادعائے خلافت کا نتیجہ تھا چنانچہ منصور عباسی کے زمانے میں محمد بن عبداللہ بن حسن نے جو سیدنا امام حسنؓ کے پرپوتے تھے۔ علماء مدینہ کے فتوے کے موافق خروج کیا تھا۔ اور بہت خونریزی کے بعد وہ شہید ہو گئے تھے اور ان کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ اس زمانے سے روپوش ہو گئے تھے لیکن ۱۷۶ھ میں جب انکی

طرف رجوعات زیادہ ہوگئی تھی تو دیلم میں ظہور کیا اور شان و شکوہ سے خلیفہ کے مقابلہ کو اٹھے لیکن فضل برمکی کی حکمت عملی نے فوراً اس ہنگامہ کو دبا دیا یحییٰ ہارون کے پاس چلے آئے اور معاہدہ لکھا گیا اس کے بعد سادات نے پھر کبھی سر نہیں اٹھایا۔

فتنہ خوارج

البتہ اسی سال میں دمشق (شام) میں بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جس میں طرفین کے ہزاروں آدمی کام آگئے اس فتنہ کا بانی ابو الہیذام تھا جس کا اصلی نام مامون عمارہ تھا۔ اور سبب اس کا یہ ہوا کہ خلیفہ کے ایک عامل نے سجستان میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اس نے وہاں تو کچھ نہیں کیا لیکن شام میں آکر جمعیت بہم پہنچائی۔ اور پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کو اٹھا۔ آخر اس درجہ سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کتنے ہی قبائل عرب کے فنا ہوگئے اور یہ فساد اس وقت تک نہیں مٹا جب تک ابو الہیذام ۱۸۲ھ (۷۹۸ء) میں مر نہیں گیا۔ اس کے بعد موصل مصر۔ ماوراء النہر وغیرہ میں عمال کی جانب سے جو بغاوتیں ہوئیں وہ قابل ذکر نہیں ہیں کیونکہ یہ سب جھگڑے بہت جلد رفع کر دئے اور ایسے معمولی تھے کہ جس کا کوئی اثر سلطنت پر نہیں پڑا۔

فتوحات

خلیفہ ہارون الرشید ان اولو العزم خلفاء میں سے ہے جس کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار تھی لیکن قلم کا پلہ بھاری تھا۔ اسلئے اگر ممالک مفتوحہ کی طولانی فہرست ہم نہ لکھ سکیں تو کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے تاہم ۲۳ برس کی حکومت میں باوجود سادات اور عمال کی ہنگامہ و فتنہ پردازیوں کے فتوحات میں خلیفہ منصور مہدی سے کم نہیں ہے جنگ جہاد کا شوق اس خلیفہ میں پیدائشی

تھا۔ چنانچہ شاہزادگی کے زمانہ میں بماہ جمادالثانی ۱۶۵ھ میں دس ہزار کی جمعیت سے روم پر فوج کشی کی اور پے در پے فتحیں حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ گھوڑا ایک ایک درہم (چار آنہ) کو بک گیا اور ملکہ ایرینی نے ستر ہزار دینار سالانہ خراج دینا تسلیم کر کے صلح کر لی۔ اس لڑائی میں ۵۴ ہزار رومی قتل ہوئے۔ جب تخت نشین ہوا تو قلعہ صفصاف قلعہ، تملیہ (سلی) قلعہ قلقونیہ اور شہر دلس فتح کیا۔ یونان پر کئی مرتبہ حملہ آور ہوا اور آخر کو بالجزائر قبرس فتح کیا پھر منہدم کر کے آگ لگا دی۔ اور سولہ ہزار آدمی گرفتار کر لایا غرضیکہ ملکی حدود اس قدر وسیع کر دیئے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے ہارون الرشید کے کل فوجی کارنامے تفصیل سے دکھانا تو مشکل ہے۔ لیکن اہل روما کے ساتھ جو واقعات پیش آئے۔ وہ مختصراً لکھے جاتے ہیں جن میں ہارون خود سپہ سالار بن کر گیا تھا چنانچہ ۱۸۷ھ ۸۰۲ء کا واقعہ ہے کہ جب ایرینی فرمانروائے روم نے سرکشی کی تو قاسم کی ماتحتی میں روم پر فوج کشی ہوئی اور شہزادے نے قلعہ سنان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ملکہ نے تاب مقابلہ نہ دیکھ کر ادائے خراج پر صلح کر لی۔ لیکن اس کی معزولی کے چند مہینے بعد نقفور (نیکفورس یا نائسفورس) تخت نشین ہوا تو اس نے ادائے خراج سے انکار کیا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے ہارون الرشید کو یہ خط لکھا کہ:۔ ملکہ سابق نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی کمزوری اور حماقت تھی اب میں تخت نشین ہوا ہوں اس لیے لکھتا ہوں کہ جس قدر خراج اب تک سلطنت روم سے وصول کیا ہے وہ فوراً واپس کر دو ورنہ بذریعہ تلوار کے فیصلہ کیا جائے گا۔

نقفور کی گستاخانہ تحریر پڑھتے ہی ہارون الرشید آپے سے باہر ہو گیا اور اسکا

چہرہ غصہ سے آگ ہوگیا۔ امرا اور وزرا کے حواس جاتے رہے۔ کسی میں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مجال نہ تھی چہ جائیکہ کوئی گفتگو کر سکتا۔ اس لیے خط کی پشت پر خود ہی اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے۔

من هارون امیر المومنین الی نقفور کلب الروم قد قرأت
کتابک یا ابن الکافرہ والجواب ما تراہ دون ما تسمعہ

یعنی یہ خط امیر المومنین ہارون رشید کی طرف سے نقفور (سگ رومی)
کے نام ہے اے کافرہ کی اولاد۔ میں نے تیرا خط پڑھا جواب اس کا تو
نہ سنے گا بلکہ آنکھوں سے دیکھ لے گا"

ہارون نے اسی وقت فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور اس تیزی سے اس پر جا پڑا کہ "نقفور" حیرت زدہ رہ گیا۔ جب پائے تخت "ہریکلی" تباہ ہوگیا اور رومی فوج بہت کچھ تلوار کے گھاٹ اتری تب نقفور نے معافی مانگی اور شرائط سابق پر صلح کرلی ہارون کے بغداد لوٹنے پر نقفور نے معاہدہ توڑ ڈالا یہ خبر بغداد پہنچی تو عبد اللہ بن یوسف اور ابو العتاہیہ نے چند شعروں میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور ہارون کے سامنے پیش کئے ہارون نے اس مرتبہ ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج اور رضاکاروں کے علاوہ تھے دار السلطنت پر حملہ بول دیا۔ ایشیائے کوچک فوج کی یلغار سے پائمال ہوگیا ابراہیم بن جبریل نے ۱۸۸ھ میں حملہ کیا "منی فور" مقابلہ پر آیا شکست کھائی چالیس ہزار آدمی اس کے مارے گئے سرحد روم کے مشہور قلعے فتح ہوگئے۔ داؤد بن عیسیٰ اور شرجیل بن معن اور یزید بن مخلد۔ حمید بن معیوف نے حصن صقالیہ۔ دلسہ صفصاف۔ مغلونیہ۔ سواحل شام

وغیرہ پر داد شجاعت دی رومیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا ستر ہزار رومی قید کیے گئے خود ہارون طوانہ کی طرف قدم رنجا ہوا نقفور گھبرا گیا اور جزیہ خراج دیکر صلح کرنے پر مجبور ہو گیا۔ قونیہ اناطولیہ بھی قبضہ و تصرف میں آئے۔[1] ہارون نے سواحل شام پر چھاؤنیاں قائم کیں قلعہ بنوائے اور طرطوس جیسی زر پرواد سار دتیہ بسایا اور مصیصہ لوانہ مرنو مستحکم کیا اور مسلمان آباد کیے اور رولسہ کے خطرناک لوگوں کو جلاوطن کیا۔[2]

وقائع

۱۷۰ھ ہارون تخت خلافت پر بیٹھا۔

۱۷۱ھ میں عزل و نصب عمال

۱۷۲ھ میں شہر دلبہ امیر عبدالرحمٰن بن صالح کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

۱۸۰ھ میں سخت زلزلہ آیا جس سے اسکندریہ کے منارے گر پڑے۔

۱۸۱ھ میں قلعہ صفصاف خود امیر المومنین کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

۱۸۳ھ میں ملک ارمینہ میں غدر ہو گیا جہاں مسلمان ایک لاکھ قتل ہوئے

۱۸۹ھ اہل روم نے مسلمانوں کو اپنے علاقہ سے نکالا۔

۱۹۰ھ میں ہرقلہ (اس کا ذکر آچکا ہے) فتح ہوا۔ یزید بن محمد نے قونیہ فتح کیا اور حمید بن معیوف قبرس پہونچا اس کو تباہ کیا اور ۱۶ ہزار آدمی گرفتار کر لایا۔

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۹۴ [2] فتوح البلدان صفحہ ۱۷۷

وسعت سلطنت

ہارون الرشید کی وسعت سلطنت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جس ملک کا فرمانروا تھا۔ اس کی حدیں ہند اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی سوائے اندلس کے اور کل اسلامی دنیا ہارون کے تابع فرمان تھی۔ یورپ جس پر ناز کر سکتا تھا وہ صرف روم، یونان، کا ملک تھا۔ اور یہ دونوں حکومتیں سلطنت عباسیہ کی باجگزار تھیں۔"

خراج کل ملک کا سالانہ خراج سات ہزار پانچسو قنطار تھا! ایک قنطار ۸۰۴۰ دینا اور ایک دینار ۵ روپے) یعنی آج کل کے حساب سے اکتیس کروڑ پچیس لاکھ روپے تھا۔ بادی النظر میں یہ خراج روپے میں ایک پائی کے برابر نہیں معلوم ہوتا ہے اور نہ اس خراج سے وسعت سلطنت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت خراج کے اصول بالکل اسلامی تھے۔ اور جن مدات کی آمدنی سے آج شاہوں کے خزانے پر ہیں ان کا نام و نشان نہ تھا۔"

عسکری قوت فوج کی تعداد تقریباً دو لاکھ سوار و پیادہ کے تھی گو یہ تعداد کم معلوم ہوتی ہے۔ مگر انتظام سلطنت کے واسطے کافی تھی۔ کیونکہ اس عہد کا ہر مسلمان پیدائشی سپاہی تھا۔ اور وقت ضرورت کے تمام ملک امنڈ آتا تھا۔ جن کو صرف سواری اور ہتھیار حکومت سے دئے جاتے تھے۔ سوار کی تنخواہ بیس روپے اور پیادہ کے دس روپے ہوتے تھے۔ افسروں کی تنخواہ بھی کچھ زیادہ نہ تھی اور سپہ سالاری کا کام جنگ کے وقت قسمت یا صوبہ کے افسر وزیر اعظم۔ قاضی القضاۃ اور خلیفہ

کے بیٹے کر لیا کرتے تھے۔

ہارون کے زمانہ میں وزرائے بھی امیر العسکر کے فرائض انجام دیئے یحییٰ برمکی اور فضل برمکی کے واقعات پیشتر آچکے ہیں۔

فوجیوں سے سلوک

امیر العسکر فوج کے ساتھ نہایت رواداری کا اور محبت کا سلوک کرتا تھا مگر اس کے ساتھ جنرل اسباب کا لحاظ رکھتا تھا کہ فوجی مفتوحہ ممالک کے کسی فرد سے بدسلوکی سے پیش نہ آئے اگر کسی شخص سے کوئی حرکت سرزد ہو جاتی تو اس کو سخت سزا دیتا۔ فوجیوں کو شراب پینے کی سخت ممانعت تھی اور ان کی اخلاقی زندگی کو جنرل سنوارنے کی حتی الامکان کوشش کرتا تھا۔[1]

سپاہی کے لیے یہ طے تھا کہ چار ماہ سے زیادہ اپنے اہل و عیال سے علیحدہ نہیں رہ سکتا اس کو رخصت مل جاتی تاکہ وہ اپنے بال بچوں میں جا کر رہے۔[1]

جزیہ

بنی امیہ اور بنی عباس کے فرمانروا جزیہ وصول کرنے میں عدل و انصاف اور نرمی کا برتاؤ ذمیوں سے روا رکھتے تھے ہارون کے زمانہ میں اور بھی نرمی برتی جانے لگی۔ چنانچہ

"قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) امام ابو یوسف نے ہارون رشید کو خط میں لکھا تھا۔

---

[1] سرو سین از جسٹس امیر علی۔

آپ کا فرض ہے ذمیوں سے رواداری برتیں یہ ابن عم آنحضرت صلعم کا معمول تھا ان کی ضرورتوں سے بے خبر نہ رہے ان پر جبر و جور اور زیادتی نہ ہونے پائے جزیہ کے علاوہ ان کا مال نہ لیا جائے[۱]

تحفظ حقوق ذمی ہارون نے ذمیوں کے حقوق کے لیے ایک مستقل محکمہ قائم کیا تھا۔[۲]

بغداد

ہارون الرشید کے عہد میں بغداد "عروس البلاد" بن گیا تھا۔ ۱۲ میل طولاً اور ۳ میل عرضاً مسلسل آبادی تھی ۲۰ لاکھ کی مردم شماری تھی تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام تھے شاہی محلات جو منصور و مہدی کے زمانہ میں بنائے گئے تھے ہارون نے ان کو اور زیادہ وسعت دی جعفر بن یحییٰ برمکی کا محل شاہی محل سے بھی بلند پایہ تھا جس میں دو کروڑ درہم صرف ہوا تھا۔[۳] امرائے بنی عباس کے محلات بھی شان و شوکت میں کم پایہ نہ تھے صنعت و حرفت کی ترقی معراج کمال پر تھی صدہا مدارس و مکاتب تھے غرضکہ دارالخلافہ کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

وزارت عظمیٰ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمکی کو قلمدان وزارت دے کر کل سلطنت اسلامیہ کا سیاہ و سفید کا مالک کر دیا تھا مہر خلافت

---

[۱] کتاب الخراج صفحہ ۱۳۷، [۲] سراسین صفحہ ۲۱۵، [۳] طبری جلد ۳ صفحہ ۶۷۳

بلکہ اپنی مہر خاص بھی اس کے حوالہ کردی یحییٰ علم وفضل میں یگانہ روزگار تھا مگر
سے لگا دیکھتا تھا حکومت کا کام نظم ونسق یحییٰ کے اشارہ چشم وابروسے چلتا تھا ہارون نے
یحییٰ کی خدمت کا یہ صلہ دیا مگر مجوس زادہ[۱] نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا امرائے
عرب کو ہٹا کر بڑے بڑے عہدوں پر اپنے اعزا مقرر کر دئے اور خزانہ کا روپیہ داد ودہش
میں صرف کرنے لگا شعرا کے دل و دماغ دولت سے خرید لیے جنھوں نے تعریف و توصیف
کے پل باندھے یحییٰ کا نائب فضل بن یحییٰ کو کر دیا۔ ہارون کا رضاعی بھائی تھا ذی علم
ذی لیاقت

ہارون کی منشا سے یحییٰ برمکی کا بیٹا جعفر جو بے بدل ادیب اور انشاپرداز علوم
وفنون کا جامع تھا عہدۂ وزارت پر فائز ہوا یہ باپ سے زیادہ ہشیار و چالاک
تھا تھوڑے عرصہ میں حکومت کی تمام مشنری پر چھا گیا ہر شعبہ پر اس کا کامل دخل تھا

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر [۲] تاریخ بغداد جلد الرابع عشر صفحہ ۱۲۹
[۲] یحییٰ کا باپ خالد برمکی کے بزرگ آتشکدہ نوبہار کے پوجاری تھے عہد خلافت حضرت
عثمان غنی ۳۱ھ میں خراسان فتح ہوا آتشکدہ ویران ہوا پوجاری متولی بھی در بدر پھرنے لگے
۸۶ھ میں عہد ولید اموی میں قتیبہ بن مسلم حجاج نے پھر فوج کشی خرسان کے مواضعات برمکی مال
غنیمت میں لونڈیاں آئیں ایک عورت برمک تھی وہ عبداللہ بن مسلم برادر قتیبہ کے حصہ میں آئی پھر اہل
مرو سے صلح ہوئی تو لونڈیاں واپس ہوئیں کنیز عبداللہ حمل سے تھی یہ عورت جعفر برمکی کے ہاتھ
لگی خالد اس کا بیٹا کر کے مشہور ہوا۔ خالد جوان ہو کر دعوت بنی عباس میں شامل ہوا۔ بعد کو
سفاح نے اس کو اپنا وزیر بنایا۔ مہدی کے زمانہ میں موصل کا گورنر رہا۔ ۱۶۳ھ میں فوت ہوا
[۳] ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۰۶

اس کے عہد میں ہارون کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ وہ معمولی رقم بھی براہ راست خزانہ سے نہیں طلب کر سکتا تھا یحییٰ، فضل و جعفر کی بدولت حکومت کے تمام شعبوں پر خاندان برامکہ کے افراد قابض تھے سلاطین پر ان کی ہیبت اور عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا وہ امید و بیم کے مرکز تھے ان کے سامنے خلیفہ کو کوئی پوچھتا نہ تھا حتیٰ کہ سلاطین و امرا کے پاس سے آتے ہوئے ہدایا سیدھے برامکہ کے پاس پہنچتے تھے اور خلیفہ کو عموماً خبر بھی نہ ہوتی تھی برامکہ نے شعبوں اور اپنے عزیز و اقارب کے گھر مال و دولت سے بھر دیے تھے شاہی خاندان اسقدر گر گیا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے لیے باب وزارت کا راستہ لیتا۔

عبدالملک بن صالح عباس نے جعفر بن یحییٰ سے درخواست کی کہ ہارون سے مری تین حاجتیں پوری کرا دیجئے دس لاکھ درہم دلا دیجئے میں قرضہ ادا کروں گا مرے بیٹے کو کسی صوبہ کا گورنر مقرر کرا دیجئے اس سے مری حیثیت بڑھ جائے گی خلیفہ کی صاحبزادی سے مرے بیٹے کا رشتہ کرا دیجئے جعفر نے جواب دیا یہ رقم ابھی تمہارے گھر پہنچ جائے گی تمہارے بیٹے کو میں مصر کا گورنر مقرر کرتا ہوں۔

امیر المومنین کی فلاں صاحبزادی کا اتنے اتنے مہر کے بدلہ تمہارے بیٹے کا نکاح کرتا ہوں[1]

عبدالملک جب گھر آیا دیکھا مطلوبہ رقم پہنچ چکی ہے جعفر کے قابو میں ہارون مثل کٹ پتلی کے تھا صبح جعفر نے ہارون سے گورنری کا پروانہ اور نکاح کی منظوری بھی لے لی۔

---

[1] مسلمانوں کا نظام مملکت صفحہ ۱۵۳ [1] الفخری ص ۱۱۸

اس واقعہ سے جعفر کے اثر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ سلطنت پر تو چھایا ہوا تھا ہارون اور اس کے خاندان کے پرائیویٹ معاملات پر بھی اس کا بے پایاں اثر تھا کہ ہارون کی اولاد کی شادی و بیاہ کرنے کا مجاز بھی رکھتا تھا جعفر حکومت کی دولت بے غلو غش خرچ کرتا تھا اپنے محل کی تعمیر میں دو کروڑ درہم خرچ کئے ہارون نے خزانے کی جانچ شروع کی تو معلوم ہوا برامکہ نے خزانہ خالی کر دیا ہے[۱]

ہارون کو جعفر سے بے حد انس تھا اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا بلکہ جعفر پر اس کو کامل بھروسہ تھا۔ ہارون سا مذہبی شخص جعفر سے عیاش کی صحبت میں رنگین و عیاش مزاج ہو گیا جعفر کا عالم یہ تھا کہ بقول ابن خلکان ہر جمعہ کو ایک باکرہ کنیز جعفر کے پاس خلوت میں بھیجی جاتی تھی[۲]۔

مصنف اعلام الناس نے لکھا ہے۔

محفل عیش و طرب خلیفہ ہارون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں کے بعد شب کو عیش و طرب کے جلسوں میں بیٹھا کرتا تھا باوجودیکہ صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا تاہم اس کی یہ مجلس رندانہ ہوتی تھی پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہوتا بے تکلف احباب جمع ہوتے اور نبیذ کا دور چلتا[۳]

بعض مورخین نے ہارون پر مے نوشی کا الزام تراشا ہے مگر علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے لیکن نبیذ کا پینا ان کو بھی تسلیم ہے۔

غرضکہ جعفر کے واقعات عیش پرستی اور اس پر طرہ یہ کہ ان برمکہ نے امام موسیٰ

[۱] البرامکہ صفحہ ۴۷ [۲] ۳۲۳ [۳] اعلام الناس و ابن خلکان صفحہ ۱۳۳ [۶] کامل ابن اثیر صفحہ ۵ جلد
[۳] نبیذ کھجور کی تاڑی رنگین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے علمائے کرام نے حلت کا فتویٰ دیا تھا۔

کاظم کو زہر دلوایا تھا[1] جعفر وغیرہ عام طور پر زندیق مشہور تھے[2] اس کا نتیجہ یہ ہوا ملک میں ان کے خلاف آتش مخالفت پھیل گئی خاندان شاہی علیحدہ ان کی حرکتوں سے بدظن تھا علماء ان کے طور و طریق اور بے دینی سے ناراض تھے چنانچہ علامہ ابوالربیع محمد بن لیث جو عہد رشید میں باوقار عالم تھے خلیفہ کو ایک طولانی خط میں لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

امیرالمومنین قیامت کے دن تو خدا کو کیا جواب دے گا کہ تو نے یحییٰ بن خالد اور اس کی اولاد کو مسلمانوں پر حاکم مقرر کر رکھا ہے جو کام اہل اسلام کا تھا وہ زندیقوں کے سپرد کیا ہے۔"

خط کا مضمون پڑھ کر برامکہ کے عقائد کی طرف سے ہارون مشتبہ ہو گیا اس کے علاوہ فضل بن ربیع کو ان کا اقتدار ناگوار تھا اس نے برامکہ کے خلاف ہارون کو اور بھڑکایا[3]

اس کے علاوہ وزارت کتابت حجابت اور سپہ سالاری کے تمام عہدوں[4] پر یحییٰ برمکی کی اولاد ممتاز تھی چنانچہ پچیس شخص برامکہ کے حکمران تھے[5] مختصر یہ کہ عہد ہارون میں برامکہ سیف و قلم دونوں کے مالک تھے اور دولت عباسیہ کے جانشیں

نوٹ: جعفر کو فلسفہ سے زیادہ رغبت تھی اس فلسفہ پسندی نے اسکو اور یحییٰ کو زندقہ منسوب کر دیا تھا چنانچہ اصمعی کا یہ قول مشہور ہے۔

جس کسی مجلس میں شرک کا ذکر چلتا ہے تو برمکیوں کا چہرہ چمک اٹھتا ہے لیکن ان کے سامنے کوئی آیت پڑھی جائے تو وہ مزدک کی حکایتیں بیان کرنے لگتے ہیں[6]

[1] کتاب زہر الربیع جلد اول صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ بمبئی [2] برامکہ صفحہ ۳۴۲ [3] برامکہ صفحہ ۲۴۸ [4] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۱ [5] الفخری صفحہ ۱۹۱ [6] کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰

ذلت سے خارج کر دئے گئے تھے"

مصنف حیواۃ الحیوان لکھتا ہے کہ

"جب ہارون الرشید نے دارالسلطنت سے نکل کر ملک کا دورہ شروع کیا تو جس جگہ اور جس باغ میں اس کے ڈیرے کھڑے ہوتے وہاں معلوم ہوتا کہ یہ برامکہ کی جاگیر ہے ان صداؤں نے ہارون کے کان بدمزہ کر دئے تھے"

اسمٰعیل بن یحییٰ ہاشمی امرائے دربار سے تھا وہ جعفر اور ہارون کی باہمی کشیدگی سے متاثر ہو کر پہلے خلیفہ سے جعفر کی تعریف و توصیف کی پھر جعفر کے پاس آیا یہ وہ زمانہ تھا خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا والی مقرر کر کے چند روزہ معزول کر دیا تھا اور اب نہروان کی حکومت سپرد کی تھی جعفر کا سامان سفر درست ہو رہا تھا اسمٰعیل لکھتا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے سردار آپ ایسے شہر جاتے ہیں جس کے اطراف نہایت وسیع اور خیر و برکت کی جگہ ہے اگر آپ بعض جاگیریں امیر المومنین کی اولاد کے نام منتقل فرما دیں تو ترقی دولت کا باعث ہو سکتا ہے۔ جب اسمٰعیل کہہ چکا تو جعفر نے اسمٰعیل کی طرف غضب ناک ہو کر دیکھا اور کہا کہ اے اسمٰعیل تمہارے ابن عم ہارون الرشید میرے ہی طفیل میں روٹی کھاتے ہیں اور سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہوا ہے۔ خزانہ کو دولت سے پر کر دیا ہے اس پر بھی صبر نہیں آتا ہے اب ان چیزوں پر تاک لگائی ہے جس کو میں نے اپنی اولاد کے واسطے ذخیرہ کیا ہے وہ میرے بعد ان کے کام آوے خدا کی قسم اگر کوئی شے بھی مجھ سے ہارون نے طلب کی تو اس پر جلد وبال نازل ہوگا[1]

---

[1] اعلام الناس صفحہ ۱۵۳

ہارون کا مخبر غلام جو جعفر کے پاس رہتا تھا اس واقعہ کی اسنے اپنے آقا سے خبر کردی اس بیان کے بعد جعفر اس کا مستحق تھا کہ وہ اپنے اعمال کی سزا کو پہونچے ہارون کی دوربین نظر نے برامکہ کے اس جاہ و جلال سے مستقبل میں خطرہ محسوس کیا اور اس اندیشہ سے اس کی نظریں بدل گئیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ جعفر کو ٹھکانہ لگایا گیا یحیٰی اور فضل جیل میں ٹھونس دئے گئے ان میں سے یحیٰی اور فضل ہارون کی زندگی ہی میں جیل کی نذر ہوئے بقیہ لوگ سٹرک گئے تمام برامکہ کی جاگیرات ۔ مال و اسباب و زر نقد بحق حکومت ضبط کیا گیا اس اثاثہ سے تین کروڑ چھ لاکھ چھتر ہزار دینار وصول ہوئے[1] منجملہ اس کے ایک کروڑ تیس لاکھ کی رقم صرف آمدنی جاگیرات کی وصول کر کے خزانہ شاہی میں داخل کی گئی ۔

شعراء جو برامکہ کے پروردہ تھے انھوں نے جعفر[2] کے قتل پر دردناک مرثیہ لکھے خود خلیفہ کو بھی صدمہ تھا کہ اس کی رنگین صحبتیں ختم ہوگئیں اور عیش و عشرت کا باب بند ہوگیا ۔

جعفر کے بعد صحیح معنیٰ میں ہارون الرشید حکمران ہوا مگر اس کی مسرتیں بالکل ختم ہو چکی تھیں ۔

---

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۰۵ ۔ عقد الفرید

[2] جعفر یحیٰی قاضی ابو یوسف کا شاگرد تھا بیت الحکمتہ کے قیام کے بعد حکما کی صحبتوں میں فلسفیانہ خیالات کا حامی ہوگیا ۔ فصاحت بلاغت ادب و انشا میں اسکو اتنا کمال حاصل تھا کہ ایک ایک رات میں ہزار ہزار توقیعات لکھ ڈالتا تھا[3] اپنی ذہانت طباعی اور خوش مزاجی سے ہارون کے مزاج میں بہت رسوخ پالیا تھا آخر میں اپنے آقا کے خلاف سازشیں کرنے لگا آخرش حکومت کے شکنجہ میں کس گیا

[3] ابن خلکان صفحہ ۱۳ ۔

برامکہ کی تباہی کے بعد رافع بن سیث کی طرف سے خراسان میں شورش بپا ہوئی ارون
وفات نے امین کو بغداد میں قائم مقام کیا اور مامون کو ساتھ لیا اور خود وہاں
کے فتنہ کو دبانے کے لیے روانہ ہوا۔ طبیعت پہلے سے کچھ ناساز تھی جرجان پہنچکر بیاد
خراب ہوگئی اس سے طوس واپس آیا۔ علاج معالجہ کیا گیا کچھ افاقہ نہ ہوا جب زندگی
سے مایوس ہوگیا تو اپنی قبر کھدوائی اور اس میں کلام مجید پڑھوایا آخرش بروز شنبہ
جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں طوس کے غرنبکہ میں انتقال کیا عمر ۴۴ سال کی تھی۔
۲۳ سال خلافت کے فرائض انجام دیئے[1]۔

اثاثہ

ہارون الرشید نے دو کروڑ دینار۔ اسباب و جواہر و نقرہ گھوڑے
کروڑوں دینار کی مالیت کے بیت المال میں چھوڑے[2]۔

مرثیہ

ہارون الرشید پر صدہا شعراء نے مرثیہ لکھے اس جگہ ابو الشیص شاعر

ہارون کے چار بیٹیاں اور بارہ بیٹے تھے۔
محمد امین (بطن زبیدہ خاتون) علی (بطن امۃ العزیز) موسیٰ ہادی۔ عبد اللہ
المامون۔ قاسم موتمن۔ محمد معتصم۔ صالح۔ محمد ابو عیسیٰ محمد ابو یعقوب۔ محمد ابو العباس
محمد ابو سلمان۔ محمد ابو علی۔ محمد ابو احمد۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۳ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۰

کے تاثرات نقل کرتے ہیں۔

غربت فی الشرق شمس　　فلھا ألعینان تدامع
ما رأینا قط شمساً　　غربت من حیث تطلع[1]

(ترجمہ) مشرق میں آفتاب غروب ہوگیا۔ اس کے لیے مری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں کسی نے آفتاب کو اسی سمت میں غروب ہوتے نہ دیکھا ہوگا جہاں سے وہ نکلا تھا۔

خلیفہ ہارون الرشید میں وہ تمام خصائل مجتمع تھے جو ایک پاک باز اور

سیرت　دین دار بادشاہ میں ہونا چاہئے۔"

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

ہارون الرشید میں جس قدر خوبیاں جمع تھیں وہ کسی دوسرے فرمانروا کو نصیب نہیں ہوئیں"

علم و ہنر۔ تدبیر۔ دانائی فہم و فراست۔ عزم و ثبات۔ فیاضی شجاعت اور بلند حوصلگی میں خلفائے بنی عباس میں ایک ممتاز خلیفہ تھا شاہانہ شان و شوکت اور علم و ہنر کی سرپرستی نے ہارون الرشید کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا اس کی قدردانی اور صلہ گستری نے دور دور سے اہل کمال اس کے دربار میں جمع کردئے تھے عظیم القدر شہنشاہ ہونے کے باوجود تکلف اور تعصب مزاج میں نام کو نہ تھا جبریل اور بختیشوع عیسائی اطبا کا جو اعزاز دربار میں تھا اس کی نظیر نہیں ملتی منکہ ہندی فلسفی کی قدردانی کا جواب نہیں ملتا اس کے دربار علمی میں یہودی۔ پارسی عیسائی ہندو علما و حکما شریک ہوتے انکو انعام و اکرام سے نوازتا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۲۲۲

مذہب

مذہبی عقائد اور خیالات میں مستحکم فرائض شرعیہ کا بڑا پابند تھا خطیب تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں "وحکی بعض اصحابہ انہ کان یصلی فی کل یوم مائۃ رکعۃ الی ان فارق الدنیا"[1]

غرضکہ ہارون علاوہ فرائض کے سو رکعتیں روزانہ پڑھتا[2] سوائے بیماری کے کبھی نماز قضا نہیں کی اگر ایک سال جہاد کرتا تو دوسرے سال خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتا تیئیس ۲۳ برس کی خلافت میں آٹھ یا نو بار حج کیا۔ ۱۷۹ھ میں مکہ معظمہ سے عرفات تک پاپیادہ گیا[3] حج کے موقعہ پر علماء و فقہا کی کثیر تعداد ہمراہ ہوتی[3] اور جس سال اتفاق نہ ہوتا تو اپنی طرف سے تین سو حجاج کا ایک قافلہ روانہ کرتا[4] اور نقد و جنس ساتھ کر دیتا۔ خود حج میں بڑی آہ و زاری سے دعائیں مانگتا جہاد کا شوق اور شہادت کا بڑا ولولہ تھا خطیب و طبری کا بیان ہے کہ ہارون محرمات کی عظمت کرتا تھا

خیرات و مبرات

ہارون الرشید کی سخاوت کی دھوم تھی۔ خیرات علانیہ اور خفیہ دونوں طرح پر جاری تھی ایک ہزار درہم روزانہ جیب خاص سے خیرات کیا کرتا منصور سے زیادہ سخی تھا چنانچہ سفیان بن عیینہ کو اس نے ایک لاکھ درہم عطا کئے اسحاق موصلی کو دو لاکھ دینے کا حکم دیا۔ مروان بن حفصہ کو ایک قصیدہ کے صلہ میں پانچ ہزار دینار دیئے

بزرگان دین سے عقیدت

ہارون بزرگان دین سے خاص تعلق رکھتا تھا حضرت فضیل بن عیاض کے مکان پر خود جاتا۔ اور وہ جو نصیحت

---

[1] تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۶ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۹۰ [3] تاریخ الخلفا و الفخری صفحہ ۱۴۵

[4] تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۔

فرماتے تھے اس کو رغبت کے کانوں سے سنتا تھا وہ فرماتے تھے کہ لوگ ہارون کو ناپسند کرتے ہیں لیکن مجھے یہ محبوب ہے[1]

ہارون اور سفیان ثوری

ہارون اور سفیان ثوریؒ میں بچپن سے دوستی تھی جب یہ خلیفہ ہوئے تو سفیان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی لیکن سفیان نے پروا نہ کی آخر ہارون نے ان کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

از ہارون رشید بنام برادرم سفیان۔ برادرم تم کو معلوم ہے کہ خدا نے تمام مسلمانوں میں رشتہ اخوت قائم کیا ہے اور میرے تمہارے جو تعلقات تھے بدستور قائم ہیں۔ تمام میرے احباب میری خلافت کی مبارکباد دینے کو میرے پاس آئے اور میں نے انکو گراں بہا صلے دیئے افسوس ہے آپ اب تک نہ آئے میں خود حاضر ہوتا لیکن یہ امر شان خلافت کے خلاف تھا۔

جواب

از بندہ ضعیف سفیان بنام ہارون فریفتہ دولت۔ تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کے روپیہ کو بیموقع اور بیجا گرانبہا صلے دیکر خرچ کیا اس پر بھی تم کو تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو۔ کہ قیامت میں تمہارے اصراف کی شہادت دوں۔ ہارون تجلو کل خدا کے سامنے جواب

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۵

جینے کے لیے تیار رہنا چاہئیے تو تخت پر اجلاس کرتا ہے۔ حریر کا لباس
پہنتا ہے ترے دروازہ پہ چوکی پہرہ رہتا ہے۔ ترے عمال خود
تو شراب پیتے ہیں اور دوسروں کو شراب پینے کی سزا دیتے ہیں
خود زنا کرتے ہیں اور چوروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں ان جرائم پر
پہلے تجکو اور ترے عمال کو سزا ملنی چاہئے پھر اوروں کو۔ ہارون
وہ دن بھی آئے گا کہ تو قیامت میں اس حال میں آئیگا کہ تری
مشکیں بندھی ہوں گی۔ ترے ظالم عمال ترے پیچھے ہوں گے اور تو
سب کا پیشوا بن کر سب کو دوزخ کی طرف لیجائے گا میں نے خیر خواہی
کا حق ادا کر دیا اور اب کبھی خط نہ لکھنا۔

سفیان ثوریؒ

ہارون رشید اعظم نے خط پڑھا بے اختیار چیخ اٹھا اور دیر تک روتا رہا
مرہ بن سماک واعظ ایک مرتبہ ہارون کے پاس گیا ہارون نے اس کی بے انتہا تعظیم
کی مرہ نے اپنی مدارات دیکھ کر کہا باوجود باد شاہت کے آپ کی تواضع آپ کے
شرف سے بھی زیادہ ہے

خلیفہ ہارون الرشید اور ابن سماک

ایک دن ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ ہارون رشید کے پاس گئے خلیفہ کو پیاس
لگی پانی مانگا۔ پینے کو تھا کہ ابن سماک نے کہا امیر المومنین ذرا ٹھہر جائیے پہلے یہ
بتائیے کہ اگر پانی آپ کو نہ ملے تو شدت پیاس میں آپ ایک پیالہ پانی کا کس قیمت

تک خرید سکیں گے ہارون رشید نے کہا نصف سلطنت دے کر لوں گا ابن سماک نے کہا آپ پی لیجئے جب وہ پی چکا تو پھر کہا اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور نہ نکلے تو اس کے نکلوانے کے عوض آپ کیا خرچ کریں گے خلیفہ نے کہا باقی تمام سلطنت دیدوں گا ابن سماک نے کہا بس یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا تمام ملک ایک گھونٹ پانی اور چند قطرے پیشاب کی قیمت رکھتا ہے پس اس پر کبھی تکبر نہ کیجئے اور جہاں تک ہو سکے لوگوں سے یکساں سلوک کیجئے[۵]"

رقیق القلب ایک مرتبہ فضیل نے ہارون سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے حسین چہرے والے تو اس امت کا ذمہ دار ہے تجھی سے اس کی باز پرس ہوگی یہ نصیحت سن کر ہارون زار و قطار رو دیا۔ منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں تین آدمی رقیق القلب تھے خشیت الٰہی سے جن کی پلکوں پر آنسو رکھے رہتے تھے فضیل بن عیاض۔ ابو عبدالرحمٰن زاہد اور ہارون الرشید[۶]

عبداللہ قواریری لکھتے ہیں ایک دن ہارون نے فضیل بن عیاض سے وتقطعت بھم الاسباب کے معنی پوچھے فضیل نے کہا کہ قیامت کے روز دنیا کی تمام دوستیاں منقطع ہو جائیں گے خلیفہ یہ سن کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا[۷]

واقعہ ایک مرتبہ ابن سماک سے نصیحت کی درخواست کی انھوں نے فرمایا۔ ہارون خدا سے ڈر کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر یقین رکھ کہ کل تجھے خدائے تعالیٰ کے روبرو جانا ہے وہاں تجھے دو مقاموں

۵ تاریخ طبری جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۲ ۶ تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۱۲ ۷ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۰

میں سے ایک مقام اختیار کرنا پڑے گا جس کے علاوہ تیسرا مقام نہیں ہے یہ مقام جنت و دوزخ ہیں یہ سن کر ہارون اتنا رویا کہ ڈاڑھی آنسو سے تر ہو گئی فضیل بن ربیع حاجب پاس بیٹھا ہوا تھا ہارون کا یہ حال دیکھ کر کہا سبحان اللہ امیر المومنین کے جنت میں جانے میں بھی کوئی شبہ ہو سکتا ہے آپ خدا کے حقوق ادا کرتے ہو اس کے بندوں کے ساتھ عدل کرتے ہو اس کے صلہ میں انشاء اللہ ضرور مستحق جنت ہو گے۔

ابن سماک نے ہارون کو مخاطب ہو کے کہا امیر المومنین اس دن فضیل تیرے ساتھ نہ ہو گا اس لیئے خدا سے ڈرتا رہ اور اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھ یہ سن کر ہارون پھر زار زار رویا سماک اٹھ کر چلے گئے[1]

رسول اللہ سے عشق

ہارون کو رسول اللہ صلعم سے والہانہ محبت تھی جب کبھی آپ کا نام مبارک اس کے سامنے کوئی لیتا تو بیقرار ہو جاتا اور صلی اللہ علیہ وسلم علی سیدی کہتا ایک مرتبہ ابو معاویہ نے ایک حدیث ہارون کے سامنے بیان کی درباریوں میں سے ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا ہارون جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور کہا یہ شخص زندیق ہے رسول اللہ صلعم کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے اور اس وقت تلوار طلب کی ابو معاویہ نے سمجھا بجھا کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا کیا۔[2]

---

[1] طبری جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۴ [2] تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ [illegible]

خلق قرآن ہارون کو اسلام کی بے حرمتی کبھی گوارا نہ تھی رخنہ دین اور ا
کلام کا سخت دشمن تھا جو نص کے خلاف پڑتا ہو چنانچہ جب ا
اطلاع ملی کہ بشر المریسی خلق قرآن کا قائل ہے تو کہنے لگا اگر وہ مرے قابو میں آ
تو میں اس کی گردن مار دوں[1]

علماء کی قدردانی ابومعاویہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے خلیفہ کے ساتھ کھا
(ابومعاویہ نابینا تھے) کسی شخص نے معمول کے موافق م
ہاتھ دھلائے پھر ہارون نے پوچھا کچھ معلوم ہے کہ کس نے آپ کے ہاتھ دھلائے
ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں خلیفہ نے کہا کہ محض اکرام علم کے لیے خود میں نے آپ کے
ہاتھ دھلائے ہیں[2]

شجاعت و تہور ہارون شجاع تھا اور جہاد فی سبیل اللہ کا بہت شوق تھا
فوجوں کے ساتھ خود جاتا تھا بلکہ اکثر فوج کے آگے رہتا۔ ا
اخلاق میں شجاعت کا وصف ممتاز تھا۔

اخلاقی حالت اخلاقی حالت ہارون کی بلند پایہ تھی۔ حیا و مروت میں فا
تھا مگر دشمن اور زندیق کے لیے اس کا جوشِ غضب بڑھ
ہارون اپنے دادا منصور کے قدم بقدم تھا لیکن جود و بخشش میں اس کا پیرو نہ
تھا ذرا ذرا سی بات پر بڑے بڑے انعام دیتا اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے ایک
دن شب میں ہارون نے قاضی ابویوسف کو بلایا اور ایک ضروری مسئلہ پوچھا قاضی
صاحب نے بتا دیا ہارون خوش ہو گیا اور ایک لاکھ درہم عطا کر دینے کا حکم دیا قاضی صا

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۴ [2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵

فرمایا یہ درہم مجھے صبح سے پہلے ملجانے چاہئیں ہارون نے حکم دیا فوراً ادا کئے جائیں
ب مصاحب بولا حضور خزانچی اپنے گھر ہے اور خزانہ کا دروازہ بند ہے
ضی صاحب نے فرمایا کہ دروازے تو اس وقت بھی بند تھے کہ جب میں بلایا
تھا یہ سن کر فوراً خزانہ کھلوا دیا گیا اور ایک لاکھ درہم قاضی صاحب کی خدمت
میں پیش کئے گئے[1]

واقعہ

ایک دن امیر المومنین ہارون الرشید دور سے اپنے فرزندوں محمد امین اور
مامون کی طرف دیکھ رہا تھا دونوں بھائی اپنے مکتب میں امام کسائی سے سبق پڑھ
رہے تھے تھوڑی دیر بعد امام کسائی کسی ضرورت سے اٹھے اور باہر جانے لگے
امین اور مامون نے لپک کر استاد کے جوتے اٹھائے اور ان کے قریب رکھ دئے
یہ دیکھ کر ہارون کو تعجب ہوا ایک خادم سے پوچھا تھا وہ کون شخص ہے جس کے
خدمتگار دنیا کے بڑے بڑے آدمی ہیں اس نے کہا آپ، ہارون نے کہا نہیں کسائی ہے جس کے علم و
فضل کی وجہ سے محمد امین و مامون اس کی خدمت کرتے ہیں جب کسائی نے یہ واقعہ
سنا تو کہا امیر المومنین اگر آپ اپنے دونوں فرزندوں سمیت مری خدمت کرتے
تب بھی تھوڑی تھی۔ کیونکہ فضل و کمال کی زندگی ابدی ہوتی ہے۔
اور دولت و اقبال ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اس لیئے اعتبار کے قابل
صرف فضل و کمال ہے نہ دولت و اقبال۔

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۸

ہارون نے یہ قول بہت پسند کیا اور کسائی کو خلعت فاخرہ عنایت کی

امین و مامون

ایک مرتبہ زبیدہ نے ہارون الرشید سے شکوہ کیا آپ مامون کو امین سے زیادہ چاہتے اور ہر بات میں اسکا خیال زیادہ رکھتے ہیں ہارون نے اس دو دو سمجھدار خادموں کو بلایا اور سمجھایا کہ تم امین اور مامون کی تعریف کے بعد کہنا کہ جب مسند خلافت پر بیٹھیں گے ہم پر کیا انعام و اکرام ہوں گے چنانچہ ایک خادم امین کے پاس گیا اس نے تو خلافت کا ذکر سنتے ہی کہا تجھ کو مصاحب بناؤں اور جو مامون کے پاس گیا تو مامون نے کہا بدبخت مرے باپ کا برا چاہتا ہے اور دوات کھینچ کر اس کے رسید کی ہر دو نے بجنسہ حالات بیان کی تو ہارون نے زبیدہ سے کہا دیکھا تم نے امین متمنی خلافت ہے مامون کو مری زندگی کی تمنا ہے زبیدہ بہت شرمندہ ہوئی۔

تادیب ہارون کی مجلس میں ظریف شعرا شریک ہوتے مگر کبھی مذہب کے خلاف تمسخر کو گوارا نہیں کرتا۔

ابن ابی مریم جو دربار ہارونی کا ایک مسخرہ تھا اس پر ایک مرتبہ سخت ناراض ہوا جبکہ اس نے نماز میں ہنسنا چاہا۔

ابونواس جو دربار کا ملک الشعرا تھا ایک دن شراب پیکر ہارون کے سامنے آگیا ہارون سخت خفا ہوا اور اس کو جیلخانہ بھیجدیا[1]

[1] جوامع الحکایات ولوامع الروایات محمد عوفی (فارسی)۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ ہارون کے سامنے ایک زندیق کو گرفتار کرکے لائے ہارون نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا وہ پوچھنے لگا آپ مجھے کس گناہ میں قتل کراتے ہیں خلیفہ نے کہا کہ تیرے فتنہ سے لوگ امن میں ہوجائیں گے۔ اس نے کہا کہ ان ایک ہزار احادیث کا آپ کیا انتظام کریں گے جو میں نے وضع کرکے ملک میں پھیلا دی ہیں حالانکہ اس میں رسول اللہ صلعم کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں ہے ہارون بولا اے دشمن خدا تو کس خیال میں ہے ابو اسحاق فرازی اور عبد اللہ بن مبارک جیسے نقاد موجود ہیں ایک ایک حرف نکال کر باہر پھینک دیں گے۔[1] اس کے بعد زندیق کو ٹھکانہ لگا دیا گیا۔

بیت الحکمت

شاہان اسلام میں خلیفہ ہارون الرشید بلند پایہ شخصیت کا مالک تھا علم و فضل میں بھی یگانہ روزگار رہتی تھی اس کے دادا کے ذریعہ بغداد اہل فضل و کمال کا مرجع و ماوا بنا ہوا تھا رشید نے علم و فضل و شاہانہ گھرانہ میں آنکھ کھولی دادا اور باپ فاضل جلیل ہارون بھی آباو اجداد کے قدم بقدم چلا۔ دادا نے جو علمی بساط بچھائی تھی اس کی توسیع میں لگ گیا اس کا اتالیق اور وزیر یحییٰ بن خالد جو خود فاضل تھا باہمی مشورہ سے بیت الحکمت کی بنا ڈالی مشاہیر علما نزدیک و دور کے شریک ہوئے۔ مسلمان۔ عیسائی۔ یہود۔ پارسی۔ ہنود روزگار فضلا اراکین بیت الحکمت سے تھے۔

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۹

ابوحیان دیلم بیت الحکمت کے مہتمم تھے۔

محمد بن لیث۔ قاضی ابو یوسف۔ عبداللہ بن علی

منکہ۔ عبداللہ بن بلال اہوازی سہل بن نوبخت۔ بختیشوع جبریل فلاسفہ ہنود کنکہ۔ صنجہل شناق (سنگھ) جو رد سے حضرات فضل و کمال بیت الحکمت سے منسلک تھے۔ کتاب المنتشو۔ کتاب سسرو۔ قرابادین کنکہ کتاب محمد بن اللیث کتاب العطر۔ کتاب الجوامع۔ تصنیف (قاضی ابو یوسف) ترجمہ مجسطی۔ (ابوحیان) کتاب اسموم۔ کتاب سبرک۔ کلیلہ دمنہ (عبداللہ ابن ہلال ہوازی اسکی نظم سہل بن نوبخت نے کی۔ کتاب بدان۔ سندھشان کتاب تفسیر اسمار العقار (نباتات) اسالکرا الجامع کتاب نوفشل کتاب سکر للہند کتاب رائے الہند اس کے علاوہ بیت الحکمۃ کی طرف سے بہت سی کتابیں شائع ہوئیں جبکی تفصیل معلوم کرنے کیلیے فہرست ابن ندیم اور کشف الظنون موجود ہیں۔

کتب خانہ منصور نے مہدی کے سپرد اپنا علمی سرمایہ کیا تھا ہارون نے اس کو ترقی دی۔ عربی۔ یونانی۔ قبطی۔ کالڈی ہندی فارسی عربی زبان کا بڑا سرمایہ ہارون کے کتب خانہ میں جمع ہوگیا تھا اس کو زیادہ ترقی دینے میں یحییٰ بن خالد برمکی کی مساعی کو بڑا دخل ہے اس کا ذاتی کتب خانہ بڑے پیمانہ پر تھا۔

ہارون الرشید کے عہد میں ایکطرف علوم دینی کی اشاعت و ترویج تھی دوسری طرف بیت الحکمۃ نے اہل علم کو علوم فلسفہ سے مانوس کردیا تھا چونکہ ہارون الرشید صاحب علم اور اہل علم کا قدردان تھا اس کے دربار میں شعرا ادبا فقہا اور محدثین کا مجمع رہتا۔

کسائی جیسا نحوی۔ اصمعی اور عباس بن احنف جیسے ادبا ابو نواس ابو العتاہیۃ۔ فرا سیبویہ سے شعرا ہم جلیس و ہمنشیں تھے ہارون کے عہد میں خلیل بن احمد بن عمرو فراہیدی نے کتاب العین لغت میں پہلے پہل لکھی۔ وکتاب العین فی اللغتہ، ابتداء

علم لغت ہارون کا ایک معلم ابو عبیدہ ناجی تھا اسحٰق بن ابراہیم موصلی نے اصمعی کو دربار سے نکلوا کر اس کو مقرر کرایا اس نے لغت میں اول کتاب[۵] لکھی

علم متن لغت ابو علی محمد بن ستیز بن احمد نحوی لغوی المعروف بہ قطرب شاگرد سیبویہ (جو کہ علم نحو میں بصریوں کا مقتدا تھا۔) گذرا ہے اس کی دیگر تصانیف کے علاوہ متن لغت بھی ہے۔

علم عروض خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم فراہیدی اس کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے اس کا ذکر آچکا ہے اسنے علم العروض پر ایک کتاب ترتیب دی۔ اس کے علاوہ ایک رسالہ اسکا علم قافیہ پر ہے۔

صلہ گستری

مورخ صولی نے کتاب الاوراق میں لکھاہے کہ جب ہارون الرشید تخت نشین ہوا اور وزارت پر یحییٰ بن خالد کو ممتاز کیا تو ابراہیم موصلی نے تہنیت میں یہ اشعار پڑھے۔

الم تر ان الشمس کانت سقیمۃ　　فلما آتی ھرون اشرق نورھا

---

[۵] البدایۃ والنہایہ الجزء العاشر صفحہ ۲۱۶ [۶] مناجتہ الطرب فی تقدمات العرب ص ۲۰۵

تلبست الدنیا جمالا بملکه ؎ فهارون والیها ویحیٰی وزیرها ؎۱

ہارون موصلی سے بہت خوش ہوا اور ایک لاکھ درہم کا صلہ دیا یحییٰ نے پچاس ہزار درہم مرحمت کئے۔

خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید اپنے آباؤ اجداد سے شان و شوکت اور عظمت و جلال میں بڑھ کر تھا۔

حافظ ذہبی کا قول ہے کہ جیسے ارباب کمال ہارون کو میسر ہوئے وہ دوسرے خلیفہ کو میسر نہیں ہوئے کیونکہ وزارت میں برامکہ (یحییٰ و فضل جعفر) عہدہ قضا پر امام ابو یوسف شاعروں میں مروان بن ابی حفظہ ندیموں میں عباس بن محمد عباسی حاجبوں میں فضل بن الربیع مغنیوں میں ابراہیم موصلی اور بیوی ملکہ زبیدہ عباسی غرضکہ ہارون کا عہد علمی ترقی کے اعتبار سے "الدور الذہبی" کا سزاوار ہے اس دور میں علوم و فنون کی جو خدمت انجام پائی وہ تاریخ میں آپ اپنی مثال ہے۔ بغداد کے رہنے والوں پر علمی چہل پہل کا بڑا اثر پڑا مدارس میں کثرت سے طلبا زیر درس تھے خاندان شاہی علمی گھرانہ تھا ہی مگر ہارون کا بھائی ابراہیم بن مہدی امتیازی درجہ رکھتا تھا ابن ندیم نے لکھا ہے

ابراہیم اوّل نابغ نبغ من بنی العباس ؎ بنی عباس پھر خلفا کی اولاد میں ابراہیم پہلا شخص

شم من اولاد الخلفاء ولہ ترسل وصنف ؎ ہے جو علم و فن اور شعر و ادب میں غیر معمولی مہارت رکھتا تھا

کمنتہا۔

؎۱ ترجمہ، تم نے نہیں دیکھا آفتاب بیمار تھا۔ جب ہارون آیا تو اس کی روشنی چمک اٹھی دنیا نے اس کی سلطنت سے خوبصورتی کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ اب ہارون بادشاہ ہے اور یحییٰ اس کا وزیر ہے (تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۱)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

بڑا فاضل اور ادب میں وسیع النظر تھا خلفا کی اولاد میں اس سے اچھا شاعر اور اس سے زیادہ فصیح دیکھنے میں نہیں آیا۔

اغانی میں ہے۔

ابراہیم عاقل فاضل فہیم ادیب شاعر اور اہل عرب کے اشعار اور اُن کے تاریخی واقعات کا راوی خطیب اور فصیح شخص تھا۔[1]

شعروشاعری ہارون کے زمانہ میں خود ہارون کی شعروسخن کی دلچسپی دوسرے وزرائے برامکہ کی صلہ گستری اور ذوق سخن سے بغداد شعر وشاعری کا مرکز بن گیا تھا اس دور میں شاعری نے حسن معانی۔ تنوع مضامین اور جدت تشبیہ کے لحاظ سے بڑی ترقی کی۔ ابو نواس۔ عتابی۔ ابوالہول حمیری محمد بن مناذر۔ سیف ابن ابراہیم۔ دعبل بن علی الخزاعی۔ رقاشی وغیرہ صدہا شعرا تھے۔

موسیقی دوسرے تمدنی فنون کے ساتھ ہارون کے عہد میں فن موسیقی کو بڑا عروج ہوا۔ ہارون کی قدردانی اور زرپاشی نے اس کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔ اغانی میں اس کا ثبوت و تفصیل ہے۔

ابراہیم موصلی۔ اسحاق موصلی۔ ابوذکار الکلوذانی (زنا بینا) یہ اس عہد کے صاحب کمال مغنی تھے۔

---

[1] کتاب الاغانی جلد ۹ صفحہ ۶۳

عہد ہارون الرشید میں نظم مملکت

ہارون کے دور عروج میں ملکی نظام وہی تھا جو منصور عباسی قایم کر گیا تھا جو استبدادی یا شاہنشاہی کہا جاتا ہے اگرچہ ہارون محکموں کے افسروں اور خاندان شاہی کے ممتاز افراد اور علمائے مخصوص سے غیر سرکاری حیثیت سے اہم معاملات میں شورہ لے لیا کرتا مگر تمام قوت کا سرچشمہ ہارون نے بھی اپنی ہی ذات کو بنائے رکھا وزراء اس کے دایاں بازو تھے ابتدائی زمانہ میں برمکی وزرا کا اقتدار ہارون نے روا رکھا ان کے اقتدار کو ختم کرکے بالکل خود مملکت کے نظم ونسق پر حاوی ہو گیا تھا۔

محکمہ جات

دفاتر منصور کے اور مہدی کے زمانہ میں جو سرکاری دفاتر تھے وہ برقرار تھے چنانچہ دیوان عزیز اس دیوان کا نگران تھا جملہ محکموں کے افسر اس کے ماتحت تھے۔ اولین عہد میں وزیر سلطنت ہی مختار اعلیٰ تھا آگے جا کر ہارون نے وزیر کے اختیارات کم کر دیے۔

ہارون کے عہد میں ایک محکمہ کو زیادہ ترقی ہوئی اس محکمہ کے تعلق نہریں جاری کرنا پل کی تعمیر۔ آبپاشی کی دوسری آسانیاں مہیا کرنا تھا چنانچہ اس کے عہد میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا گیا مقصد یہ تھا کہ آمدنی میں اضافہ ہو امام ابو یوسف قاضی القضات کو زیادہ دلچسپی تھی ان کے مشورہ بہت سے سودمند ثابت ہوئے امام نے دجلہ وفرات کے پانی کے کھاری پن کو دور کرنے کے لیے بھی سعی کی کیونکہ

آب کھاری کاشت کے لیے مضر تھا عہد ہارون میں محکمہ دیوان نظر یا حکا تبات اور مراجعات کو زیادہ ترقی تھی۔

صوبہ ثغور ہارون نے ثغور کو ایک مستقل صوبہ بنا دیا۔ اور وہاں ایک خاص فوجی نظام مقرر کیا وہاں قلعہ تعمیر کئے اور حفاظت کے لیے ایک مستقل فوج رکھی اور فوجیوں کو تنخواہ باقاعدہ دیجاتی اور ان کو اجازت تھی وہ زمینوں کو آباد کریں اور کاشت کریں تھوڑے دن میں وہ علاقہ خوش حال ہو گیا[ل] انہیں طرطوس، اذنہ، مرعش شہر تھے

ترقی زراعت ہارون کے زمانہ میں زراعت کو بے حد ترقی ہوئی چنانچہ انکے زمانہ میں ریاست کی سالانہ آمدنی ۲۷۲ ملین درہم ۱/۲ ۴ ملین دینار تھی[ل۲]

لگان ہارون کے زمانہ میں لگان کی نقد آمدنی قریباً ۴۲ لاکھ ملین دینار سالانہ تھی اس میں خام اشیاء اور دوسری "فتوحات" داخل نہیں تھیں جن کی قیمت کم و بیش ۵ لاکھ درہم اور ۱۰ لاکھ درہم ہوتی تھی[ل۳]

رعایہ کی خبر گیری شاہان عالم میں بعد فاروق اعظم کے ہارون الرشید رعایا کی خبر گیری کے سلسلہ میں سب سے سبقت لے گیا تھا اس کا دستور تھا کہ بھیس بدل کر کے بغداد کے گلی کوچوں میں رات بھر پھرا کرتا تھا اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتا۔ اس کے ساتھ وزیر جعفر اور مسعود غلام ہوا کرتے۔ اعلام الناس میں بہت سے واقعات تحریر ہیں۔

ل مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۳۶ ل۲ سر اسین صفحہ ۲۲۶ ل۳ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۳

عہد ہارون الرشید کے علماء

امام مالک بن انس امام لیث بن سعد قاضی ابو یوسف قاسم بن معن مسلم بن خالد الزنجی نوح الجامع ۔ حافظ ابو عوانہ الشکری ۔ ابراہیم بن سعد الزہری ۔ ابو اسحاق الفزاری ابراہیم بن ابو یحییٰ ۔ اسد الکوفی اسمٰعیل بن عیاش ۔ بشر بن مفضل ۔ جریر بن عبد الحمید ۔ زیاد البکائی سلیم المقری صاحب حمزہ ۔ سیبویہ امام العربیہ ضیغم زاہد ۔ عبد اللہ العمری زاہد عبد اللہ بن ادریس الکوفی عبد العزیز بن ابی حازم ۔ داروردی ۔ کسائی شیخ النحو محمد بن حسن علی بن مسہر ۔ غنجار عیسیٰ بن سبیعی ۔ فضیل بن عیاض ابن سماک معانی بن عمران موصلی ۔ معتمد بن سلمان ۔ مفضل بن فضالہ قاضی مصر امام موسیٰ کاظم ۔ موسیٰ بن ربیعہ ابو الحکم مصری ۔ نعمان بن عبد السلام الاصفہانی ہشیم و یحییٰ ابن ابو زید ۔ یزید بن ذریع ۔ یونس بن حبیب نحوی یعقوب بن عبد الرحمٰن قاری مدینہ ۔ عبد الرحمٰن بن قاسم ابو بکر بن عیاش المقری یوسف بن اجشون[1]

ل۵ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۶ (اردو)

مشاہیر

امام محمد بن الحسن بن الفرقد الشیبانی امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد
آپ فقہ حدیث و لغت میں امام ہیں ابو عبید نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ ماہر
قرآن الہی کوئی نہیں دیکھا آپکی جامع علوم اور کثیر تصانیف ہیں امام شافعی نے
آپ کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے ۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا۔

(مقدمہ فتاوی ہندیہ)

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن خنیس بن سعد بن عتبہ انصاری
۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے فقہ ابن ابی لیلی اور امام اعظم سے حاصل کی قاضی القضاۃ
بغداد کے رہے حدیث میں بھی پایہ بلند ہے ۱۸۲ھ میں وصال فرمایا۔
یحییٰ بن سعید القطان امام حدیث ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے امام اعظم
کے قول پر فتوی دیتے تھے ۱۹۸ھ میں انتقال کیا۔
یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کوفی جامع فقہ و حدیث ہیں ابن حجر نے لکھا
ہے علی بن المدینی نے کہا کہ کوفہ میں بعد امام ثوری کے آپ سے زیادہ کوئی محدث
نہ تھا ۱۸۲ھ میں وفات ہوئی۔ (تاریخ خطیب)
حفص بن غیاث بن طلق النخعی ابو عمر کوفی فقیہ محدث ثقہ زاہد متقی محدث
ہشام بن عروہ و عاصم سے اخذ حدیث کیا آپ سے احمد یحییٰ بن معین والقطان
وغیرہ نے سماعت حدیث کی ۱۹۴ھ میں وفات پائی۔
حکم بن عبد اللہ بن سلمۃ البلخی ابو مطیع علامہ کبیر ہیں فقہ اکبر امام اعظم سے

روایت کی ہے عبد اللہ بن مبارک آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے ۱۵۹ھ میں وفات پائی

سفیان بن عیینہ محدث ثقہ حافظ فقیہ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے امام اعظم کے شاگرد امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر امام مالک وسفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم جاتا رہتا یکم رجب ۱۹۸ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی (مقدمہ فتاوی ہند)

عبد اللہ بن المبارک بن الواضح الحنظلی المروزی ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے امام اعظم کی صحبت میں رہے جامع فضائل تھے ۱۸۱ھ میں وصال ہوا موضع ہیت میں دفن ہوئے۔

علی بن ظبیان کوفی قاضی القضاۃ تھے فقیہ محدث عارف باورع حسن خلق بڑھا ہوا ہمیشہ بورئے پر بیٹھ کر اجلاس کیا کرتے ابن ماجہ نے ان سے استفادہ کیا ہے ۱۹۲ھ میں وفات پائی۔

حکمائے ہنود

منکہ فن طب کا ماہر فیلسوف وحکیم بھی تھا علما وحکمائے ہند کے علوم پر اس کی نظر وسیع تھی زبان سنسکرت اور فارسی دونوں کا ادیب وماہر تھا ہندوستان سے عراق پہونچا وہاں سے دربار ہارون کی علمی قدردانی کا شہرہ سن کر بغداد آیا اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی سے ملا جو سادات عرب کا ممتاز فرد تھا اس کے ذریعہ ہارون تک پہونچا ہارون نے بیت الحکمت سے منسلک کر دیا منکہ نے جن سنسکرت کتب کا فارسی وعربی میں ترجمہ کیا وہ حسب ذیل ہیں سسشرت (فن طب) یحیی بن خالد برمکی نے اس کا ترجمہ کرایا اور تمام شفاخانوں میں بطور قرابادین کے

استعمال کے لیے بھیجا[1]

کتاب سموم۔ ساییکا۔ اسمار عقاقیر ہند عربی فارسی میں ترجمہ کیے اس کی تصانیف میں کتاب السموم ارنی الاعمار کتاب اسرار المو الید۔ کتاب القرانات الکبیر کتاب القرانات الصغیر کتاب فی الفواہم۔ کتاب فی احداث العالم والدور فی القران[1]

حکیم جنجہل ہندی کتاب اسرار المسائل او ر موالید الکبیر اس کی مشہور تصانیف ہیں

حکیم جودر ہندوستان کے علما و فضلا میں ممتاز اور فاضل شخص تھا۔ علم طب میں کافی مہارت رکھتا تھا علوم عکیہ پر اس کی نظر محیط تھی کتاب الموالید یادگار ہے[2]

شاناق یہ بھی نامور طبیب ہے فلسفہ و حکمت میں اچھی طبیعت پائی تھی علوم نجوم میں امام وقت تھا خوش بیان زبان آور اور عالم مجلس کا ماہر راجگان ہند کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہا۔

کتاب السمومات للہند۔ کتاب البیطرہ۔ کتاب فی علم النجوم کتاب منتحل الجواہر کتاب فی امر تدبیر الحرب یادگار رہے ہیں۔

صالح بن بہلہ۔ ہندوستانی حکما میں سے ویدک معالجات کا بہت بڑا ماہر تھا۔ خلیفہ کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن صالح کا معالجہ کیا۔

الوسہل بن نوبخت ایک مجوسی جو خلیفہ منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا ابو سہل علم نجوم کا ماہر اور منصور کا ندیم مصاحب تھا فارسی علم و حکمت کی کتابوں کا عربی میں

[1] اسلامی حکومتیں اور مستشرقین صفحہ ۱۶ الفہرست ابن ندیم صفحہ ۲۷۰ تمدن عرب صفحہ ۱۲۹

ترجمہ کیا[۱] پھر ہارون کے بیت الحکمت سے منسلک ہوگیا۔

خلیفہ محمد امین ابو عبداللہ

نام محمد الامین ابن ہارون الرشید امین کی والدہ ماجدہ ملکہ سیدہ زبیدہ بنت جعفر بن منصور تھی ولادت امین کی ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ اس کی رگوں میں ماں باپ کی طرف سے خالص ہاشمی خون تھا

تعلیم و تربیت امین کی تعلیم پر کسائی نحوی اور یزیدی مقرر ہوئے یزیدی نے بر جستہ گوئی اور حسن تقریر کی امین کو تعلیم دی۔ فقہائے کرام سے فقہ حاصل کیا اور ہارون الرشید کے ساتھ امام مالک کے درس حدیث میں بھی حاضری دی ہارون نے فضل بن یحییٰ برمکی کو اس کا اتالیق کیا۔

امین نہایت ذکی الطبع۔ فصیح۔ خوش تقریر پاکیزہ رو۔ حور شمائل تھا نحو ادب فقہ میں بھی نہایت مہارت حاصل کی مگر ملکہ زبیدہ کے لاڈ پیار سے عیش طلب اور راحت پسند ہوگیا تھا۔ اور عالم شہزادگی میں بہت فضول خرچی کیا کرتا۔

وقائع ہارون نے ۱۷۵ھ میں ولایت عہد کا فرمان لکھا جب ہارون خراسان روانہ ہوا تو ۱۹۲ھ میں امین کو بغداد میں قائم مقام اپنا کیا طوس پہنچکر داعی اجل کو لبیک کہا۔

عراقی امرائے سلطنت وعسکر شاہی نے امین کی خلافت کی بیعت کی بغداد میں خبر پہونچی تو یہاں بیعت عام لی گئی شہزادہ صالح بن ہارون الرشید نے تہنیت خلافت کے ساتھ خاتم خلافت عصا و چادر نبوی دربار کے ساتھ

ملہ تاریخ الاطبا ص ۲۶۵

و بھیجا۔ فضل بن ربیع کا دربار پر اثر تھا وہ ہارون کے وفات پر ہمراہ تھا
نے فرامین پر ہدایت کی تھی مال خزانہ اسلحہ مامون کو دئے جائیں مگر
لے کر چلتا ہوا[۱] اور امین کو لاکر سپرد کیا امین فضل سے بے حد خوش ہوا فضل بن
امین کو یہ پٹی پڑھائی کہ مامون اور مؤتمن دونوں کو ولی عہدی سے معزول کر کے
بیٹے موسیٰ کو ولی عہد کر دیا جائے امین پہلے تو رضامند نہ ہوا مگر ملکہ زبیدہ کا
زیڈا آخر تش امین راضی ہو گیا اور مؤتمن کو ولایت سے معزول کیا اور
طلب کیا پھر عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کو مامون کے پاس بھیجا وہاں ناکامی
پس مامون سے گٹھ گیا اور واپس آکر یہاں کے حالات سے مامون کو باخبر
رکھتا تھا سلیمان بن منصور امین کے باپ اور ماں کا چچا تھا وہ فوج شاہی پر
اثر رکھتا تھا۔

ولی عہدی موسیٰ

امین نے مامون کے انکار کے باوجود موسیٰ کو ولیعہد بنا دیا
تمام صوبوں میں فرمان بھیجے گئے کہ خطبہ میں مؤتمن
کے نام کے بجائے موسیٰ کا نام لیا جائے سیدہ زبیدہ خزانہ لے کر بغداد
آ گئیں اب انتک امین پیشوائی کو گیا۔

جنگی

فضل بن ربیع نے مامون کے مقابلہ کے لیے چالیس ہزار فوج طیار کی
علی بن عیسیٰ بن ماہان کو جبل نہاوند ہمدان قم۔ اصفہان کی ولایت
دے کر اس لشکر کا سپہ سالار بنایا ادھر مامون کو یہاں کے حالات
ہوئے تحفہ تحائف بھائی کو روانہ کئے اس کے ساتھ ہی اپنے باپ کے سپہ سالار

---

[۱] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۴۷

عبداللہ بن مالک یحییٰ بن معاذ ۔ شبیب بن حمید بن قحطبہ اور علاء موں
کو جو ہمراہ رکاب تھے ایک جلسہ میں مجتمع کیا ۔ علاوہ اسکا حاجب ۔ عباس
بن زہیر افسر اعلیٰ یونس ایوب بن ابی سمیر کاتب (سکریٹری) تھا عبدالر
عبدالملک بن صالح اور ذوالریاستین فضل بن سہل مجوسی نومسلم مخصوص حضرت
سے تھے انسے شورہ کیا گیا کہ ایک وفد فضل کے پاس سامان کے لیے بھیجا جائے
فضل بن ربیع کے پاس وفد بھیجا جو راہ سے ناکام آیا پھر فضل ابن سہیل نے
سے کہا ۔ آپ اپنے ننھیال میں ہیں آپ کی بیعت کا طوق ان کی گردن میں
صبر و استقلال سے کام لیجئے خلافت کا ذمہ میرا ہے مامون نے کہا انشاءاللہ
کہنے پر عمل کروں گا اور اس کا انصرام اب تمہارے سپرد کرتا ہوں[1] اس کے بعد
نے بھی فوجی تیاری شروع کر دی ۔ امین نے "قاسم المؤتمن" کو حکومت جزیرہ
کیا مگر قنسرین اور عواصم کی گورنری پر بدستور قائم رکھا جزیرہ پر خزیمہ بن خازم
کیا ۔ مکہ معظمہ پر عامل داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد اور حمص کی گورنری پر ا
سلیمان تھا اس کے بجائے عبداللہ بن سعید حرشی کو کیا اُسنے ظلم ڈھلنے تو
معزول کر کے ابراہیم بن عباس کو حمص کی سند گورنری مرحمت کی ادھر ما
لشکر گراں اپنے غلام طاہر بن حسین کی قیادت میں مرو سے رے کی طرف روا
اور خراسان کی ناکہ بندی کرا دی اور مخبر چھوڑ دیئے علی بن عیسیٰ چالیس
سے خراسان کیطرف بڑھا اہل خراسان اس سے بیزار تھے ۔ ایک ز
یہاں کا گورنر رہ چکا تھا بڑے ظلم کئے تھے خراسانی اس کے دشمن تھے طاہ

---

[1] تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۹۴۔

مے پر طاہر اور علی کا مقابلہ ہوا علی ابن عیسیٰ کے تیر لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا
لے راہ فرار اختیار کی بقیہ بغدادیوں نے امان طلب کی طاہر نے رے سے
ن کے پاس فتح یابی کی اطلاع بھیجی۔ فضل بن سہل نے طاہر کی معاونت کے
ر فوجیں روانہ کیں۔

فضل بن ربیع کو شکست کی خبر لگی عبدالرحمٰن بن جبلہ انباری کو بیس ہزار
لے ساتھ بھیجا۔

ہمدان کے متصل معرکہ پیش آیا عبدالرحمٰن شکست کھا کر قلعہ بند ہوا اور مجبوراً
سے امان کا طالب ہوا۔ یہ خبر فضل بن ربیع کو پہنچی خوف زدہ ہو گیا مگر ہمت کر کے
فرید کو بیس ہزار فوج کے ساتھ طاہر کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا اس کے بعد
مد بن حمید بن قحطبہ کی زیر سرکردگی بیس ہزار فوج احمد کی کمک کے لیے اور
کی ہر دو فوجیں حلوان کے متصل خانقین میں کچھ فاصلہ پر خیمہ زن ہوئیں طاہر کے
ں ہر دو میں گھل مل گئے اور باہمی پھوٹ ڈلوا دی آخر شش طاہر سے بلا مقابلہ
بغداد لوٹ گئیں مامون نے طاہر کو حکم دیا اہواز کی طرف بڑھے اور اس کی جگہ
ن ہرثمہ بن اعین کو متعین کیا تاکہ بغداد کو دو طرف سے گھیرا جائے۔ طاہر نے
اہواز محمد بن یزید کو صف آرا ہو کر شکست دی اور اہواز پر قبضہ کیا امطار
لے کر یمامہ اور بحرین تک اپنے عمال مقرر کر کے واسط کی طرف بڑھا اور اس پر بھی
جا یا۔ واسط سے طاہر نے ۱۹۶ھ میں کوفہ ایک دستہ فوج روانہ کی یہاں
یر عباس بن موسیٰ ہادی تھے انھوں نے رنگ دیکھ کر امین کی بیعت فسخ کر کے
ن کی خلافت کے موید ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی منصور بن مہدی امیر بصرہ بھی طاہر

کے ہمنوا ہو گیا۔ مطلب بن عبداللہ بن مالک گورنر موصل نے بھی مامون کی

طاہر نے ان سبوں کو بحال رکھا اور حرث بن ہشام اور داؤد بن مو

ابن ہبیرہ کی طرف روانگی کا حکم دیا اور خود جرجرایا میں خیمہ زن ہوا۔

امین کو ان حالات کا علم ہوا تو محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد

روانہ کیا یہاں داؤد اور حرث سے معرکہ ہوا محمد بن سلیمان کو شکست

بغداد کی راہ لی فضل بن موسیٰ کو امین نے کوفہ بھیجا یہاں محمد بن علا

طرف سے مقرر تھا مقابلہ ہوا فضل کو پسپا ہو کر بغداد لوٹنا پڑا

کے ساتھ درین پہونچا اور اس پر قابض ہو کر صرصر پر جا اترا اور وہیں

مامون کی فتوحات کی شہرت عام ہو رہی

حجاز میں مامون کی بیعت پر بھی اثر پڑا وہاں کا عامل داؤد

جمع کیا اعیان عرب مجتمع ہو گئے ایک پُر اثر تقریر کی اس نے کہا۔

امین وہ ہے جس نے حرمت حرم کا خیال نہ کیا جن معاہدوں

ہارون الرشید نے مامون اور امین سے لکھوا کر صحن کعبہ

تصدیق کرائی اور خانہ کعبہ میں ان کو رکھا امین نے انکو منگا کر

کیا اور آگ میں جلا دیا۔

ساری مجلس کانپ گئی اور منبر سے اپنی ٹوپی اتار کر پھینک دی کہ

امین کو خاک پر پٹکتا ہوں مختصر یہ کہ تمام اعیان مکہ نے مامون کی

کی مامون کو یہ خبر پہنچی تو داؤد کو پانچ لاکھ درہم بطور نذر کے بھیجے یہاں

لہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ مصر لہ ابن خلدون ص ج ۲

اثر اہل یمن پر پڑا۔

امین کا اقتدار صرف بغداد پر رہ گیا تھا امین نے ۱۹۶ھ میں علی بن محمد کو ہرثمہ کے مقابلہ پر بھیجا وہاں علی گرفتار ہو گیا امین نے خزانہ کا منہ کھول دیا مگر یہ تدبیر بھی بیکار رہی طاہر بے روک ٹوک بڑھ رہا تھا باب الانبار پہنچ کر ایک باغ میں ٹھیرا بغداد میں یہ واقعات رونما ہوئے کہ عبدالملک بن صالح کو جس کو ہارون قید میں چھوڑ گیا تھا اسے رہا کر کے امین نے یہ خواہش کی کہ تم اپنی فوجوں کو فراہم کر کے میری مدد کرو چنانچہ عبدالملک نے فوجوں کا اجتماع کیا اس وقت شامیوں اور خراسانیوں میں جو ان کی فوج میں تھے۔ قومی عصبیت پر باہمی جھگڑا ہو گیا نتیجہ یہ ہوا اہل شام اپنے ملک چلتے ہوئے۔

عجمی فوج کا سرغنہ حسین بن علی بن عیسیٰ تھا وہ اپنے بقیہ ساتھیوں کو لے کر بغداد آیا اور ۱۱ رجب ۱۹۶ھ کو امین کو معزول کیا اور مامون کی خلافت کا اعلان کر کے قصر خلافت میں جا کر امین کو نظر بند کر دیا۔

رئیس بغداد محمد بن ابی خالد نے اہل بغداد سے کہا حسین ہمارا امیر کیسے بن گیا اور اس کو خلیفہ کے معزول کرنے کا اختیار کس نے دیا اور اسکے ساتھی اسد نے امین کو قید سے چھڑا کر تخت خلافت پر بٹھلایا؛ وہ حسین کو گرفتار کر لیا آخر کو امین نے معاف کر دیا یہ فرار ہونا چاہتا تھا قتل کر دیا گیا دارالخلافہ میں یہ شورش تھی طاہر انبار آ چکا تھا ہرثمہ نے آ کر دوسری طرف بغداد کو گھیر لیا۔ ہرثمہ نہر بین پر متعین ہوا طاہر نے عبداللہ بن وضاح کو شماسیہ کی طرف اور مسیب بن زہیر کو قصر کلواذی کی جانب متعین کیا اور ہر منجنیق اور قلعہ شکن آلات نصب کر کے چاروں طرف سے بغداد پر سنگ باری

کردی گئی ایک برس تک بغداد پر حملہ رہا امین کا عالیشان قصر و محل جو تقریباً دو کروڑ کے صرف سے بنا تھا کھنڈر بن کے رہ گیا اہل شہر پر جو مصیبتیں آئیں ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا امین کے دربار کا رکن خزیمہ نے طاہر سے میل کر لیا۔ ۲۲ محرم ۱۹۸ھ کو مشرقی دروازہ سے بغداد میں داخل ہوا اور دجلہ پر علم نصب کر کے اعلان کیا کہ خلیفہ امین معزول کر دیا گیا شہر کا مشرقی حصہ گویا کامل طور سے فتح ہو گیا۔ اہل شہر شدت محاصرہ سے تنگ آگئے امین نے تمام آرائشی سازوسامان سونے چاندی کے برتن جواہرات بیچ کر فوج کے مصارف میں لگا دیے اپنی امداد کے لیے جیل کے قیدی اور اوباشوں کو جمع کیا وہ لوگ طاہر کی فوج سے خوب لڑے اور انھوں نے لوٹ کھسوٹ بھی جاری رکھی۔ امین نے یہ رنگ دیکھ کر ہرثمہ سے اپنی جان کی امان طلب کی اس نے کہلا بھیجا میں آپ کی جان کا ذمہ لیتا ہوں اور آپ میرے پاس آ جائیے امین کے مصاحبوں نے طاہر کو خبر کر دی۔ اس نے دجلہ پر اپنے آدمی بھیج دیے

قتل امین | امین الرشید نے اپنے درباریوں کے مشورہ سے محل سے رخصت ہوا اپنے بچوں کو گلے سے لگایا اور ان کو خدا کو سپرد کر کے ہرثمہ کے پاس روانہ ہوا ہرثمہ قصر خلافت کے قریب کشتی میں بیٹھ گیا امین جس وقت قصر سے نکل کر کشتی میں سوار ہوا طاہر کے آدمیوں نے تیر اور پتھر برسانے شروع کیے۔ یہاں تک کہ کشتی الٹ گئی [1] ہرثمہ کو اس کے ساتھیوں نے نکالا اور امین کو طاہر کے آدمی پکڑ لے گئے اور قید کر دیا وہیں قتل کیا گیا یہ واقعہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کا ہے۔

طاہر نے مامون کو فتحنامہ لکھا اور سر امین کا روانہ کیا اور بغداد کی پوری

---

[1] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۷۹

تفصیل سے مطلع کیا نیز وجوہات بھی لکھے جن کی بناپر امین کا قتل ناگزیر تھا۔

جمعہ کو طاہر بغداد میں داخل ہوا نماز خود پڑھائی[1] خطبہ میں اہل بغداد کو امان عام دی فضل بن ربیع روپوش ہوگیا۔

سیرت امین امین موزون اندام کشیدہ قامت نہایت خوبرو اور قوی تن تھا کسائی سے فن نحو و ادب کی تکمیل کی تھی نہایت فصیح و بلیغ اور سخن سنج تھا۔ امین کو بچپن سے شعر گوئی کا ذوق تھا علم دوست تھا فیاض تھا اسی کے ساتھ چونکہ صاحب کمال اور پایہ شناس اور سخن سنج تھا ہزاروں اہل فن اس کے خوان کرم سے فیض یاب تھے ان خوبیوں کے ہوتے ہوئے عیش و عشرت کا دلدادہ تھا لہو و لعب اور بیہودہ ذوق و شوق رکھتا تھا اطراف ملک کے اوباش اس کے ارد گرد جمع ہوگئے تھے ان کی بڑی بڑی تنخواہیں تھیں فضل برمکی کی صحبت سے عجمی مشاغل سے دل لگاؤ تھا کثرت سے لونڈیاں اور خواجہ سرا اپنی خدمت میں رکھتا۔ خزانہ اور جواہرات کے لیے وقف تھے۔

واعطائہ الاموال والجواھر وامرہ باحضار الملاھی والمقنین من سائر البلاد[2]

امین نے اپنے لیے نئے نئے قصور و محلات تعمیر کرائے جا بجا سے طرح طرح کے جانور اور پرند منگائے۔ ہاتھی۔ شیر۔ گھوڑے۔ عقاب اور سانپ کی صورت کی کشتیاں بنوائیں ان پر سوار ہوکر دجلہ میں تفریح کرتا۔

ان مشاغل میں خلافت کا کام بالکل چھوڑ دیا تھا دربار میں نہیں آتا سیاہ و

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۲۴۲۔ [2] البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۲۴۳

سفید کا مالک فضل بن ربیع تھا۔

امین کی مدت خلافت ۴ برس، ۷ مہینے ۸ دن رہی، ۲۷ سال کی عمر میں قتل ہوا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ امین کو محض اس وجہ سے بخشدے گا کہ اس نے اسمٰعیل بن علیہ سے نہایت سخت الفاظ میں کہا تھا کہ کمبخت تو ہی قرآن شریف کو مخلوق بتلاتا ہے[۱]

حسب ذیل علماء نے اسکے زمانہ میں وفات پائی

اسمٰعیل بن علیہ شقیق بلخی زاہد۔ ابو معاویہ الضریر۔ سدوسی مورخ عبد اللہ بن کثیر مصری ابو نواس شاعر۔ عبد اللہ بن وہب شاگرد امام مالک۔ ورش مقری وکیع اور دیگر حضرات[۲]

محدث و فقہا حمزہ بن حبیب زیات کوفی قرا سبعہ سے تھے محدث صدوق زاہد پرہیزگار تھے امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے ۱۵۸ھ میں انتقال کیا۔

حماد بن ابی حنیفہ زاہد عابد پرہیزگار محدث فقیہ تھے بعد قاسم بن معن کے کوفہ کے قاضی ہوئے ۱۷۰ھ میں انتقال کیا۔

حفص بن عبد الرحمٰن البلخی معروف نیشاپوری محدث فقیہ نسائی نے

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۱۰ [۲] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۱۰

آپ سے روایت کی ہے بغداد کے قاضی رہے ۱۹۹ھ میں انتقال ہوا۔

حماد بن دلیل قاضی مدائن ابوداؤد نے سنن میں آپ سے تخریج کی ہے۔

خالد بن سلمان امام اہل بلخ سے تھے صاحب فتویٰ ۱۹۹ھ میں بعمر ۸۴ سال وفات پائی۔

داؤد بن نصیر الطائی ابوسلیمان بیس برس امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہے محدث فقہ کامل تھے ۱۶۵ھ میں وفات پائی۔

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کوفی فقیہ محدث ثقہ متولد ۱۰۰ھ کوفہ میں امام ابوحنیفہ و ابویوسف سے فقہ و حدیث حاصل کی آپ سے وکیع و ابن مہدی نے حاصل کی امام بخاری و مسلم نے آپ سے تخریج کی ۱۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

اسد بن عمرو بن عامر بجلی از اولاد جریر بن عبداللہ البجلی صحابی فقیہ و محدث امام اعظم کے شاگرد خلیفہ ہارون نے اپنی لڑکی ان کو بیاہی واسط اور بغداد کے قاضی رہے۔ وفات ۱۸۸ھ میں ہوئی۔

زہیر بن معاویہ بن خدیج کوفی ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے محدث و فقیہ تھے اصحاب الصحاح نے ان سے استفادہ کیا ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔

ابوبشر عمرو بن عثمان بن قنبر الملقب بہ سیبویہ متقدمین و متاخرین میں اس کے برابر کوئی نحو کا عالم نہیں گذرا علمی طور پر سب سے پہلے اس نے نحو کے اصول وضع کئے بعمر ۴۰ سال ۱۸۰ھ میں وفات پائی (ابن خلکان ج ۲ ص ۲۰۶ و لفقیہ للسیوطی صفحہ ۲۲)

شریک بن عبداللہ کوفی اصحاب امام اعظم میں داخل ہیں یہ واسط کے قاضی ہوئے عالم زاہد عابد عادل اور اہل بدعت پر سخت گیری کرنے والے ۱۷۷ھ میں

وفات پائی۔

شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمٰن القرشی الدمشقی ابوحنیفہؒ کے اصحاب سے ہیں ۱۸۹ھ میں انتقال کیا۔

عمرو بن میمون بن بحر بن سعد بن اماخ بلخی محدث فقیہ بغداد میں قاضی رہے ۱۷۱ھ میں انتقال کیا۔

عبدالکریم بن محمد جرجانی فقیہ و محدث ترمذی نے ان کی تخریج کی ۱۸۱ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن ابراہیم الفزاری (یہ ابن المقفع[۳] کا دوست تھا) جس نے منصور کے زمانہ میں السند ہند (سدہانت[۱]) ایک ہندو پنڈتوں کی معاونت سے ترجمہ کیا تھا۔ مہدی کے عہد میں انتقال کیا فزاری نے سدہانت کے عربی ترجمہ سے کوا کب میں ایک رسالہ مرتب کیا تھا[۲] اسکے لڑکے احمد نے اسپر حاشیہ چڑھایا، عہد امین میں فوت ہوا۔

---

[۱] سدہانت اصل نام برہم اسپتی سدھانت (علم ہیت کی صحیح کتاب منسوب بہ برہم) ہے اسکو ۱۵۶ھ میں ایک ہندوستان کے بڑے ریاضی دان نے منصور کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کتاب کا مصنف برہم گپت نامی پنڈت تھا جس نے تیس برس کی محنت میں یہ کتاب تیار کی تھی (البیرونی صفحہ ۱۲۲) [۲] تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۳ صفحہ ۱۶۴)

[۳] ابن المقفع اصل میں مجوسی تھا پھر مسلمان ہو گیا اصلی نام روزبہ ابن داذویہ تھا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا اس کا باپ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں عراق اصفہان کے محصل وصول کرنے پر مامور تھا کسی پر بجز بجھر روپیہ وصول کرنے کی پاداش میں اس کو سخت سزا دی گئی جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا لہذا اس کو المقفع کہنے لگے ۱۴۵ھ میں مقفع قتل کیا گیا اسکا کچھ حال عہد منصور میں بھی لکھ چکے ہیں۔

خلیفہ عبداللہ المامون عباسی

نام ونسب | عبداللہ المامون ابن ہارون الرشید بن المہدی بن المنصور عباسی کنیت ابوجعفر اسکی والدہ مراجل "خاتون" تھی۔ [۱]

وامہ ام ولد یقال لہا مراجل الباذغیسیہ

ولادت | ولادت مامون کی ماہ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۷۰ھ کو ہوئی۔ [۲]

تعلیم وتربیت | ہارون نے مامون کو ۵ برس کی عمر میں کسائی نحوی اور یزیدی اصمعی اور عباس بن احنف کے سپرد کردیا۔ انسے ہی کلام مجید پڑھا ادبا مذکور کی تعلیم سے تھوڑے عرصہ میں ادب سے گہرا لگاؤ پیدا ہوگیا۔ حدیث اپنے والد اور ہشیم عباد بن عوام، یوسف بن قطبہ ہاشم بن بشیر ابو معاویہ العزیز۔ اسمٰعیل بن علیہ حجاج بن محمد الموری سے سنی اور اپنے والد کے ساتھ امام مالک کے درس میں بھی حاضری دی۔

فقہ معاصر فقہاء سے حاصل کیا۔ آگے چل کر فلسفہ اور علوم اوائل میں اسکو توغل پیدا ہوا ہارون نے "محکمہ کتب علمیہ کے ترجمہ کا قایم کیا تھا جس میں ہندو پارسی عیسائی یہود ہر مذہب وملت کے لوگ تھے ان کی نشست وبرخاست مامون کے پاس بھی ہوا کرتی تھی ان سے علوم عقلیہ کی تحصیل میں بڑی مدد ملی مامون کا اتالیق جعفر برمکی تھا اس کی صحبت سے شیعت کا رنگ چڑھا تفضیلی خیالات رکھتا تھا۔

ولی عہدی | ہارون کی دلی منشا مامون کو اپنا جانشین کرنے کی تھی مگر زبیدہ ملکہ

۱؎ البدایۃ والنہایۃ جز العاشر صفحہ ۲۷۴ ۲؎ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۵

زبیدہ کے خوف (نسبت) سے "امین" کو ولی عہد کیا اور ملک کو "امین" - "مامون" میں تقسیم کر دیا
امین اور مامون سے معاہدہ لکھوا کر خانہ کعبہ میں رکھوا دیا جبکہ ہارون فوت ہوا "امین"
تخت خلافت پر بیٹھا اس کے بعد کے تمام واقعات امین کے حالات میں آچکے امین کے
قتل کے بعد مامون کو کامل حکمرانی کا موقعہ ملا -

اہل بغداد نے مامون کی بیعت ۲۶ محرم ۱۹۸ھ میں امین کے قتل کے بعد کی
اس کی مستقل خلافت اس تاریخ سے شروع ہوتی ہے -

خلافت مامون نے گو عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی مگر فضل بن سہل کو دربار میں وہ اقتدار حاصل ہوا کہ خلافت بھی درحقیقت فضل کے زیر اختیار تھی -

فضل مامون پر چھا رہا تھا "طاہر" جس نے مامون کی خلافت کی بنیاد ڈالی
اس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ اس کے تمام ممالک مفتوحہ کو الجبال، فارس، اہواز
بصرہ کوفہ، یمن، وغیرہ کی حکومت فضل نے اپنے بھائی حسن بن سہل کو عطا کی - طاہر کو نصیر بن
سیار جو امین کا ہوا خواہ تھا جس نے شام میں بغاوت کی تھی اس کے مقابلہ پر بھیجا گیا

حسن بغداد میں داخل ہوا اور شہر و صوبوں پر اپنی طرف سے عمال و نائب
مقرر کیے - وہی ملک میں رنگ آنے لگا جو برامکہ کے عہد میں تھا وہ بھی مجوس النسل تھے
اور فضل اور حسن بھی مجوسی زادہ تھے -

استیصال برامکہ کے بعد عرب برسر اقتدار آئے تھے مگر عجمیوں کے دوبارہ
محیط ہونے پر ان میں بے چینی پیدا ہونے لگی -

بنو ہاشم اور افسران فوج دولت عباسیہ سے بیدل ہونے لگے - مامون

کو پردے میں فضل نے بٹھا دیا حتی کہ خاندان شاہی کے لوگ بھی باریاب نہ ہونے پاتے تھے۔

ملکی انتظام پر فضل قابض تھا اور تمام عہدوں پر عجمی ممتاز کئے جاتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اطراف ملک میں بغاوت پھیلنے لگی۔ علویین نے موجودہ ملک کی برہمی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔

ابن طباطبا کا ظہور سادات کرام میں سے ابو عبداللہ محمد جو طباطبا کے لقب سے مشہور تھے انھوں نے خلافت کے حصول کے لیے "نوائے آل محمد" بلند کیا ان کا علو نسب اور تقدس مرجع عوام بننے کے لیے کافی تھا۔ ملکی نظم و نسق کے لیے ایک مدبر کی طباطبا کو ضرورت تھی ایک شخص "ابو السرایا" جو پہلے گدھے چراتا اور ان پر سامان لاد کر مزدوری کیا کرتا تھا مگر تھا شجاع بہت جلد اپنی حالت سنبھال لی اور ہرثمہ کی فوج کا ایک رکن بن گیا یہاں سے نکالا گیا تو "عین التمر" و قوانین جا کر پیشہ غارتگری اختیار کر لیا۔ رقہ میں طباطبا تشریف لے گئے تو اس شخص ابو سرایا نے انکے ہاتھ پر بیعت کی اور معاون بن گیا ابو سرایا کی شرکت سے پولیٹکل طاقت طباطبا کی بڑھ گئی جتنے ڈاکو اور جرائم پیشہ ابو سرایا کے ہمراہ تھے وہ "نوائے آل محمد" کے زیر سایہ آگئے ابو سرایا نے طباطبا سے کہا آپ کوفہ دریا کی راہ سے چلئے میں "خشکی کی راہ سے آتا ہوں۔ کوفہ پہنچکر اس نے قصر العباس کو لوٹا یہ شاہی محل اور گورنران کوفہ کا صدر مقام تھا تمام مال و خزانہ اس کے ہاتھ آیا اس کے بعد شہر پر اس نے قبضہ کیا اور محمد طباطبا کی امامت کا عام اعلان کیا اور سلیمان بن ابی جعفر عامل کوفہ کو نکال باہر کیا۔

۱۹۹ھ میں حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کے ساتھ دس ہزار فوج بھیجی ابوالسرایا نے جان توڑ مقابلہ کرکے اس کو شکست دیدی اور اس کا سارا ساز و سامان قبضہ میں کیا۔ اس فتح کے بعد ہی ابن طباطبا یکایک وصال فرما گئے ابوالسرایا نے اُن کی جگہ پر محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسینؑ کو جو کم سن تھے امام بنایا۔ حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد بن خالد مرد روزی کی ماتحتی میں پھر چار ہزار فوج بھیجی۔ ابوالسرایا مقابل آیا اور حکومت کی فوج کام آئی۔

علوی جابجا پھیل گئے بصرہ پر زید بن حضرت موسٰی کاظم عامل مقرر ہوئے حسین بن الحسن مکہ معظمہ کے حاکم قرار دیے گئے اور ابراہیم بن موسٰی یمن کے عامل قرار دیے گئے ابوالسرایا کا اقتدار کوفہ کے باہر دور دور تک قایم ہو گیا۔ اس نے ٹکسال بھی قایم کی[۱] عمال ابوالسرایا نے بصرہ میں عباسیوں کے مکان جلادیئے مکہ میں قیامت برپا کردی مکہ معظمہ کا وقفی خزانہ حسین بن الحسن نے لوٹ لیا یمن میں سفاکا قتل عام ہوا بقول علامہ شبلی علوئین اور آل فاطمہ کو (چند ہی دنوں میں) وہ فروغ ہوا کہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا ابراہیم قصاب کہلانے لگے[۲] ان واقعات کی وجہ سے حسن بن سہل نے مجبوری ورجہ ہرثمہ کو مطلع کیا وہ خراسان جاتے ہوئے رکا اور فوج لے کر مدائن آیا وہاں سے عامل ابوالسرایا کو نکال باہر کیا پھر ہرثمہ کوفہ کی جانب بڑھا۔ قصر ابن ہبیرہ کے متصل ابوالسرایا سے دو دو ہاتھ کئے شکست کھا کر علوئین کوفے کر قادسیہ چلا گیا۔ ہرثمہ نے کوفہ پر قبضہ کیا اور یہاں کا انتظام کرکے ابوالسرایا کا تعاقب کیا۔ ابوالسرایا کو حسن بن

---

[۱] کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ [۲] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۹۹۶۹ ۳

موبائی نے گھیر لیا حسن کے مقابلہ پر زخمی ہوا جلولا مقام پر گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا

ابو السرایا کے بعد تمام عمال بنی فاطمہ پکڑے گئے اور مامون کے سامنے لائے گئے مگر اس نے ان حضرات کی عظمت و نسب کا پاس کر کے آزاد کر دیا۔

واقعہ قتل ہرثمہ

علوئین کی شورشیں ختم ہو گئیں مگر عرب کا گروہ جو حکومت کا شریک غالب تھا وہ خراسان کے دار الخلافہ ہونے سے اور فضل و حسن کے اقتدار سے ناراض تھا ہرثمہ اس عرب جماعت کا رکن رکین تھا وہ علوئین کی شورشیں ختم کرنے کے بعد مامون کو واقعات سے آگاہ کرنے کے لیے خراسان روانہ ہوا فضل نے مامون سے حکم بھجوایا کہ ہرثمہ تم شام و حجاز کی گورنری جا کر سنبھالو تمھیں ابھی خراسان آنے کی ضرورت نہیں مگر ہرثمہ مامون کی خدمت میں پہونچنا چاہتا تھا اس لیے آگے بڑھتا چلا گیا فضل نے یہ رنگ دیکھ کر مامون کے کان بھرنے شروع کیے کہ تمام ملک کی شورشیں ہرثمہ کی کرائی ہوئی تھیں اور اب اس قدر خود سر ہو چکا ہے کہ آپ کے فرمان کا لحاظ بھی نہیں کرتا ۲۰۰ھ میں ہرثمہ "مرد" پہونچا اور نقارہ بجاتا ہوا مامون کے دربار میں حاضر ہوا مامون نے اس کی عرضداشت پر توجہ نہ دی دربار سے نکلوا دیا اور قید کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ فضل نے محبس میں ہرثمہ کو مروا ڈالا ہرثمہ کے واقعہ قتل نے تمام ملک میں تلاطم مچا دیا اہل بغداد نے مامون کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مامون کے عمال و حکام برطرف کر دیے گئے محمد بن ابی خالد ہرثمہ کا جانشین بنایا گیا تمام بغداد نے اس کی اطاعت قبول کی حسن بن سہل مامون کی طرف سے

۱۔ المامون صفحہ ۹۶ ۲۔ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم

بغداد کا گورنر تھا ان دنوں وہ واسط میں مقیم تھا محمد بن ابی خالد اس کے مقابلہ کے لیے ۲۰۱ھ میں گیا۔ اور حسن کی افواج کو بری شکست دی اور آگے بڑھ کر دراالد میں زہیر بن المسیب عامل حسن کو جالیا اور گرفتار کر کے بغداد بھیجدیا۔ ہارون کے بیٹے نے مضافات نیل پر فتح پائی حسن نے عظیم الشان فوج جمع کر کے باپ بیٹوں سے نبرد آزما ہوا ابی خالد کو منہ کی کھانا پڑی اور بغداد لوٹا زخمی ہو چکا تھا انتقال کر گیا محمد کے فرزند عیسیٰ نے باپ کی فوج کی کمان سنبھالی تمام بغداد نے اس کی سرداری قبول کی حسن کی فوج سے عیسیٰ اور اس کے بھائی زنبیل کے دو دو ہاتھ ہوئے عیسیٰ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا مگر اہل بغداد کو فضل اور حسن سے نفرت تھی حکومت سے عناد نہ تھا۔

امام علی رضاؑ کی ولی عہدی

بغداد میں یہ واقعات گذر رہے تھے مامون فضل کے قبضہ میں تھا اس تک ملک کی خبریں پہنچنا بند تھیں۔ مامون کو اہل بیت کرام سے نہایت محبت تھی اس نے امام ہشتم علی رضا علیہ السلام کو اپنی بیٹی ام حبیب منسوب کی[1] اور اپنا ولی عہد قرار دیا حضرت امام زہد و تقدس کے اعلیٰ نمونہ تھے ان کا فضل و کمال بھی خلافت کے شایان شان تھا ۲۰۱ھ میں مامون نے تمام اپنے عباسی خاندان کو خراسان مدعو کیا ۳۳ ہزار مرد و زن جمع ہوئے مامون نے سب کا بڑی عزت سے خیر مقدم کیا ایک سال حریم خلافت کے یہ لوگ مہمان رہے سب پر نظر ڈالی امام صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا فرد ولی عہدی کے لیے نہ جچا ۲۰۱ھ میں اعیان بنی عباس کو دربار میں

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۴

ہو گیا اور امام علی رضا کی بیعت خلافت لی اور تمام ممالک میں ان کی ولی عہدی
کا اعلان کر دیا[1] سیاہ لباس کے بجائے سبز لباس اختیار کیا گیا اس واقعہ نے بغداد
میں قیامت انگیز ہلچل ڈال دی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور
لوگوں نے مامون کے چچا ابراہیم بن المہدی کی بیعت کر لی[2] انھوں نے اپنا لقب
مبارک اختیار کیا۔

ابراہیم عباسی | ابراہیم نے ابو البطا سعید کو کوفہ بھیجا اس نے وہاں قبضہ جمایا حسن بن سہل واسط میں تھا ابراہیم کے معاون اس کو بید خل کر دی
لیکن حسن قلعہ بند ہو گیا ابراہیم نے عیسیٰ کو بھیجا حسن اور عیسیٰ میں بڑی جنگ ہوئی جس
میں عیسیٰ کو شکست اٹھانا پڑی۔ امام علی رضا نے مامون کو واقعات شورش سے
آگاہ کیا اور فضل کی فتنہ پردازی کھول کے رکھ دی اور فرمایا ہرثمہ کو اس نے ہی قتل
کرایا اور طاہر "جو تمہاری خلافت کا بانی ہے اس کو ملک کے ایک کونہ میں پہنچا دیا۔
مامون گھبرا گیا اور عراق کی روانگی کا انتظام کیا فضل کو پتہ لگا جن لوگوں نے امام کے
قول کی تصدیق کی تھی انکو سزائیں دیں مامون نے آخر ش فضل کو قتل کرا کر اس کے فتنہ
سے گلو خلاصی پائی اور قاتلوں کو بھی مروا ڈالا[3] اور حسن کو وزیر اعظم کیا اور اس کی لڑکی
بوران سے عقد فرمایا مگر حسن کو بھائی کے قتل کا صدمہ ایسا ہوا کہ پاگل ہو گیا تو اس کے
بجائے احمد بن ابی خالد کو وزیر اعظم مقرر کیا مامون طوس تک پہونچا تھا کہ امام علی رضا کا
آخری صفر ۲۰۳ھ یکایک انتقال ہو گیا[4] مامون کو بے حد صدمہ ہوا تین دن ان کی
قبر پہ مجاور بنا رہا امام کی وفات سے اہل بغداد کی کل شکایات جاتی رہیں ابراہیم مدا...

صفحہ
[1] تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۳۴ ۔ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۴ ۔ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم
[2] تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۴

میں مقیم تھا۔ ابراہیم کا افسر فوج عیسیٰ بن محمد حسن سے گٹھ گیا۔ ابراہیم کا بھائی منصور
بن مہدی، علی بن ہشام سب مامون کی طرف دار بن گئے عباس جو عیسیٰ کا خلیفہ
نے بغداد میں ابراہیم کے خلاف ایسی پرجوش تقریریں کیں کہ تمام بغداد مخالف
ادھر ۲۰۳ھ میں حمید بن عبدالحمید بقصد جنگ ابراہیم بغداد کا قصد کیا قریب
تو اہل بغداد نے سردار حمید کو لکھا کہ آپ بغداد آ دہم حوالگی کے لیے تیار ہیں۔ ح
نہر صرصر پہنچکر ٹھیرا۔ عباس اور تمام افسران فوج اس کے استقبال کو گئے یہ قرار پایا
جمعہ کے دن مقام "یاسریہ" میں مامون کا خطبہ پڑھا جاوے اور ابراہیم معزول کر
چنانچہ تاریخ معینہ پر حمید "یاسریہ" میں داخل ہوا۔ ابراہیم کی قید میں عیسیٰ تھا اس کو
سے رہائی دے کر حکم دیا کہ حمید کے مقابلہ پر جاوے اس نے ایک سازشی حملہ کیا اور
ہوگیا آخرش ابراہیم باقیماندہ فوج سے حمید کے مقابل آیا اور ناکام رہا اخری ذیقعد
جو معرکہ ہوا اس میں ایسی شکست ہوئی کہ تبدیل لباس کرکے ابراہیم روپوش ہوگیا۔ ابر
کی خلافت صرف ایک برس اور گیارہ مہینے رہی۔

تذکرہ :۔ ابراہیم عباسی، سات برس کا تھا کہ اس کے باپ مہدی کا انتقال
اس کی ماں شکلہ کی تربیت اور خود اس کی فطری صلاحیت کی وجہ سے ا
علم و فن سے دلی تعلق تھا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

> عباسی خلفا کی اولاد میں ابراہیم پہلا شخص ہے جو علم و فن
> اور شعر و ادب میں غیر معمولی مہارت رکھتا تھا۔

خطیب بغدادی کے لفظ یہ ہیں۔

ن وافسرالفضل عزیزالادب بڑا فاضل اور ادب میں وسیع النظر تھا
ن موصلی کا قول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں عبداللہ بن عباسؓ
بعد ابراہیم عباسی جیسا فاضل جلیل پیدا نہیں ہوا[له]
شعروشاعری کے علاوہ فن موسیقی میں یدطولیٰ رکھتا تھا[له] فن طب میں بھی
ف تھا جبریل بن بختیشوع سے ربط وضبط تھا جس سے اس فن میں بھی مہارت
ہوگئی[له] ابن خلکان نے حسب ذیل کتابیں اس کی یادگار سے تحریر کی ہیں۔
کتاب ادب ابراہیم۔کتاب الطب۔کتاب الغنا۔عربی دیوان کتاب
ی دیوان کو ابن ندیم نے دیکھا ہے جو چار ہزار اشعار کا مجموعہ تھا[له]
خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں علمی مشاغل میں لگا رہا مامون نے
واقع دمشق کی امارت اس کے سپرد کی[له] ایک غلطی کی وجہ سے اسے معزول
یا گیا پھر کچھ دن بغداد پر حکمران ہوگیا[له] کچھ حالات ہارون کے ذکر میں بھی تحریر ہیں۔
ابراہیم کی صورت بدہیئت اور بدوضع تھی مگر سیرۃً نہایت نرم خو فیاض اور
یاوہ دست تھا۔اغانی میں اس کے حالات بہت ہیں۔

مون کا داخلہ بغداد خلیفہ مامون "طوس" سے روانہ ہوکر جرجان پہونچا ایک
ماہ مقیم رہا زمانہ قیام میں رجاء بن ابی الضحاک کو جرجان
ماوراء النہر کی سپہ سالاری عطا کی پھر جرجان سے نہروان وارد ہوا مامون
اعزہ واقارب اور ہواخواہان دولت عباسیہ وسپہ سالاران لشکر اور
سار دعائدین سلطنت لینے کو حاضر آئے طاہر بھی رقہ سے آیا مامون نے اٹھ اٹھ

کتاب الاغانی جلد ۹ صفحہ ۳۶ سے عیون الانبا جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ سے فہرست ابن ندیم صفحہ ۱۶۸
تاریخ ابن عساکر جلد ۲ صفحہ ۲۶۸

قیام کرکے بغداد کی طرف کوچ کیا ۱۰ صفر ۲۰۴ھ بغداد پہونچکے "رصافہ"
قیام پذیر ہوا تمام شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ رصافہ سے نکل کے اپنے
محل میں جو کنارۂ دجلہ پر تھا اس میں اقامت پذیر ہوا فتنہ وفساد کی آگ
ہو چکی تھی۔ مامون کے سامنے طاہر ایک دن آکے کھڑا ہو گیا مامون بولا طاہر
تمنا ہو اس کو ظاہر کر میں اسکو ضرور پورا کردوں گا طاہر نے عرض کیا۔[۱]

امیر المومنین مجکو دربار خلافت میں سیاہ لباس پہن کے آنے کا حکم د
مامون نے یہ درخواست منظور کرلی اس کے بعد سے پھر اعیان سلطنت کا
سبز کے بجائے سیاہ ہو گیا[۲] اہل بغداد اور کل ارکان دولت مامون
اطاعت گذار و فرمانبردار بن گئے۔

فضل بن ربیع روپوش تھا سنا کہ وہ مر گیا اس کا مال ومتاع ضبط کیا گی
ایک دن وہ دفعتہً طالب امن کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مامون کو خبر ہوئی
کہا جب وہ دوسری دنیا سے دوبارہ لوٹا ہے تو ہارون بھی اس کے سا
باپ کی یادگار کی حیثیت سے اس کو امان دی اور مال ومتاع واپس

فضل بن سہل وزیر نے طاہر کو مامون سے الگ کر د

جنرل طاہر بن حسین

اس کے قتل کے بعد مامون کی توجہ "طاہر" پر مبذول
تو تمام مشرقی ممالک محروسہ (خراسان سے لے کر سندھ تک کا گورنر جنرل
احمد بن ابی خالد کی کارفرمائی کو زیادہ دخل تھا یہ واقعہ ۲۰۵ھ کا ہے۔
طاہر نے خراسان جاکر معقول انتظام کیا مگر دو سال کے بعد باغی ہو گ

---

[۱] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۰۸ تا ۱۰۹ [۲] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ

مامون کا نام خطبہ سے نکال دیا مامون نے ابن ابی خالد سے تقرری کے وقت کہا تھا طاہر ضرور بغاوت کرے گا مگر ابن ابی خالد نے اس کا ذمہ لیا تھا مامون نے ابی خالد سے کہا طاہر کو فوراً حاضر کرو چنانچہ چند دن بعد اس کی موت کی خبر آگئی[1] جس سے احمد بن ابی خالد کی بازپرس سے جان بچی۔

طاہر کے بعد اس کا بیٹا گورنر ہوا یہ نیم خودمختار حکومت خراسان میں بن گئی جو دولت عباسیہ کے ماتحت پہلی حکومت طاہریہ تھی جو ۲۰۵ھ[2] سے ۲۵۹ھ تک قائم رہی اور آخر یعقوب صفار کے ہاتھ اسکا خاتمہ ہو گیا۔

بغاوتِ زط جاٹ (زط) خلیج فارس کے سواحل پر آباد تھے امین اور مامون کی باہمی جنگ کے زمانہ میں ان لوگوں نے بصرہ کے راستہ پر قبضہ کر لیا اور راہ گیروں کو لوٹتے۔ مامون نے ۲۰۵ھ میں بغداد سے عیسٰی بن یزید جلودی کو ایک فوج کے ساتھ انکی سرکوبی کو بھیجا۔ زط تاب مقابلہ نہ لا سکے جابجا بھاگ گئے۔

نصر بن سیار امین الرشید کا حامی نصر بن سیار عقیلی تھا اسنے بھی کیسوم میں علم بغاوت بلند کیا مامون دوسری مہموں میں مشغول تھا اب فرصت ملی تو عبداللہ بن طاہر کو رقہ سے مصر تک کا والی بنا کر نصر کے مقابلہ پر مامور کیا طاہر[1] زندہ تھا اس موقعہ پر اس نے اصول سیاست و جہانبانی کے متعلق ایک

نوٹ [1] طاہر بن حسین بن مصعب بن رزیق بن ماہان مذیق حضرت طلحہ بن عبیداللہ کا جو طلحۃ الطلحات خزاعی کے لقب سے مشہور تھے غلام تھا مسلم بن زیاد بن ربیعہ نے ولایت کے زمانہ میں سکوستان کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ اسکا بیٹا مصعب بنی عباس کے نقیب سلیمان بن کثیر کا کاتب تھا آخر میں ہرات کا امیر ہو گیا پھر مرو کے قریب مقام بوشنج میں سکونت پذیر ہو گیا وہیں ۱۵۹ھ میں طاہر پیدا ہوا اس نے علم و ادب علمائے عصر سے حاصل کیا طاہر تو مند اور بہادر تھا مامون جب مرو میں قیام پذیر تھا تو اس کے دربار سے منسلک ہو گیا ۲۰۷ھ میں انتقال کیا۔

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۲ [2] اخبار دولتین از مولوی اکرام اللہ شہابی گوپاموی صفحہ ۱۰۲

مفصل دستور العمل لکھ کر عبداللہ کو دیا جو جامعیت کے اعتبار سے عدیم المثال تھا۔ طبری اور ابن اثیر نے اس کو پورا نقل کیا ہے۔

مامون نے اس خط کی نقلیں تمام ممالک محروسہ کے عمال کے پاس بھجوا دیں عبداللہ دستور العمل کو لے کر روانہ ہوا ۲۰۹ھ میں نصر کو گھیر کر چند شرائط پر اسے امان لینے پر مجبور کر دیا اور پھر مامون کی خدمت میں اس کو بھیجدیا اور قلعہ اسکا مسمار کر دیا گیا۔[1]

بغاوت افریقہ

مامون کو بغداد میں کچھ سکون ملا تھا کہ افریقہ میں بغاوت رونما ہوئی۔ یہ دولت اغالبیہ کی کارفرمائی تھی اس دولت کا بانی ابراہیم بن اغلب تھا ہارون نے اپنی خلافت اور مراقش کی ادریسی سلطنت کے درمیان ایک سرحدی ریاست قائم کر کے ۱۸۴ھ میں ابراہیم مذکور کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا اس زمانہ میں تونس اور الجزائر میں سخت شورش تھی ابراہیم نے اس کو فرد کیا اور صوبہ افریقہ کو چالیس ہزار دینار ٹھیکہ پر لے کر وہاں کا مستقل حکمران بن گیا صرف خطبہ میں خلیفہ وقت کا نام آتا تھا یہ دولت ۲۹۶ھ تک ابراہیم کے خاندان میں رہی عہد مامون میں عبداللہ بن ابراہیم حکمران تھا اس کے بعد ۲۰۱ھ سے ۲۲۳ھ تک اس کا بھائی زیادۃ اللہ رہا جس نے رومیوں سے جزیرہ صقلیہ حاصل کیا۔ خلفائے بنی عباس کے ہاتھ سے اندلس نکلا پھر مراقش یمن کی ولایت،

---

[1] نصر حلب کے شمال میں کیسوم کے علاقہ کا رہنے والا تھا امین الرشید کا جان نثار دوست تھا امین کے قتل کے بعد ۱۹۹ھ میں جزیرہ کے تمام اضلاع پر قابض ہو گیا مگر عبداللہ نے اس کی قوت توڑ دی اور مطیع کر لیا۔

اور ولایت افریقہ بھی نکل گئے۔

عبدالرحمٰن بن احمد علوی

مامون نے علویین کے ساتھ ہر موقعہ پر جا بے جا مراعات ملحوظ رکھیں مگر انہیں حصول خلافت کا جذبہ تھا ناکامیوں کے بعد بھی یہ مقدس حضرات سربکف نکل کھڑے ہوتے تھے ۲۰۷ھ میں عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے یمن میں اہل بیت کی دعوت شروع کی یمنی عباسی عمال کی سخت گیری سے نالاں تھے اس وجہ سے بہت سے یمنی عبدالرحمٰن کے ساتھ ہو گئے۔ مامون کو خبر لگی دینار بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور امان نامہ لکھ کر دے دیا کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ کی جائے چنانچہ امان نامہ کا اثر اچھا پڑا اور وہ مامون کے پاس چلے آئے مگر مامون علویوں سے بددل ہو گیا اور ان کا داخلہ دربار میں بند کر دیا۔[1]

ابن عایشہ اور ابراہیم بن مہدی پر فتح یابی

مامون بغداد میں رونق افروز ہوا تو ابراہیم بن مہدی اطراف بغداد میں روپوش ہو گیا مگر ان کے حامی مدد سے ان کی بیعت پر اڑے رہے انہیں ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم امام معروف بن ابن عائشہ۔ ابراہیم بن اغلب افریقی مالک بن شاہین بھی تھے۔ ان کی نشا تھی ابراہیم برسر اقتدار آجائے اس سازش کا علم مامون کو ہو گیا اسنے ۲۱۰ھ میں معاونین عائشہ کو گرفتار کرایا ان کے مددگار بھی حکومت کے ہاتھ لگ گئے عایشہ کے سواسب کو مامون نے قتل کرا دیا عائشہ ہاشمی

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۹

تھا اس کو سولی دی گئی[۱]

اسی سنہ میں ابراہیم بن مہدی بھی عورت کے لباس میں گرفتار کر لئے گئے۔ اور مامون کے سامنے پیش کئے گئے ابراہیم نے تمام قصوروں کا اعتراف کیا اور برادرانہ سے معافی چاہی مامون نے اپنے چچا کو معاف کیا[۲]

بغاوت مصر و اسکندریہ مصر کا والی سری بن محمد بن حکم تھا ۲۰۵ھ میں اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ جانشین ہوا تھوڑے عرصہ بعد خلافت مآب کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ انھیں دنوں اندلس سے ایک گروہ اسکندریہ میں اترا جس کو حکم بن ہشام نے اطراف قرطبہ کے ممالک مشرقیہ کی جانب جلا وطن کر دیا تھا۔ یہ لوگ اسکندریہ پر حملہ آور ہوئے اور قابض ہو گئے ابو حفص عمر بلوطی امیر بنا۔ عبد اللہ بن طاہر نصر بن شیشا کی سرکوبی کے بعد مصر آیا عبد اللہ بن سری سے مقابلہ ہوا اس کو شکست ہوئی اور ابن طاہر کا طالب امان ہوا یہاں سے عبد اللہ بن طاہر ۲۱۱ھ میں اسکندریہ پر حملہ آور ہوا ابو حفص کے ساتھی اسکندریہ چھوڑ کر جزیرہ افریطش چلے گئے۔ یہ کل علاقہ رام ہو گیا[۱]

موصل ۲۱۱ھ کا بڑا واقعہ سید بن انس کا قتل اور زریق جو ارمنیا اور آذربائیجان کا گورنر تھا اس کی بغاوت چنانچہ سید بن انس جو موصل کا نائب حاکم تھا زریق نے ایک اپنے سردار کی سرکردگی میں چالیس ہزار فوج سید کے مقابلہ میں روانہ کی ہر دو داد شجاعت دیتے ہوئے کام آئے مامون نے محمد بن حمید طوسی کو موصل کی حکومت عطا کی طوسی نے زریق کو آدبوچا وہ طالب امان ہوا[۲] طوسی نے زریق کی

---

[۱] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۱۶ [۲] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی ص ۱۱۷

اولاد سے شریفانہ سلوک کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا مخالف رام ہوگئے اور اس علاقہ میں امن وامان ہوگیا۔

بابک خرمی ایران کی سرزمین بوالعجبیوں کا گہوارہ ہر زمانہ میں رہی ہے ایرانیوں کی خوش عقیدگی سے چالاک اور فتنہ گر فائدہ اٹھاتے رہے نوشیران کے کے باپ قباد کے عہد میں مزدک نے اباحی مذہب جاری کیا "زر زمین زن" وقف عام تھی ہزارہا ایرانی مزدک کے ہمنوا ہوگئے نوشیرواں نے جملہ مزدکیوں کو زندہ دفن کرادیا[1] مگر اس کی تعلیم باقی رہی ایک عرصہ بعد ایک مجوسی جاویدان پسر شرک نے کچھ ترمیم کے ساتھ مزدکی خیالات پر نیا مذہب قائم کیا۔ یہ زمانہ ہارون کا تھا۔ فارس کے شمال میں آذربائجان اور اران کے درمیان قصبہ "بد" کا جاویدان رئیس تھا اطراف کے لوگ اس کے پیرو ہوگئے۔ بابک خرمی "استاق خمین" کے متصل ایک گاؤں بلال آباد کا رہنے والا تھا وہ جاویدان کی شہرت سن کر اس کے پاس گیا اور اسکا شاگرد ہوگیا جاویدان اس کا بہت لحاظ رکھتا جب وہ مرا تو اس کی بیوی نے یہ شہرت دی کہ مرتے وقت جاویدان کہہ گیا ہے کہ "مری روح اس جسم کو چھوڑ کر بابک کے جسم میں داخل ہوجائے گی" لہذا میرے بعد اس کی اطاعت کی جائے جماعت نے بابک کو اپنا پیشوا تسلیم کرلیا اور جاویدان کی بیوی اس کے حبالۂ عقد میں آئی بابک نے اولاً لوٹ مار شروع کی مسافروں کے لئے راستے بند ہوگئے مامون جو سنا اس نے ۲۰۱ھ میں یحییٰ بن معاذ کو بابک کی سرکوبی کی مہم پر متعین کیا لیکن یحییٰ تاب مقابلہ نہ لاسکا ناکام لوٹا تو ۲۰۴ھ میں علیٰ بن محمد بن خالد کو ارمینیہ اور

---

[1] سیاست نامہ نظام الملک طوسی۔

آذربائیجان کا والی بنا کر بھیجا بابک سے علیٰ نے بھی شکست کھائی ۲۰۹ھ میں احمد بن خبید اسکانی فوج لے کر گیا گرفتار رہوا ماموں نے محمد بن حمید طوسی کو فوج گران کے ساتھ بھیجا۔ بابک چونکہ کوہستانی علاقہ میں تھا طوسی گھر گیا اور مارا گیا[1] معتصم کے عہد میں افشین کے ہاتھوں بابکی تحریک کا خاتمہ ہوا

فتوحات ملکی

ماموں کا پورا عہد دیکھا جائے تو اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کے فرد کرنے میں گذرا مگر اس کے ساتھ ہی باپ دادا سے بڑھ کر فتوحات بھی ماموں کو حاصل ہوئیں ۱۹۲ھ میں ماموں کی اکثر فوجیں بغداد کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں تاہم ممالک مشرقیہ میں اس کی عظمت کا اثر کامیابی کے ساتھ پھیل رہا تھا۔ کابل کے فتح کرنے کو فوجیں روانہ کیں والی کابل مقابلہ کی ہمت نہ پا کر اسلام لے آیا اور تاج و تخت نذر بھیجا یہ بھی متمنی ہوا کہ کابل و قندھار دارالخلافت خراسان کے اضلاع میں شامل کرلئے جائیں۔ سندھ پر گورنر موسیٰ بن یحییٰ برمکی مقرر کیا گیا اسنے قرب کے اضلاع فتح کرلئے فضل بن ہامان نے سندان پر قبضہ کیا فضل کے بیٹے محمد نے ستر جہاز تیار کئے اور میدھ ہند پر چڑھائی کی قاسری فتح ہوا اس زمانہ میں بحکم ماموں ذوالریاستین کشمیر و تبت کی طرف بڑھا یُوخان درا دری پر قبضہ جمایا بلاد ترک بھی زیر تصرف آئے غاناب۔ شاغراطرانہ۔ جہفویہ۔ خرالجی۔ فرغانہ پر اسلامی پھریرے لہرائے اشروسنہ کا حاکم کاؤس اسلام لایا احمد ابن ابی خالد نے اشروسنہ

[1] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۲۰

کو قبضہ میں کیا اور کاوس کو ملک عطا کیا۔ شاہِ تبت نے بھی داخل اسلام ہوا۔

۲۰۱ھ میں عبداللہ بن خرداذبہ گورنر طبرستان نے ویلم پر چڑھائی کی بعض قلعہ فتح کر لئے ابو حفص اندلسی نے جزیرہ کریٹ کو فتح کیا ۲۱۲ھ میں جزیرہ صقلیہ کے کچھ حصہ پر بھی اسلامی پھریرہ لہرایا۔

روم پر حملے ۲۱۵ھ میں خود مامون ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوا بادشاہ روم نے صلح چند شرائط معمولی کے ساتھ چاہی مامون نے قبول نہیں کی۔ قلعہ قرۃ کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا قلعہ ماجدۃ کے لوگ خود اطاعت گذار ہو گئے۔ اشناس (غلام مامون) نے قلعہ سندس فتح کیا عجیف وجعفر نے قلعہ سباد پر قبضہ کیا ان کامیوں کے بعد مامون دمشق ۲۱۶ھ میں لوٹا۔ میدان خالی پاکر بادشاہ روم نے طرطوس ومصیصہ پر یلغار بول دی نہایت بیرحمی سے دو ہزار مسلمان شہید کر دئے گئے مامون کو خبر ملی غصہ سے بیتاب ہو گیا اور پھر روم پر حملہ بول دیا خود "ہرقلہ" کا محاصرہ کیا شاہزادہ عباس اور بھائی معتصم کو روم کے علاقہ کو تاراج کرنے کی اجازت دی۔ شاہزادہ معتصم نے تیس قلعہ فتح کر لئے عباس ابن مامون طبطیفو قلعہ کو قبضہ میں لے آیا اور شاہ روم پر جا پڑا اور اس کو شکست دے کر کامرانی سے واپس ہوا حدود روم کے قریب طوانہ قصبہ کو اسلامی شہر کی صورت میں عباس کی نگرانی میں تعمیر کا حکم دیا اور مسلمانوں سے اس کو آباد کیا۔ اس کی چار کوس کی شہر پناہ تھی چاروں سمت دروازے تھے[1]

وفات مامون ارض روم سے بعد فتوحات واپس دارالخلافہ ہو رہا تھا دریائے

[1] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۵

بدندون پر قیام کیا تفریحاً دریا کی سیر کو گیا پانی میں پیر لٹکا دیئے سرکاری ہرکارہ پہنچا اور عراق کی تازہ کھجوریں پیش کیں مامون نے معہ مصاحبوں کے وہ کھجوریں کھائیں اور اس پر پانی پیا۔ یہاں سے اٹھتے اٹھتے سب مصاحب بخار میں مبتلا ہو گئے شاہی طبیب بختیشوع اور ابن ماسویہ ہمرکاب تھے مامون کا علاج کرنے لگے مگر معمولی بخار نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی اسکا لڑکا عباس اور بھائی معتصم ساتھ تھے زندگی سے مایوسی کے بعد فقہا اور قضاۃ کے روبرو معتصم کو ولی عہد نامزد کر کے ضروری وصیتیں کیں ان سے فراغت کے بعد او رحالت بگڑ گئی دم آخر ندمانے کلمۂ شہادت کی تلقین کی[۱] ابن ماسویہ طبیب نے روکا کہ اس وقت ان میں "مانی" اور خدا میں امتیاز کی صلاحیت نہیں ہے یہ سن کر مامون نے آنکھیں کھول دیں اور ابن ماسویہ کو پکڑنے کا قصد کیا مگر طاقت جواب دے چکی تھی کچھ بولنا چاہا لیکن زبان نے یاری نہ دی بمشکل اتنا کہا

اے وہ جسے کبھی موت نہ آئے گی اس پر رحم فرما جو مر رہا ہے۔

یہ کہہ کر جمادی الثانی ۲۱۸ھ میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی لاش طرطوس لے جا کر دفن کی گئی وفات کے وقت عمر ۴۸ سال کی تھی بیس سال پانچ ماہ خلافت کے فرائض انجام دیئے[۲]

نظم مملکت

وسعت سلطنت | مامون الرشید جن ممالک کا فرمانروا تھا وہ نہایت

---

[۱] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۲۵ [۲] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۶ سے ۱۴۷ و ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۲۶ تاریخ الخلفا صفحہ ۲۰۸ و فوات الوفیات جلد اول صفحہ ۲۳۹

وسیع سلطنت تھی جو حدود ہند و تاتار سے بحراوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی پہاڑی دنیا کا کوئی خطہ ہسپانیہ کے سوا اسکی حکومت سے آزاد نہ تھا۔ ہندوستان کی سرحدی شہروں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا شہنشاہ روم گو خود سر فرمانروا تھا تاہم اکثر اوقات سالانہ خراج دینے پر مجبور ہوتا تھا۔

خراج عہد ہارون میں کل ملک کا خراج آجکل کے حساب سے اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ سالانہ تھا مامون کی خلافت نے اس پر بہت کچھ اضافہ کردیا۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں مامون کے سرکاری کاغذات سے خراج کا نقشہ تیار کیا اس جگہ اس کا خلاصہ درج کئے دیتے ہیں۔

ممالک سواد کسکر۔ اضلاع دجلہ۔ حلوان۔ اہواز۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ سندھ۔ سیستان۔ خراسان۔ جرجان۔ قومس۔ رے۔ طبرستان ورومان دنہاوند۔ ہمدان۔ بصرہ وکوفہ درمیانی اضلاع امیدان۔ شہرزور۔ موصل آذربائیجان۔ جزیرہ مع اضلاع فرات۔ ارمینہ قنسرین۔ دمشق اردن فلسطین مصر۔ برقہ۔ افریقہ یمن حجاز[1]

خراج ان سب ممالک سے ۳۹۰۸۵۵۰۰۰ درہم خزانہ مامون میں داخل ہوتا تھا مامون نے خراج وزکوٰۃ وجزیہ کا جس کو آج کل لگان وٹیکس کہہ سکتے ہیں کوئی جداگانہ قانون نہیں بنایا تھا سابقہ ہی تھا۔

مامون کے عہد میں ٹیکس کے وصول کرنے میں بے جا سختی نہ تھی اکثر مقامات پر مامون نے ٹیکس معاف بھی کردیے زکوٰۃ۔ جزیہ۔ عشر وصول کرنے والوں کی کڑی نگرانی

---

[1] المامون ص ۹۱۔ مقدمہ ابن خلدون فصل دوم ص ۱۸

کی جاتی تھی منصور، ہارون کے عہد سے بڑھ کر مالیات کا انتظام عہد مامون میں تھا۔
صیغۂ مالیات وزارت عظمیٰ کے سپرد تھا مامون نے شرط کڑی لگادی تھی وزارت عظمیٰ کے منصب کے لیے ضروری تھا کہ نیک اطوار ہو پاکیزہ عادت رکھتا ہو انتہائی مہذب ہو نہایت تجربہ کار ہو۔ اسرار چھپانے کا ظرف رکھتا ہو

فوجی نظام

فوجی نظامی یہ فوج وہ کہلاتی تھی جن کا نام و حلیہ دفتر العسکر میں قلمبند تھا اس کی تعداد تقریباً دو لاکھ سوار و پیادہ تھی سوار کی تنخواہ پچیس روپیہ اور پیادے کی دس روپیہ امیر العسکر (کمانڈر) کی تنخواہ زیادہ نہ تھی مگر انعامات حکومت فتوحات کے موقع پر دیا کرتی عبداللہ بن طاہر سردار فوج کو پانچ لاکھ درہم انعام ملے۔

وزیر اعظم ذوالریاستین کی تنخواہ تیس لاکھ درہم ماہوار تھی مگر کبھی یہ بھی امیر العسکر کا عہدہ اختیار کرتا۔

قاضی یحییٰ ابن اکثم جو قاضی القضاۃ تھے وہ متعدد بار فوج کے افسر اعلیٰ بنائے گئے۔

فوج متطوعہ رضاکار (والنٹیئر) یہ اس قسم کی فوج تھی جو وقت پر جس قدر ضرورت ہوتی فراہم کر لی جاتی۔ خصوصاً جہاد کی پر زور صدا گونجنے کے وقت تو سارا ملک امڈ آتا تھا۔ فوج کو سواری اور ہتھیار سرکار سے ملتا تھا اور خزانہ شاہی میں ہر قسم کے اسلحہ جنگ نہایت افراط سے ہر وقت

موجود تھے[1]

محکمہ خبر رسانی خبر رسانی اور پرچہ نگاری کا محکمہ ہارون کے زمانہ سے زیادہ وسیع کیا گیا اور ہر صیغہ کے علیحدہ علیحدہ خفیہ نویس اور پرچہ نگار مقرر کئے گئے مامون اس کے ذریعہ ملک کے معمولی سے معمولی واقعہ سے باخبر رہتا تھا مامون کی وسعت اطلاع کے بہت سے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں[2]

دربار بنی عباس پر تقریباً سو برس سے شہنشاہی کا چھتر سایہ افگن تھا دربار بھی پر وقار و عظمت ہوتا مہدی سے پہلے تو درباریوں کو خلیفہ کا دیدار بھی نصیب نہیں ہوتا تھا سریر خلافت کے آگے قریباً تیس ہاتھ کے فاصلہ پر ایک مکلف پردہ پڑا ہوتا تھا اور درباری اس سے ذرا فاصلہ پر دست بستہ کھڑے ہوتے تھے خلیفہ تو پردے کی اوٹ میں بیٹھ کر تمام احکام صادر کرتا تھا " مہدی نے اس طریقہ کو ختم کیا مگر پھر بھی بہت سے تکلفات کے حجاب باقی تھے مگر مامون نے ان میں بھی کمی کی

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ

مامون کا دربار ہو رہا تھا مامون کو ایک بار چھینک آئی درباریوں میں سے کسی نے سنت نبوی کے طریقہ پر یرحمک اللہ نہیں کہا مامون نے حاضرین سے سبب پوچھا انھوں نے عرض کیا کہ آداب شاہی مانع تھا مامون نے کہا کہ میں ان بادشاہوں میں نہیں ہوں جو دعائے عار رکھتے ہیں[3]

---

[1] المامون صفحہ ۹۹ [2] ابن خلکان [3] تاریخ الخلفاء

وزارتِ عظمیٰ

فضل بن سہل مامون الرشید کا پہلا وزیر اعظم فضل بن سہل تھا ذی علم ذی لیاقت تلوار اور قلم دونوں اس کے تابع فرمان تھے فضل علم نجوم کا بڑا ماہر امور مملکت میں اس علم سے بڑی مدد لیا کرتا بڑا فصیح و بلیغ مدبر، سیاست دان اور آداب سلاطین سے واقف علم فیاضی۔ اور سیاسی چالوں میں کوئی ہمسر نہ رکھتا تھا مامون کی خلافت اسکی حسن تدبیر کا نتیجہ ہے مگر اسنے خودسری پر کمر باندھی اور مامون کو شاہ شطرنج بنا دیا۔ مگر مامون نے کچھ عرصہ توجہ نہ کی اسکا احترام کیا ذوالریاستین خطاب دیا آخرش مامون کی خلافت خطرہ میں پڑ گئی تو اس کو ۲۰۲ھ میں قتل کرا دیا۔

فضل سلاطین فارس کی نسل سے تھا سہل اسلام لایا جعفر برمکی نے فضل کو مامون کی خدمت پر مامور کیا[۱] فضل جعفر کے بعد دوسرا وزیر بنی عباس کا تھا جسکی شان و شوکت کی مثال کم ملتی ہے قتل کے وقت بقول طبری عمر ۴۶ سال کی تھی فضل میں خود پرستی کا عیب تھا بڑے بڑے مشہور شعرا صریع الغوانی۔ ابراہیم موصلی۔ ابو محمد جو فن انشا کا ترقی دینے والا تھا فضل کے دربار سے منسلک تھے[۲]

حسن بن سہل فضل کا بھائی تھا بہت سے اوصاف اور خصوصیات کا مالک تھا فیاضی میں فضل سے آگے تھا فضل کے قتل کے بعد مامون نے

---

[۱] ابن خلکان جلد ا صفحہ ۱۳۰ [۲] الفخری صفحہ ۲۰۲

دلدہی کے لیے اس کو وزیر کر دیا اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی حسن وزارت سے پہلے طاہر کے مفتوحہ ممالک کا والی تھا حسن کو وزارت ملی مگر بھائی کا صدمہ اس کو کھا گیا اس کے حواس جلتے رہے اس حال میں بمقام سرخس ۲۳۶ھ میں فوت ہو گیا

احمد بن ابی خالد احمد بن ابی خالد الاحول حسن کے جنون کے زمانہ میں وزارت پر سرفراز کیا گیا۔ نہایت عاقل وفرزانہ امور جہاں بانی کا ماہر فصیح وبلیغ اور بہترین انشا پرداز تھا حسن کا ایک عرصہ تک کاتب رہا ۲۱۰ھ میں فوت ہوا[۱]

احمد بن یوسف ابی خالد کے بعد احمد بن یوسف بن قسم کو قلمدان وزارت سپرد ہوا فضل وکمال میں یگانہ ادب وشعر میں ممتاز تھا جہاں بانی اور اداب سلطانی میں بصیرت رکھتا تھا مگر مامون سے گستاخی سے پیش آیا اس نے سزا دی اس صدمہ میں مر گیا[۲]

ثابت بن یحییٰ ریاضی دان تھا مگر سخت تند مزاج کچھ عرصہ وزیر رہا

ابو عبداللہ محمد بن یزداد ابن سوید یہ مامون کا آخری وزیر تھا خراسان وطن تھا اباواجداد مجوسی تھے سوید اسلام لایا ثابت کے بعد مامون نے اس کو وزیر کر دیا۔ اور جملہ امور مملکت اس کے سپرد کر دیے مامون کا انتقال اس کی وزارت کے زمانہ میں ہوا ابن سوید بے عدیل کاتب تھا۔

کاتب مامون نے کاتب کا مرتبہ ہم رتبہ وزیر کر دیا تھا۔ اس عہدہ پر عمرو بن معدۃ المتوفی ۲۱۰ھ تھا چند یوم حافظ اس عہدہ پر رہا۔ کاتب تمام فرامین احکام۔ توقیعات۔ سلطنت ہائے غیر کے معاہدے اپنی طرز خاص میں لکھتا تھا۔

---

[۱] الفخری صفحہ ۲۰۵-۲۰۶ - [۲] ایضاً ص ۲۰۸ -

درخواستیں بادشاہ کے حضور گذارتا بادشاہ کی ہدایت پر مختصر بلیغ عبارت میں مناسب احکام لکھتا تھا مامون کا دوسرا کاتب احمد بن یوسف تھا فن بلاغت میں مسلم الثبوت استاد تھا۔

قاضی

فیصل مقدمات کے علاوہ یتیموں اور مجنونوں وغیرہ کی جائداد کا انتظام مفلسوں کی خبرگیری وصیتوں کی تعمیل بیواؤں کی تزویج اس قسم کے کام قاضی کے سپرد تھے"

قاضی القضاۃ

ممالک محروسہ میں قضاۃ کا جو بہت بڑا محکمہ تھا اس کا صدر مقام بغداد تھا افسر صدر قاضی القضاۃ کے لقب سے مخاطب کیا جاتا۔ اس بلند منصب پر قاضی یحییٰ بن اکثم ان کے بعد قاضی احمد بن ابی دواد معتزلی فائز کیے گئے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم حکومت کی عظمت کے ساتھ پیشوائے مذہب بھی تھے ان کی جلالت شان کے لیے یہ کافی ہے امام بخاری و امام ترمذی فن حدیث میں انکے شاگرد ہیں[1]

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

> قاضی یحییٰ کے ذاتی کمال اور پولیٹیکل لیاقت نے ان کو وزیر اعظم کے رتبہ تک پہنچا دیا تھا دفتر وزارت کے تمام کاغذات پہلے ان کی نگاہ سے گذرتے تب سند قبول پاتے۔

قاضی احمد بن ابی دؤاد اس کا نام الفرج اور وہی الایادی المعتزلی تھا

---

[1] ابن خلکان

باپ تاجر تھا اس بنا پر شام دکوفہ بغرض تجارت جاتا احمد کو بھی جانا پڑا عراق میں ہیاج بن العلاء السلمی جو واصل بن عطا کا شاگرد تھا اسکی صحبت میں رہا فاخذ عنہ الاعتزال[1] انسے ہی اعتزال کی تعلیم پائی خلق قرآن کا عقیدہ بشر المریسی سے لیا بشر نے جہم بن صفوان اور اس نے جعد بن درہم سے ایک عرصہ تک قاضی یحییٰ بن اکثم کی خدمت میں رہا اسی کی وجہ سے دربار مامون تک رسائی ہوئی فتنہ خلق قرآن اسکا پیدا کیا ہوا تھا مامون کو اس نے ہی گمراہ کیا مگر فاضل تھا سخاوت میں بجز البرامکہ کے دوسرا اس کے مثل نہ تھا۔

وکان موصوفاً بالجود والسخاء وحسن الخلق ووفور الادب[2]

اس نے محدثین پر بڑے بڑے مظالم تڑوائے معتصم نے قاضی القضاۃ کردیا تھا واثق کے عہد تک رہا اس کے اعمال کی سزا دنیا میں مل گئی فالج میں مبتلا رہ کر ۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔

معدل معدل کا محکمہ دفتر قضا سے تعلق رکھتا تھا اس کے پاس ایک رجسٹر ہوتا تھا جس میں ثقہ اور ساقط العدالت لوگوں کے نام درج ہوتے تھے مقدمات کی پیشی کے وقت گواہوں کے اعتبار و عدم اعتبار کا مدار بہت کچھ اس کے رجسٹر پر ہوتا تھا دستاویزوں کی رجسٹری اس محکمہ میں ہوتی یہ بڑی ذمہداری کا عہدہ تھا اس لئے نہایت مشہور راستباز اور ثقہ لوگ اس منصب کے لئے انتخاب کئے جاتے تھے۔

---

[1] البدایہ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۳۱۹ و ابن خلکان و ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۲۹
[2] المامون صفحہ ۱۰۰

محتسب یہ محکمہ احتساب بڑے پیمانہ پر تھا محتسب بازاروں یا مجمع عام میں کوئی امر خلاف شرع دیکھتا یہ جبر روک دیتا جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ کوئی نہ لاد سکے کشتی میں زیادہ آدمی نہ سوار ہو سکیں۔ راستہ یا سڑک پر جو مکانات گرنے کے قریب ہوں ان کے مالکوں سے کہہ کر گروا دینا جو معلمین بچوں پر زیادہ سختی کرتے ہوں ان کو سزا دینا۔ کوئی باٹ و پیمانہ وزن سے کم نہ رکھ سکے محتسب کے ساتھ سرکاری پیادے ہوتے گلی کوچوں میں گشت کرتا رہتا"

رعایا کی خبر گیری فضل بن سہل سے چھٹکارا حاصل کر کے مامون خود رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف لگ گیا تھا خراسان سے بغداد آیا راستہ میں جن شہروں و قریوں سے گذرا وہاں کے حالات معلوم کئے اور وہاں کے باشندوں کی بہتری اور فلاح کی تدبیریں کیں[1] بغداد آنے کے بعد دمشق اور مصر وغیرہ کا بھی دورہ کیا دمشق کے دورے میں غیر اقوام سے خلفائے سلف نے معاہدہ کئے تھے ان کی جانچ پڑتال کی چنانچہ آنحضرت صلعم کا ایک معاہدہ اس کے سامنے لایا گیا اس کو آنکھ سے چندبار لگایا اور وہ معاہدہ برقرار رکھا[2] بعض علاقوں کے محاصل پر نظر ثانی کر کے گھٹایا چنانچہ "ریے" کے خراج میں تخفیف کی

مامون اپنے ایک ایک عزیز اور متعلقین کے اندرونی اور خانگی نیز عام رعایا کے جزوی سے جزوی حالات سے باخبر رہتا تھا اس سے یہ غیر ممکن تھا کہ ان کے معاملات میں کوئی کسی قسم کے فریب سے اس کو دوچار کر دیتا۔

قیام عدل مامون عدل گستری میں نوشیرواں سے گوئے سبقت لے گیا تھا ظلم و

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ [2] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۵

کے انسداد میں بڑا اہتمام تھا۔

ابن فضل طوسی کو لکھا تمہارا بے تمیز اور بدزبان ہونا تو میں نے گوارا کر لیا لیکن رعایا پر ظلم نہیں برداشت کر سکتا۔

عمرو بن مسعدہ کو لکھا۔ اپنی دولت کو عدل سے آباد کرو کہ ظلم اس کو ڈھا دینے والا ہے[1]

ایک مرتبہ ایک غریب بڑھیا نے مامون کے حضور میں اس کے لڑکے عباس پر استغاثہ دائر کیا کہ شہزادہ عباس نے اس کی جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ عباس عدالت میں موجود تھا مامون نے اس کو اپنے پاس سے اٹھوا کر بڑھیا کے پاس کھڑا کرا دیا دونوں کے بیان لئے شاہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا اور بڑھیا بلند آواز سے بیان دے رہی تھی وزیر دولت احمد بن ابی خالد نے بڑھیا کو روکا کہ امیرالمومنین کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے مامون نے منع کیا جس طرح کہتی ہے کہنے دو حق نے اس کی آواز بلند کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے دونوں کے بیانات سننے کے بعد بڑھیا کے حق میں مامون نے فیصلہ دیا۔ اور موکل کو لکھ کر بڑھیا کی جائداد واپس کرا دی اور بڑھیا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی[2] یہ تھا مامون کا عدل و انصاف۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے مامون پر بیس ہزار کا دعویٰ کر دیا مامون کے نام قاضی کا حکم آیا کہ حاضر عدالت ہو مامون عدالت قاضی میں پہنچا تو خدام نے خلیفہ کی عظمت کا خیال کر کے قالین بچھایا قاضی القضاۃ نے ان کو روک دیا کہ عدالت میں مدعی

---

[1] عقد الفرید ج ۲ صفحہ ۲۲ [2] عقد الفرید جلد اول صفحہ ۹

اور مدعا علیہ دونوں برابر ہیں کسی کے ساتھ امتیاز برتا نہیں جا سکتا مامون نے خوش دلی سے عدالت میں بیان دیا بلکہ بعد میں قاضی کی حق پرستی کے صلہ میں اس کی تنخواہ اور بڑھا دی[1]

عمال کے ظلم و زیادتی کی پوری نگرانی مامون رکھتا تھا اور خلاف ورزی کی صورت میں انکو سزائیں دیتا۔

ایک مرتبہ ایک سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا اس کی زبان پر بے ساختہ حضرت عمر کا نام آگیا مامون کو اس واقعہ کی خبر لگ گئی اس نے فوراً اس شخص کو طلب کر کے پوچھا تم کو عمر کا عدل یاد آیا اس نے کہا ہاں مامون نے کہا خدا کی قسم اگر میری رعایا مثل عمرؓ کی رعایا جیسی ہوتی تو میں ان سے زیادہ عدل کر کے دکھاتا اور اس آدمی کو انعام دے کر رخصت کیا۔ سپاہی کو نوکری سے برخاست کر دیا[2]

مامون کہا کرتا تھا کہ بغاوت ہمیشہ عمال کی زیادتیوں سے پیدا ہوا کرتی ہے مامون کے دربار میں اہل کوفہ کا وفد آیا اور انھوں نے اپنے عامل کی سختیوں کی شکایت کی مامون نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو ہمارا عامل نہایت عادل ہے وہ لوگ بولے بیشک ہم جھوٹے ہیں اور امیر المومنین آپ سچے ہیں لیکن اس کے عدل کے لئے ہمارا شہر ہی کیوں مخصوص کیا گیا ہے اس کو کسی اور شہر میں بھیج دیجئے تاکہ وہ بھی اس کے عدل و انصاف سے ویسا ہی فائدہ اٹھائے جیسا ہمارا شہر اٹھا چکا ہے مامون نے لاجواب ہو کر ان سے کہا تم لوگ جاؤ میں نے اس عامل کو معزول کر دیا[3]

ہشام ایک جگہ کا عامل تھا اس کو لکھا جب تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر

---

[1] المستطرف جلد اول صفحہ ۱۰۱ [2] عقد الفرید [3] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۳۲

تمہارا شاکی موجود ہوگا مرے دربار میں تمہاری رسائی نہ ہوگی ۔

سیرت و اخلاق

مامون الرشید تدبر و سیاست عقل و دانش فہم و فراست عدل و انصاف شجاعت و شہامت ۔ فیاضی ۔ دریا دلی حلم عفو سادگی تواضع و مدارت غرضکہ جملہ اوصاف میں کامل و اکمل تھا ۔

اخلاق مامون کا اخلاق بڑا وسیع تھا سادگی جزو طبیعت تھی اگر محفل مناظرہ میں مخاطب سخت کلامی کر بیٹھتا خندہ پیشانی سے اسے برداشت کرتا جب اس کی رائے کسی معاملہ میں غلطی کرنے لگتی ارکان دولت میں سے کسی نے اس کو آگاہ کیا تو وہ اس سے باز رہتا اگر ملزم نے اپنا الزام رد کر دیا تو اس کا اعتراف کر لیتا چنانچہ ۱۹۹ھ میں عبد اللہ ابن زیاد کے کچھ اخلاف خلیفہ المامون کے دربار میں حاضر کئے گئے ۔ جن میں سے ایک عبد اللہ ابن زیاد کا پوتا محمد نامی تھا امویوں اور عباسیوں کی چشمک اب تک برابر چلی جاتی تھی خلیفہ نے اس کے اور اس کے ساتھ دوسرے قیدیوں کے حسب و نسب کی نسبت کچھ استفسارات کئے اور بالآخر حکم دیا کہ محمد ابن زیاد اور ان کے ایک ساتھی کو قتل کیا جائے ۔ قتل کا حکم سن کر ابن زیاد خلیفہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ یا امیر المومنین ہم تو سنتے تھے کہ آپ بڑے حلیم اور بردبار ہیں اور بلا وجہ و جرم کسی کا خون اپنی گردن پر نہیں لیتے ۔ لیکن اس وقت معلوم ہوا کہ ہم سے جو کچھ آپ کے ان اوصاف کی نسبت کہا گیا تھا ۔ سرتا پا دروغ نکلا ۔ اگر آپ ہماری

بداعمالیوں کی پاداش میں ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم نے تو آج تک کوئی بات ایسی نہیں کی جس کا اتنا بڑا سنگین خمیازہ ہمیں کھینچنا پڑے نہ ہم نے آپ کے خلاف اظہار تمرد و بغاوت کیا ہے۔ نہ حکومت کے خلاف کوئی خفیہ ریشہ دوانی کی ہے نہ قوم کے مشوروں سے ہم نے علٰحدگی اختیار کی ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا جرم ہے جس کی سزا ہمیں دی جا رہی ہے اگر آپ ہم سے ان بدسلوکیوں کا بدلہ لینا چاہتے ہیں جو امویوں نے عباسیوں کے ساتھ اپنے زمانہ میں روا رکھی ہیں تو پہلے قرآن مجید کی اس آیت پر غور کر لیجئے جو کہ الفاظ میں کہی گئی ہے کہ

لا تزر وازرۃ وزر اخری کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہوں کا) بوجھ اپنے سر پر نہ اٹھائے گا۔

قرآن مجید کی نص صریح کے ارشاد نے مامون کو شرمندہ کر دیا اس نے اس کے سامنے سر عجز جھکا دیا اور اپنی خطا کا اعتراف کر لیا بلکہ ابن زیاد کی اس صاف گوئی کو بہت سراہا اور ابو العباس الفضل ابن سہل ذوالریاستین کو ایما کیا کہ ابن زیاد اور اسکے تمام رفقا کو شاہی مہمان کے طور پر رکھا جائے اور ان کی نگہداشت میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا جائے۔

حلم و عفو خلفائے عباسیہ میں حلم و عفو میں مامون بے نظیر تھا درگذر کرنے میں اسکو ایسی لذت حاصل ہوتی تھی کہ اکثر خطاؤں کے بخشنے کے بعد درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کرتا۔

ایک مجرم سے مامون نے کہا واللہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

مجرم نے کہا کہ آپ تحمل کو کام میں لائے ترحم کرنا بھی نصف عفو ہے۔ مامون نے کہا کہ اب تو میں حلف اٹھا چکا۔

اس نے کہا امیرالمومنین اگر آپ خدا کے سامنے بحیثیت حانث کے پیش ہوں تو اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ آپ بحیثیت خونی کے خدا کے حضور آئیں یہ سن کر مامون نے اس کا قصور معاف کر دیا۔[۱]

فضل بن ربیع مامون کا دشمن صریح تھا جس نے امین کو ورغلا کر مامون سے بھڑا دیا مگر جب مامون کے سامنے آیا تو اس کو اپنے باپ کا مصاحب تصور کر کے سخت عفو تقصیر کیا فضل سے بڑھ کر کارنامہ ابراہیم بن مہدی عباسی کا تھا جس نے موقع پا کر بغداد پر قبضہ جما یا جب گرفتار ہو کر اپنے برادرزادہ مامون کے سامنے لائے گئے ابراہیم نے معذرت کی کہ اگر آپ مواخذہ کریں تو حق بجانب ہیں اور اگر معاف کریں تو مہربانی ہے تو مامون نے اس دشمن کے مقابلہ میں جو خلافت چھین سکا تھا عفو سے کام لیا اور کہا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔[۲] اور مراعات ملحوظ رکھیں۔

عبداللہ بن بواب جو مامون کا دسباری تھا اسکا بیان ہے کہ بعض اوقات مامون کے حلم پر ہم مصاحبوں کو غصہ آجاتا تھا ایک مرتبہ مامون دجلہ کے کنارے رونق افروز تھے سامنے قنات کھینچی ہوئی تھی کہ ایک فلاح ادھر سے گذرا اور بے اہتمام دیکھ کر بلند آواز سے کہنے لگا کہ مامون اپنے بھائی امین کو قتل کرا کے ہم لوگوں کی نگاہ میں کبھی معزز نہیں ہو سکتا ہیں خیال ہوا مامون کو غصہ آئیگا اور اس کی گرفتاری کا حکم دے گا مگر یہ سن کر مامون مسکرایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا تم لوگ کوئی ایسی

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۰۷، [۲] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۳

ترکیب بتا سکتے ہو کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں ملہ
ایسے ہی امین کے درباری شاعر حسین بن ضحاک نے دردناک مرثیہ لکھا جس میں مامون
کو ظالم قرار دیا جب مامون برسر اقتدار ہوا حسین کو دربار میں آنے کی ممانعت کر دی
پھر چند دن بعد بلا کر مرثیہ کا ذکر کیا شاعر بولا امین کے قتل کے اثر میں سب کچھ کہہ گیا
اب مواخذہ کریں تو آپ کا حق ہے اور بخش دیں تو آپ کی فیاضی یہ سن کر مامون کی
آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حکم دیا کہ اس کی تنخواہ بحال کر دی جائے ملہ مامون کو
عفو میں بہت زیادہ مزہ ملتا تھا کہا کرتا تھا کہ مجھے عفو میں اتنی لذت ملتی ہے کہ اس پر
ثواب ملنے کی امید نہیں اگر لوگوں کو میرے عفو کا اندازہ ہو جائے وہ جرائم کو میرے
تقرب کا ذریعہ بنائیں ۔ مامون آرزو کرتا تھا کاش مجرم میرے عفو سے واقف
ہو جاتے تاکہ ان کے دلوں سے مواخذہ کا خوف دور ہو جاتا اور وہ سکون کی
مسرت سے لطف اندوز ہوتے ۔"

تواضع وخاکساری

مامون اپنے خواص اور حاشیہ نشینوں کے ساتھ ملنساری خاکساری سے پیش آتا تمکنت اسمیں بالکل نہ تھی ملنے والے تو کجا خدام کے ساتھ بھی مساویانہ سلوک کرتا حتیٰ کہ ان کی راحت میں خلل تک نہ آنے دیتا تھا ۔

قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم کا بیان ہے کہ

میں نے مامون سے زیادہ شریف الطبع انسان نہیں دیکھا ایک شب مجھکو حریم خلافت میں سونے کا اتفاق ہوا آدھی رات بیتے

ملہ تاریخ خطیب جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۹ و تاریخ الخلفا صفحہ ۱۷۳ ملہ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۳

ہوئے کچھ عرصہ گذرا مری آنکھ کھل گئی تشنگی کا غلبہ تھا۔ پانی پینے اٹھا مامون الرشید کی نظر مجھ پر یکایک پڑگئی انھوں نے پوچھا قاضی صاحب کیا بات ہے سوتے کیوں نہیں میں نے عرض کیا امیرالمومنین پیاس معلوم ہوتی ہے اس لئے کہا آپ اپنے بستر پر بیٹھے اور خود جاکر ابدارخانہ سے پانی لاکر مجکو دیا میں نے عرض کیا امیرالمومنین خادم یا خادمہ کو اٹھا لیا ہوتا فرمایا سب سوئے ہوئے ہیں میں نے عرض کیا تو میں خود ہی پانی آبدارخانہ جاکر پی لیتا۔ مامون نے فرمایا انسان کے لیے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہے۔

سخاوت فیاض اور سخاوت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ شعرا اور اہل فن کو ہزاروں لاکھوں درہم و دینا رعطا کر دینا مامون کا معمولی کام تھا محمد بن وہیب کے ایک مدحیہ قصیدے کے صلے میں حکم دیا کہ فی شعر ایک ہزار دینار[1] دلا دئے جائیں یہ کل پچاس شعر تھے اور پچاس ہزار درہم اسی وقت اس کو دلا دئے گئے[2] مامون کی سخاوت کے واقعات سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

بوران کے ساتھ شادی

بوران حسن بن سہل کی نور نظر تھی مامون نے حسن کی دلدہی کی بنا پر بوران

---

[1] تاریخ خطیب جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۰ [2] آغانی ترجمہ محمد بن وہیب

سے شادی کی۔ حسن میں فیاضی اور اولوالعزمی کا جوہر زیادہ نمایاں تھا بوران کی شادی میں پورا مظاہرہ کیا گیا۔ تقریب شادی فم صلح میں کی گئی مامون کا سارا خدم وحشم فوج اور جملہ عمائد ملک شریک تھے ۱۹ دن تک حسن کے دولت کدہ پر برات مقیم رہی۔ حسن نے بڑی اولوالعزمی سے بارات کی تواضع و مدارات کی۔ شادی کے دن رقعوں پر نقدی جائداد۔ غلام اور ہر قسم کا نقد و جنس اور ساز و سامان لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر مامون پر سے نچھاور کی گئیں جس کو جو گولی ملی فوراً اس کی مرقومہ چیز اس کے حوالہ کی گئی ان گولیوں کے علاوہ طلائی اور نقرئی سکّے براتیوں پر لٹائے گئے مامون کے بیٹھنے کے لیے خالص سونے کا فرش تھا جیسے ہی اس نے اس پر قدم رکھا اوپر سے سچے موتی نچھاور کیے گئے اور جب پہلی مرتبہ مامون بوران سے ملا تو بوران کی دادی نے دولہا دلہن کے اوپر سے ایک ہزار بیش قیمت اور بڑے موتی نچھاور کئے[۱] نظامی گنجوی نے لکھا ہے کہ مامون نے اس موقعہ پر اپنی جیب میں سے کبوتر کے انڈے کے برابر موتی نکال کر بوران پر سے نچھاور کئے ایک موتی ایک اقلیم کی آمدنی سے خرید کردہ تھا[۲]

مورخین اسلام اس شادی کے اخراجات کا اندازہ پانچ کروڑ کا کرتے ہیں[۳]

عیش و عشرت مامون آغاز خلافت میں ہی ماہ تک نغمہ و سرود سے مجتنب رہا پھر کچھ شوق ہوا گاہے ماہے گانا سن لیا کرتا آخر میں البتہ رنگین صحبتیں رہتی تھیں بنید کا دور رہتا گل اندام کنیزیں نغمہ سرا ہوتیں ساز چھڑا جاتا ہے رنگین طبع احباب جمع رہتے مگر عیش و عشرت میں اپنے فرائض کو مامون کبھی نہ بھولتا۔

---

[۱] ابن خلکان صفحہ ۹۳ [۲] چہار مقالہ نظامی گنجوی [۳] مقدمہ ابن خلدون۔ ابن خلکان جلد ا صفحہ ۹۳ و الفخری صفحہ ۲۲۳

فن موسیقی کی ترقی

مامون کے دربار میں مغنیوں کا بڑا گروہ موجود تھا جنھوں نے علمی اصول وقواعد کے موافق موسیقی کو معراج کمال تک پہونچادیا اور جن میں سے مخارق علویہ عمرو بن بانتہ۔عقید یحییٰ مکی۔سوسن۔زلزل۔زرنبود اس فن کے ارکان تسلیم کئے گئے ہیں لیکن اسحاق موصلی کو کوئی نہ پہونچا۔اسحاق کا باپ ابراہیم موسیقی کا مشہور ماہر اور استاد تھا اسحاق کو دربار میں فقہا کا لباس پہن کر آنے کی اجازت تھی مامون کے ندیموں میں سے تھا ایک دن مامون سے درخواست کی کہ دراعہ اور سیاہ طیلسان پہن کر جمعہ کے دن مقصورہ میں داخل ہونے کی اجازت ہو مامون مسکرایا اور کہا اسحاق یہ نہیں لیکن تمہاری درخواست لاکھ درہم پر خرید لیتا ہوں یہ کہہ کر حکم دیا لاکھ درہم اس کے گھر پہنچادے جائیں[ملـ۱]

مامون کو افسوس رہا کہ اسحاق منصب قضاۃ کے قابل تھا لیکن قوال ہونے کی وجہ سے اس بلند درجہ تک پہونچایا نہیں جاسکا۔

راسخ الاعتقادی

مامون اعلیٰ درجہ کا فلسفی تھا مگر اس کے ساتھ مذہبی اعتقاد میں نہایت راسخ الاعتقاد تھا فرائض اور اعمال کا سخت پابند پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ اس کو سچی ارادت اور والہانہ عقیدت تھی شام کا سفر درپیش ہوا آنحضرت صلعم کا نامہ مبارک ایک بطریق نے دیکھایا تو اس کو آنکھوں سے

اسحاق بن ابراہیم۔ابراہیم ہارون الرشید کے دربار کا مغنی تھا دس ہزار درہم ماہوار ملتا تھا اسحاق فن ادب انساب روایات فقہ نحو میں مجتہدانہ کمال رکھتا تھا فرآء سے قرآن مجید پڑھا حدیث ہشیم سے سنیں اصمعی وابو عبیدہ سے ادب سیکھا۔زلزل سے ایک لاکھ درہم دے کر عود بجانا سیکھا۔

ملـ۱ المامون صفحہ ۱۴۰۔

لگایا اور جوشِ محبت میں چند مرتبہ وزنا مبارک کو آنکھوں سے لگایا آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ تاریخی حقیقت ہے کہ مامون کو سرورِ عالم سے عاشقانہ وارفتگی تھی یہی وجہ تھی اہل بیت کرام سے دلی تعلق رکھتا تھا اور فدک کو اہل بیت سے متعلق کر دیا۔ بیے شبہ آنحضرت صلعم سے پرجوش عقیدت تھی اس بنا پر خاندان نبوت سے دلی خلوص رکھتا اور ان سے مراعات روا رکھتا خود مامون نے ایک موقع پر بیان کیا ہے

> ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانِ خلافت میں ایک بنی ہاشم کو بھی کوئی ملکی عہدہ نہیں دیا عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس خاندان کے ساتھ کچھ فیاضی نہ کی لیکن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جب خلیفہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس کو بصرہ۔ عبید کو یمن معبد کو مکہ قثم کو بحرین کی حکومت دی اور آل عباس میں کوئی باقی نہ رہا جس کو حکومت میں کچھ حصہ نہ ملا ہو۔ ہمارے خاندان پر یہ قرض باقی چلا آتا تھا جس کو اب میں نے ادا کیا ہے[1]

اعتزال مامون کی طبیعت آخر میں اعتزال کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جعفر برمکی جو مامون کا اتالیق تھا اس کا مصاحب و ندیم حکیم النظام بغدادی معتزلی تھا جو یونانی فلسفہ کا بڑا عالم اسنے ارسطو کے رد میں ایک کتاب لکھی علم الکلام کے اکثر مسائل اس کے اختراع کے ہوئے ہیں چنانچہ نظام کے خیالات کا اثر مامون پر بھی پڑے بغیر نہ رہ سکا۔ جسکا ظہور آخر زندگی میں فتنہ خلق قرآن کی صورت میں رونما ہوا قاضی ابی دؤاد معتزلی نے مامون کے خیالات کو اور پختہ کر دیا جس کی

[1] تاریخ الخلفا

تفصیل آگے آتی ہے۔

مامون کا علمی ذوق وشوق

مامون نے نظم مملکت میں بیدار مغزی کا جہاں ثبوت دیا اس کے ساتھ ہی علمی شغف میں علمائے معاصرین میں ایک گونہ امتیازی درجہ رکھتا تھا عباسی خلفا میں فی الحقیقت گل سرسبد تھا اس کے علمی ذوق نے اس کے عہد کو علمی حیثیت سے دور زریں بنا دیا تھا علمی ترقیوں کی تفصیل کے لیے "عصر المامون" اور "المامون" علمی دنیا میں موجود ہیں اس جگہ مامون کا ذاتی علم وفضل اور مختصر علمی ترقی کا ذکر کرتے ہیں۔

مامون طالب علمی کے زمانہ سے ہی ذکی۔ ذہین اور طباع تھا فضلائے عہد کی صحبت نے فطری صلاحیتوں کو اور اجاگر کردیا جس سے اہل علم کی صف اول میں شمار ہونے لگا۔

علوم دینی کے علاوہ مامون کی شعر و ادب پر ناقدانہ نگاہ تھی ایک دن مامون کے پاس بغداد کا مشہور شاعر و ادیب اصمعی بیٹھا تھا تو شعر و شاعری کا ذکر چھڑ گیا مامون نے اصمعی سے یہ شعر پڑھ کر

ماکنت الا کلحم میت   دعا الی اکلہ اضطرار

پوچھا یہ شعر کس کا ہے اصمعی بولا ابن عیینہ المہلبی کا مامون نے کہا شعر میں بلند خیالی ہے مگر فلاں شعر سے یہ ماخوذ ہے اصمعی مامون کی وسعت نظر پر حیران ہو کر رہ گیا[1]

---

[1] مراۃ الجنان یافعی

علامہ سیوطی اپنی تاریخ میں یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے سفر میں جانے کا ارادہ کیا اور لشکر کو ایک ہفتہ کے بعد چلنے کو تیار رہنے کا حکم دیا لیکن ہفتہ بھر گذر جانے کے بعد سفر کو نہ روانہ ہوا اور نہ کوئی اور حکم دیا لوگ پریشان تھے فوجی افسروں نے مامون سے جاکر عرض کیا شاہزادہ صاحب آپ ہی ہماری مشکل کو حل کیجئے۔ مامون نے یہ نظم لکھ کر ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کی۔

یا خیر من دت المطی به ومن تقدی بسرجة الفرس

هل غاية فی المسیر نعرفها ام امرنا فی المسیر ملتبس

ما علم هذا الا الی ملك من نوره فی الظلام یقتبس

ہارون نے یہ قطعہ پڑھا بہت خوش ہوا۔ اب تک معلوم نہ تھا کہ مامون شعر کہتا ہے اس نے کہا بیٹا تمہیں شاعری کیا کرنی ہے شعر احقیر لوگوں کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور جلیل القدر لوگوں کو زمین پر گرا دیتے ہیں[1]

عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ مجھ سے مشہور شاعر ابن حفصہ نے کہا کہ کبھی تم نے بھی اس کا خیال کیا ہے کہ مامون پوری طرح شعر کی قدر نہیں کرتا میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو اس سے بہتر شعر سمجھنے والا کوئی نہیں ہے واللہ اکثر میں نے شعر سنائے ہیں

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۱۹

ترجمہ: ۱۔ اے وہ شخص جس کے ساتھ چلنے والے چلتے ہیں۔ اور جس کے گھوڑے پر ہر وقت زین کسا رہتا ہے۔ ۲۔ کاش ہمیں سفر میں جانے کی وجہ معلوم ہوتی۔ یا یہ معلوم ہو جاتا کہ سفر میں ابھی دیر ہے ۳۔ اس کا علم سوا اس بادشاہ کے اور کسی کو نہیں ہے کہ جس کے نور سے ظلمات بھی اقتباس نور کرتا ہے۔

اور مامون سنکر اچھل پڑا ہے ابن حفصہ بولا کہ میں نے یہ شعر مامون کی شان میں کہکر اسے سنایا اس نے کچھ بھی اثر نہ لیا عمارہ بولے وہ شعر کونسا ہے ابن حفصہ نے کہا یہ ہے ؎

اُضحی امام الھدیٰ المامون مشغلاً ؎ بالدین والناس فی الدنیا مشاغیل

عمارہ نے شعر سنکر کہا کہ اس شعر کا مامون پر کیا خاک اثر ہوتا ابن حفصہ تم نے تو مامون کو ایک بڑھیا بنا دیا جو اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی تسبیح ہلا رہی ہے پھر تم ہی بتاؤ اگر مامون ہی دین میں اس درجہ مشغول ہو جائے تو انتظام ملک کون کرے ابن حفصہ تم نے وہی مضمون کیوں ادا نہ کیا جو تمھارے چچا نے ولید کی شان میں کہا تھا۔

فلا ھو فی الدنیا مضیع نصیبہ ؎ ولا عرض الدنیا عن الدین شاغلہ[۱]

یہ تھی مامون کی شاعرانہ اور سخن سنجانہ زندگی

فقہ وحدیث پر نظر

شعر و ادب میں جو پایہ تھا وہ تھا ہی فقہ وحدیث میں بھی اس کی نظر وسیع تھی اور وہ مسائل دینی میں اہل فن کی طرح نکتہ آفرینیاں کیا کرتا ۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ایک روز مامون دربار عام کئے علماء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عورت نے آکر شکایت کی کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ مرا ہے

امام ہدیٰ مامون دین میں مشغول ہے اور لوگ دنیا کے اشغال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

[۱] وہ اپنا دنیوی حصہ بھی نہیں ضائع ہونے دیتا۔ اور نہ دنیا وی اشغال اسکو دینی شغل سے باز رکھتے ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۰ و البدایۃ والنہایہ الجزء العاشر صفحہ ۲۷۷)

لیکن لوگ مجکو ایک دینار دے کر ٹالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرے حصہ میں صرف اسی قدر آتا ہے۔

مامون نے کچھ تھوڑی دیر غور کر کے کہا وہ سچ کہتے ہیں ترے حصہ میں اتنا ہی آتا ہے علماء نے کہا امیر المومنین یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ مامون نے کہا کہ متوفی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں دو تہائی (⅔) یعنی چار سو دینار انکو ملیں گے اور والدہ کو چھٹا (⅙) حصہ یعنی سو دینار اور بیوی کو اٹھواں (⅛) حصہ یعنی پچھتر دینار اور بارہ بھائیوں کو فی کس دو دو دینار اور اس عورت کو ایک دینار علماء نے دربار مامون کی فرائض دانی پر عش عش کرنے لگے[1]

ایک بار مامون کے دربار میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں محدث ہوں اور اس فن میں ساری زندگی گذار دی مامون نے اس سے مخاطب ہو کے کہا تم کو فلاں مسئلہ کے متعلق کتنی حدیثیں یاد ہیں وہ ایک بھی نہ بتا سکا تو مامون نے خود اس کے متعلق بیسوں روایتیں سنا دیں اور سندوں کا ایک تار باندھ دیا پھر اس شخص سے ایک دوسرا مسئلہ پوچھا وہ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکا تو مامون نے اس مسئلہ کے متعلق بھی متعدد حدیثیں بیان کیں پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگ تین دن حدیث پڑھتے ہیں اور پھول جاتے ہیں کہ ہم ہی محدث ہیں[2]

مامون کا حافظہ ہارون الرشید حج کرنے کے بعد کوفہ گیا اور وہاں کے محدثین کو بلا بھیجا تمام حضرات آگئے مگر عبداللہ بن ادریس

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۰، [2] ایضاً

اور عیسیٰ بن یونس محدث نے آنے سے انکار کر دیا۔ رشید نے امین اور مامون کو ہر دو علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا ابن ادریس نے امین کو مخاطب کر کے سو حدیثیں پڑھ دیں مامون خاموش سنتا رہا جب ابن ادریس حدیثیں سنا چکے اور خاموش ہوئے تو مامون نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان احادیث کا اعادہ کر دوں اور پھر وہ تمام حدیثیں من وعن بیان کر دیں ابن ادریس مامون کی قوت حافظہ دیکھ کر حیران رہ گئے ہیں[۱]

مامون سے کثیر التعداد احادیث مروی ہیں بیہقی۔ حاکم۔ ابن عساکر خطیب نے مامون کی روایات بیان کی ہیں جو تاریخ الخلفا میں منقول ہوئی ہیں مامون کے بیٹے فضل یحییٰ بن اکثم۔ جعفر بن ابو عثمان الطیالسی۔ امیر عبداللہ بن طاہر۔ احمد بن الحارث شیعی وعبل الخزاعی اور دیگر لوگوں نے روایت کیا۔

علامہ شبلی نے المامون میں لکھا ہے کہ

> اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہو گئے اس وسیع مدت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گذرا جو فضل وکمال کے اعتبار سے مامون کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا افسوس ہے کہ سلطنت کے انتساب نے اس کو خلفا وسلاطین کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری ایام العرب۔ ادب فقہ۔ فلسفہ کونسی بزم ہے جہاں فخر وشرف کے ساتھ اس کا استقبال نہ کیا جاتا ہو[۲]

قاضی یحییٰ بن اکثم جو خود عظیم المرتب عالم تھا مامون کے متعلق لکھتا ہے۔

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۷۶ و ۱۶۵ [۲] المامون صفحہ ۱۲۰

امیر المومنین طب میں جالینوس۔ نجوم میں ہرمس فقہ میں علی ابن
ابی طالبؓ سخاوت میں حاتم طائی سچائی میں ابو فدکرم میں کعب
بن امامہ اور ایفائے عہد میں سموئل بن عادیا۔[1]

ادبیت

"مامون نے ادب وشاعری میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ بڑے بڑے ماہرین فن اس کی استادی کا اعتراف کرتے تھے قدما اور سوائے جاہلیت کے علاوہ شعرائے عصر کے مشہور قصائد اور قطع اس کے نوک زبان پر تھے اور اس باب میں اس کی شہرت ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تھی"

نثر

مامون کے خطوط اس عہد کے عربی نثر کے بہترین نمونہ ہیں جو العقد الفرید میں موجود ہیں۔

خوش بیانی

مامون کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے تھے ثمامہ بن اشرس کا قول ہے کہ میں نے جعفر برمکی اور مامون سے زیادہ فصیح وبلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔"

مامون کے خطبات میں اس کی شستہ بیانی اور بلند طبیعت کی شہادت ملتی ہے کتاب العقد لابن عبدربہ میں خطبات منقول ہیں۔

علوم عقلیہ سے شغف

مامون اسلامی علوم کو حد کمال تک حاصل کر چکا تو فلسفہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوا بیت الحکمۃ کے لیے جو کتب فلسفہ کی ترجمہ ہوئی تھیں وہ مطالعہ میں رہیں مگر وہ ناکافی تھیں اس زمانہ میں "ارسطو کو خواب میں دیکھا"[2]۔ مامون یوں بھی فلسفہ پڑھتا ہوا تھا ارسطو کی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۷، [2] فہرست ابن ندیم ص ۳۳۹

زیادت نے آگ پر روغن کا کام دیا اس نے قیصر روم کو خط لکھا ارسطو کی جس قدر تصانیف ملیں وہ دارالخلافہ بھیجدی جائیں چنانچہ قیصر نے پانچ اونٹوں پہ لدواکر فلسفہ کی کتب مامون کی خدمت میں بھیجدیں۔

بیت الحکمت

ہارون الرشید کے بیت الحکمت میں یہ روم سے آئی ہوئی کتابیں داخل کی گئیں فیلسوف عرب یعقوب بن اسحاق کندی کو مامون نے اس کتب میں سے فلسفہ ارسطو پر جو کتابیں تھیں ترجمہ پر مامور کیا"۔[۱]

اور "بیت الحکمت" کے مہتمم قرار دیئے گئے حجاج بن المطر یوحنا ابن البطریق و سلما صاحب بیت الحکمت کو روم روانہ کیا کہ وہ فلسفہ کی کتابیں اپنی پسند کی انتخاب کرکے لائیں۔ اور ترجمہ کریں ارمینہ۔مصر۔شام۔سیپرس وغیرہ مقامات پر قاصد لاکھوں روپیہ دے کر بھیجے فلسفی قسطا بن لوقا کو روم سے بلاکر بیت الحکمت میں ترجمہ کے لیے مقرر کیا گیا سہل بن ہارون کو جو ایک فارسی النسل حکیم تھا مجوسیوں کے علوم و فنون کے ترجمہ کی خدمت سپرد کی[۲]

مترجمین بیت الحکمت حجاج بن یوسف کوفی۔ قسطا بن لوقا بعلبکی۔ ابو حسان سلمان۔حنین بن اسحاق۔سہل بن ہارون۔ ابو جعفر یحییٰ بن عدی محمد بن موسیٰ خوارزمی۔حسن بن شاکر۔ احمد بن شاکر۔علی ابن العباس

---

[۱] فہرست ابن ندیم ۳۲۹ [۲] فہرست ابن ندیم صفحہ ۳۳۱

بن احمد جوہری۔ یعقوب کندی۔ یوحنا بن ماسویہ ابن البطریق محمد بن شاکر یحیٰی بن
ابی منصور وغیرہ ارباب فضل وکمال مامون کے دربار کے مشہور مترجم اور بیت الحکمت
کے مہتمم تھے اکثر کی تنخواہیں ڈھائی ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار تھیں۔[۱]

اس جماعت میں سب سے بڑی شخصیت یعقوب کندی کی تھی جو ارسطو کا
ہم پایہ تھا۔

فہرست ابن ندیم میں ہے۔

ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ابن الصباح الکندی نسب ملوک کندہ تک
پہنچتا ہے ویسمی فیلسوف العرب وکتبہ فی علوم مختلفہ مثل المنطق۔ والفلسفہ والہندسہ
والحساب والارثماطیقی۔ والموسیقی والنجوم وغیرہ ذلک[۲] (الفہرست ص ۳۵۷)

یہ دو سو بیاسی کتابوں کا مترجم و مصنف و مولف تھا بصرہ میں پیدا ہوا حدوث
عالم کے بارے میں مذہب افلاطون کا پیرو تھا ۲۵۲ھ میں انتقال کیا۔

حنین بن اسحاق نامور مترجم تھا عربیت کی تکمیل خلیل بن احمد بصری جو لغات
عرب کا پہلا مدون اور فن عروض کا موجد ہے اس نے جالینوس کی ۲۱ کتابوں کا ترجمہ
بہت فصیح کیا۔

حنین بن اسحاق العبادی ویکنی ابا زید والعباد نصاری الحیرہ وکان فاضلاً
فی صناعۃ الطب فصیحا باللغۃ الیونانیہ والسریانیہ والعربیۃ۔ دار البلاد فی جمع الکتب

"حنین کا نامور فرزند اسحاق اور اس کا بھانجہ جیش الاعسم ان دونوں نے ترجمہ
کام کو بہت وسعت دی ارسطو کی اکثر فلسفی تصانیف اسحاق نے ترجمہ کیں، حنین نے

[۱] المامون صفحہ ۹۴، [۲] طبقات الاطباء از علامہ ابن اصیبعہ [۳] الفہرست ص ۴۰۹

کے عہد میں مرا[1] اسکا ذکر آگے آتا ہے۔

قسطا بن لوقا بعلبکی بھی نہایت نامور فلسفی تھا اسنے بیت الحکمت کے لیے کثیر التعداد کتابوں کے ترجمہ کئے اور صاحب تصانیف ہے[2]

ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی[3] نے مامون کی فرمائش پر علم جبر و مقابلہ پر کتاب لکھی اس کو جبر و مقابلہ اور ریاضیاتی تشریح کے بانیوں میں شمار کرنا قرین انصاف ہے۔ اس نے دو درجی (یا ثنائی) مساواتوں کے ہندسی حل بھی شکلوں کے ساتھ دیئے ہیں مثلاً لا^{2}+۱۰لا = ۳۹ کی اصل (۳+ و -۱۳) ترسیمی طریقہ سے بتائی گئی ہیں اس کی ہیئت الافلاک اور علم المثلثات سے متعلق تیار کردہ جدولیں ہیں ان جدولوں میں زاویہ کی جیبی و مماسی تفاعل شامل ہیں۔ بطلیموس کے جغرافیہ کی اصل کتاب اور نقشوں کی اسنے تصحیح کی اور عربی میں صورت الارض کے نام سے اسکو شائع کیا۔

خوارزمی نے ۲۲۹ھ ۸۵۰ء میں انتقال کیا۔

بنو موسیٰ محمد و احمد و حسن مامون کے ندیم تھے فنون حکمت کے ماہر اور دولت مند جنھوں نے اپنی دولت یونانی مخطوطات کی فراہمی اور ان کے عربی ترجمہ کرنے میں صرف کی وہ خود بھی ریاضی دان اور ہیئت الافلاک کے عالم تھے انھوں نے جن قابل مترجموں کو یونانی علم و حکمت عربی میں نقل کرنے کے لیے مامور کیا ان میں حنین بن اسحاق اور ثابت بن قرہ سب سے زیادہ مشہور تھے خود بھی انکی تصانیف ہیں ابو جعفر محمد کی کتاب المیزان۔ کتاب القرسطون۔ کتاب المساحت الکرہ

[1] طبقات الاطبا [2] طبقات الاطبا صفحہ ۱۹۹ [3] الفہرست ص ۴۱۰۔ ایضاً ص ۳۸۲

تثلیث زاویہ (دی ہوئی دو مقادیر کے مابین دو اوسط متناسبوں کی تعین کی ابو جعفر محمد نے ۸۷۲ھ / ۲۵۱ء میں انتقال کیا ان تینوں بھائیوں سے کرہ ارض کی مامون نے پیمائش کرائی اس کے لیے سنجار کا میدان تجویز ہوا دوسرا مامون نے بھیجیں دوسری پلمائرہ کے میدان گئی ان پیمائشوں کا نتیجہ کرہ ارض کے عرض بلد کی قیمت ۵۶ ۲/۳ عربی میل برآمد ہوا جو انگریزی میل کی رقموں میں ۶۹،۵ میل ہے (خط استوار کے قریب اس کی صحیح قیمت ۶۸،۷ میل ہے)

مامون نے زمین کا نقشہ بھی بنوایا جس کو المسعودی نے دیکھا تھا۔

ریاضی و ہیئت دان

الحجاج ابن یوسف ابن مطرا اقلیدس کے ایلمنٹس کا سب سے پہلا مترجم تھا اس نے المجسطی کا بھی ترجمہ کیا ہے علی بن عباس ابن سعید الجوہری نے اقلیدس کی کتاب کی شرح کی ہے ابو سعید الضریر الجرجانی ہندسی مسائل پر کتاب لکھی اور ایک دوسری نصف اہنار کی ترسیم کی۔

سہل الطبری یا ربان الطبری یہودی منجم و طبیب تھا اس نے بھی المجسطی کا ترجمہ کیا جبش الحاسب احمد ابن عبداللہ مروزی مروہ کا رہنے والا تھا سو برس کی عمر پائی ۸۷۴ء میں انتقال کیا۔

کسوف شمس سے متعلق جبش نے سب سے پہلے ارتفاع جرم سماوی (خاص کر صورت میں ارتفاع شمس) کا تعین وقت کا طریقہ بیان کیا۔ جبش نے ہی ظل حالیہ مماس (ٹین جنٹ) کا تصور پیش کیا سب سے پیشتر مماسوں کی جدولیں تیار کیں اسکا بیٹا ابو جعفر مشہور منجم اور صناع آلات ہیئت تھا۔

ابوطیب سند ابن علی ۔ یہودی النسل تھا مگر مسلمان ہوگیا تھا اس نے ریاضی وہئیت کی جدولیں تیار کیں اور اشیار کی کثافت اضافی پر بھی کام کیا ۔ ۸۶۴ئہ میں فوت ہوا مامون کا عہد منجم تھا۔

علی ابن عیسیٰ الاصطرلابی بغداد اور دمشق میں رہتا تھا ۸۳۲ئہ میں تنقید حیات تھا منجم اور آلات نجم وسائنس کا مشہور صناع تھا مامون نے درجہ عرض بلد کی پیمائش کرائی تھی بنو موسیٰ کے ساتھ یہ بھی تھا اصطرلاب پر سب سے پہلے لکھنے والوں میں سے ہے۔

یحییٰ ابن ابی منصور مجوسی نسل سے تھا قریب ۸۳۱ئہ میں فوت ہوا حلب میں دفن کیا گیا اس کے مشاہدات فلکی بغداد میں عمل میں آئے۔ اس نے عربی میں ہئیت الافلاک پر کئی کتابیں لکھیں اسکا پوتا ہارون بن علی تھا جس نے تنقید کے ساتھ مامون کے تیار کرائے ہوئے جدول تالیف اور مشاہدات فلکی بی عمر بتا دی۔

خالد بن عبد الملک المرو رودی مامون کے زمرہ حکما میں تھا ۸۳۲ئہ میں دمشق میں آفتاب پر جو مشاہدات کئے گئے تھے ان میں یہ بھی شریک تھا ابو العباس احمد ابن محمد ابن کثیر الفرغانی اس عہد کا بڑا منجم تھا اس کی کتاب فی حرکات اسمار وجوامع علم النجوم مشہور ہے۔

خالد استقبال اعتدالین کی نسبت بطلیموس کا نظریہ تسلیم کرتا تھا اور اس کی لکھی ہوئی قیمت کو بھی صحیح تصور کرتا تھا لیکن سمجھتا تھا کہ اس استقبال کا اثر نہ صرف ستاروں کے مقامات پر پڑتا ہے بلکہ ستاروں کے اعظم فاصلے پر بھی اور قطر دریافت کئے ۸۶۱ئہ میں فسطاط کے مقام پر جو حصہ دریائے نیل کا بہتا ہے وہاں آب پیما

اپنی نگرانی میں تیار کرایا اس کی ایک کتاب ہیئت پر ہے۔

ابو حفص عمر ابن الفرخان الطبری ۸۱۵ء میں مراہیئت الافلاک اور فن تعمیر کا عالم تھا مامون کے حکم سے فارسی سے عربی میں ترجمہ کئے اور علوم تنجیم و نجوم کے مضامین پر مقالہ لکھے

ابو معشر جعفر ابن محمد ابن عمر البلخی ۲۷۲ھ مطابق ۸۸۶ء میں بعمر سو سال واسط میں انتقال کیا۔ کتاب الطالع۔ کتاب المدخل الی علم احکام النجوم یادگار سے ہے[۱] مناجتہ الطرب فی تقدمات العرب میں ہے کہ

ابو معشر جعفر بن محمد عمر بلخی مشہور منجم ہے مدخل۔ زیج۔ الوف۔ القرانات الدول والملل کتاب الملاحم۔ اقالیم۔ کتاب اسلاح۔ وغیرہ تصانیف سے ہیں مستعین عباسی نے ایک امر کو قبل از وقوع بیان کر دینے پر اتنے کوڑے پٹوائے کہ اسی میں ۲۷۲ھ میں ابو معشر کا دم نکل گیا۔

تاریخ میں عربی کتابیں لکھی جا چکی تھیں مگر جغرافیہ میں مامون کے زمانہ میں مارینوس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا گیا مارینوس بطلموس سے کچھ پہلے گذرا ہے۔

جغرافیہ

مسعودی نے خلیفہ مامون کے عہد کے عربی جغرافیہ نگاروں کی تصانیف کا مطالعہ کیا چنانچہ وہ لکھتا ہے

میں نے بہت سی کتابوں میں اقالیم کے لیے نقشہ مختلف رنگوں میں دیکھے ہیں اس موضوع پر جو بہترین کتاب مری نظر سے گذری ہے

---

[۱] الفہرست صفحہ ۲۷۷ و ابن خلکان جلد ا صفحہ ۱۱۲ و طبقات الاطبا صفحہ ۹۷

وہ مارینوس کا جغرافیہ ہے اور مامون الرشید کے عہد کے بہت سے ارباب فضل وکمال نے اس نقشہ کی تکمیل میں حصہ لیا تھا۔ اس نقشے میں دنیا۔ اس کے افلاک اس کے سیاروں، بر اعظم اور سمندر آباد علاقہ اور ویرانے مختلف اقوام کے ممالک اور شہر دکھائے گئے ہیں[۱]

ثابت بن قرہ نے (۲۱۱-۲۸۸) بطلیموس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا۔

رصدخانہ

مامون نے شماسیہ میں رصدخانہ کی بنیاد ڈالی یہ ۲۱۴ھ میں عظیم الشان (رصدخانہ) قائم ہوا جسکا اہتمام یحییٰ ابن ابی المنصور، خالد بن عبد الملک مروزی، سند بن علی۔ عباس بن سعید جوہری تھے نہایت بیش بہا الات رصدیہ تیار کئے گئے جنسے آفتاب کے میل کی مقدار اسکے مرکزوں کا خروج اوج کے مواضع اور چند سیارات و ثوابت کے حالات دریافت کئے گئے[۲]

دوسری رصدگاہ تدار (پالیمنر) میں قائم کی منجموں نے میل طریق شمس کی قیمت ۲۳ درجہ ۳۳ دقیقے دریافت کئے سیاروی حرکتوں کی جدولیں تیار کیں۔ مامون کے لیے منجم ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے زیچ مرتب کی منجم حبش نے تین زیچیں تیار کیں جو مامونی کہلاتی ہیں۔

غرضکہ صدہا بلکہ ہزارہا کتب کے ترجمہ مامون کے لیے تھوڑے عرصہ میں کئے گئے مامون کے زمانہ میں کتب خانہ بیت الحکمہ ہزارہا کتب کا خزینہ بن گیا۔

مامون کو خود بھی تصنیف و تالیف کا شوق تھا چنانچہ کتاب جو ابلک البرغ

---

[۱] مروج الذہب جلد ۱ ص ۱۸۳ [۲] کشف الظنون ذکر الرصد

مناقب خلفاء۔ اعلام النبوۃ تین کتابیں تالیف کیں[۱]

علمی دربار

[۲]۲۰ھ میں مامون بغداد پہونچا تو قاضی یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ علماء و فضلاء میں سے بیس شخص انتخاب کئے جائیں جو علمی مجلس میں شریک ہوا کریں۔ فرامین بھیجکر ہر جگہ سے ادیب فقیہ شاعر متکلم حکیم طلب کئے گئے اور ان کی معقول تنخواہیں مقرر کی گئیں[۲] مامون کا دربار علمی سہ شنبہ کو جما کرتا اسمیں خصوصیت سے مناظرہ ہوتا تھا صبح کچھ دن چڑھے ہر مذہب و ملت کے علماء اور ماہرین فن دربار میں حاضر ہوتے پر تکلف ایوان میں آ جمع ہوتے پہلے دسترخوان جو مختلف اقسام کے اطعمہ و اشربہ سے مزین ہوتا بچھایا جاتا کھانے سے فارغ ہو کر سب نے وضو کیا عود و لوبان کی انگیٹھیاں لائی گئیں لباس لبائے معطر کئے۔ پھر دار المناظرہ میں مامون کے زانو بزانو بے تکلف علماء بیٹھے اور آزادانہ گفتگو شروع ہوتی دوپہر تک یہ علمی مجلس قائم رہتی زوال آفتاب کے بعد خاصہ حاضر ہوتا اور سب لوگ کھا پی کر رخصت ہو جاتے[۳]

اہل علم کے ساتھ مامون کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی اہل کمال کا عموماً وہ احترام کرتا تھا اور اسکی شاہانہ فیاضیاں لوگوں کیلیے عام تھیں۔

اس کے عہد کے علماء میں بعض کٹر دہریے اور بعض تذبذب۔ مامون کا اتالیق جعفر برمکی تھا وہ مذہباً شیعہ تھا مگر عموماً تقیہ کئے رہتا۔ اس کی صحبت نے مامون کو شیعیت

---

[۱] المامون صفحہ ۱۱۸ [۲] فہرست ابن ندیم [۳] مروج الذہب مسعودی

پر کچھ مائل کر دیا تھا علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔

بعض مسائل میں شیعوں کا ہم عقیدہ تھا چنانچہ حضرت علی کو شیخین سے افضل مانتا تھا۔[1]

جعفر برمکی کو کثرت سے کنیزیں رکھنے کا شوق تھا مامون کو بھی اس کا چسکا ڈال دیا اور مامون متعہ کے جواز کا قائل ہو گیا اسنے اسکی عام منادی کرا دی اہل سنت پر یہ امر شاق گذرا درباریوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو آمادہ کیا کہ متعہ کے بارے میں مامون سے گفتگو کریں چنانچہ قاضی یحییٰ دوسرے دن دربار میں پہنچے اس وقت مامون برہمی کے ساتھ حضرت عمر کا یہ قول

رسول اللہ صلعم اور ابو بکر کے زمانہ میں دو متعہ تھے میں انکو روکتا ہوں"۔

نقل کر کے کہہ رہا تھا کہ جس چیز کی رسول اللہ اور ابو بکر کے زمانہ میں اجازت تھی اس کے روکنے کا کسی کو کیا حق ہے۔

قاضی صاحب بیٹھ گئے ان کا چہرہ متغیر تھا مامون نے پوچھا یحییٰ آپ کا چہرہ کیوں متغیر ہے انھوں نے کہا امیر المومنین اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا اس نے پوچھا وہ کیا یحییٰ نے کہا زنا کی حلت کا اعلان مامون نے تعجب سے پوچھا زنا یحییٰ نے کہا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلعم سے اور کلام الہٰی کی یہ آیت الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم۔ تمتع صرف دو طرح کی عورتوں کا جائز ہے بیوی یا لونڈی پڑھ کر پوچھا کیا ممنوعہ عورت لونڈی ہے مامون بولا نہیں یحییٰ نے پوچھا تو پھر کیا

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۱۳

بیوی ہے اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے اور اسکے اور بیوی کے تمام شرائط یکساں ہیں مامون نے کہا نہیں یحییٰ نے کہا جب ممتوعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے تو پھر قرآن کے مقرر کردہ حدود سے باہر ہے اس استدلال کے ساتھ حضرت علی کی یہ روایت یحییٰ نے سنائی

مجھ کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی حرمت کی جس کی پہلے آپ نے اجازت دی تھی منادی کر دوں۔

اس گفتگو کے بعد مامون نے اپنے فعل سے استغفار کیا اور متعہ کی حرمت کی منادی کرادی[۱]

ہمعصر علماء و شعراء

سفیان بن عینیہ یحییٰ ابن معین ۔ امام شافعی ۔ محمد بن سعد کاتب واقدی یحییٰ بن سعید القطان ۔ یونس بن بکیر راوی مغازی ۔ ابو مطیع بلخی شاگرد امام ابو حنیفہ زاہد معروف کرخی ۔ ابن علیہ ۔ اسحٰق بن فرات ۔ قاضی مصر حسن بن زیاد اللؤلؤی شاگرد امام ابو حنیفہ اسحاق بن بشر مصنف کتاب المبتدا ۔ ابو عمر ابو عمر الشیبانی لغوی ۔ حماد بن اسامۃ الحافظ اشہب شاگرد امام مالک ۔ زید بن حباب وروح بن عبادہ ۔ ابو داود الطیالسی ۔ غازی بن قیس ابو سلمان الدرانی ۔ قتیبہ بن مہران شاگرد امام مالک و واقدی ابو حسان زیادی محمد بن نوح العجلی ۔ علی بن نوح العجلی ۔ علی بن مقاتل یہ حضرات مذہبی علوم کے ستون تھے

[۱] تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰

انکے حالات مشہور ومعروف ہیں[۱]

شعرا — صریع الغوانی ۔ ابراہیم صولی ۔ ابو محمد ۔ اصمعی بصری ۔ ابو حفصہ ابو عبیدہ متوفی ۲۰۹ھ ابو عمر الشیبانی ایسے شعرا کثرت سے تھے جو ہر ایک ملک الشعرا کہلانے کے مستحق تھے ۔

ادبا — فرا نحوی متوفی ۲۰۷ھ نضر بن شمیل ۔ یزیدی لغوی متوفی ۲۰۲ھ کلثوم عتابی ابن الاعرابی متوفی ۲۳۱ھ ثعلب نحوی ۔ اخفش نحوی متوفی ۲۰۶ھ قطرب نحوی متوفی ۲۰۶ھ

یہ لوگ وہ تھے جنھوں نے فن ادب وعربیت کو معراج کمال تک پہونچایا انکے حالات تفصیل سے تاریخ ابن خلکان میں ہیں اصمعی کی ۳۵ تصانیف ہیں ۲۱۶ھ میں انتقال کیا (ابن خلکان)

مشاہیر

عیسیٰ بن یونس کوفی محدث ثقہ فقیہ جید سے حدیث کو اعمش اور امام مالک سے سنا اور فقہ امام اعظم سے حاصل کی خلیفہ مامون نے آپ کو تکریم حدیث کے دس ہزار دینار بطور ہدیہ بھیجے آپ نے واپس کرتے اپنے دو چند بھیجے پھیر دئے اور فرمایا یہ خاک بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلعم کے لائق قبول نہیں پینتالیس جہاد و پینتالیس حج کر امام بخاری ومسلم نے استفادہ کیلیے وفات ۱۸۶ھ میں ہوئی (مقدمہ فتاوی ہندیہ)

حسن بن زیاد کوفی امام اعظم سے تلمذ ہے ایک عرصہ تک قاضی رہے وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی

---

[۱] انکے حالات ابن خلکان میں تفصیل سے مذکور ہیں ۔

موسیٰ بن سلمان جوزجانی کنیت ابوسلمان ہے فقیہ و محدث امام محمد سے فقہ
تحصیل کی حدیث امام ابویوسف و ابن المبارک سے سماعت کی زہد و عبادت کیوجہ
سے عہدہ قضا سے انکار کیا۔ ۲۰۵ھ میں انتقال ہوا۔

عصام بن یوسف بلخی فقہ امام ابویوسف سے حاصل کی ۲۱۰ھ میں وفات
حسین بن حفص فقیہ و محدث امام ابویوسف کے شاگرد مسلم و ابن ماجہ نے
آپ سے روایت کی اصفہان کے قاضی تھے نحی زاہد ۲۱۰ھ میں وصال ہوا۔

ابراہیم بن رستم مروزی شاگرد امام محمد قضاۃ مل رہی تھی انکار کر دیا ۲۱۱ھ
میں انتقال کیا۔

علی بن منصور الرازی فقیہ حافظ حدیث فقہ میں امام ابویوسف و امام محمد
کے اصحاب سے ہیں حدیث امام مالک ولیث ابن عیینہ سے سماعت کی ان سے ابن
المدینی و ابن ابی شیبہ و امام بخاری نے استفادہ کیا ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے

ضحاک بن مخلد بن مسلم البصری ابوعاصم کنیت امام اعظم سے شرف تلمذ ہے
اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ۲۱۲ھ میں فوت ہوئے۔

اسمٰعیل بن حماد بن امام ابی حنیفہ کوفی فقہ حماد اور حسن بن زیاد سے پڑھی
فقیہ عابد زاہد صالح متدین ۲۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

بشر بن ابی الازہر نیشاپوری کوفہ کے مشہور فقہا میں سے ہیں ثقہ محدث امام
ابویوسف سے فقہ اور ابن المبارک سے حدیث حاصل کی ۲۱۳ھ میں فوت ہوئے
جامع فقہ قدریہ و مرجیہ پر رسائل یادگار ہیں۔

خلف بن ایوب بلخی امام محمد و زفر کے اصحاب میں سے فقیہ محدث عابد زاہد

مل لحتے ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں رہے طریق زہد کا حاصل کیا۔ ۲۱۵ھ میں
انتقال فرمایا۔

محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ امام زفر کے اصحاب سے ہیں محدث ثقہ فقیہ
لیتے ائمہ صحاح ستہ نے استفادہ کیا عسکر بغداد و بصرے کے قاضی رہ
۲۱۵ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم بن الجراح کوفی فقیہ محدث امام ابو یوسف کے شاگرد تھے ۲۱۷ھ
میں انتقال ہوا۔

ابو منذر ہشام ابن ابی نصر محمد ابن سا ئب بن بشر بن عمرو کلبی نسابہ کوفی
علم انساب کا بڑا ماہر تھا اس کی کتاب جمہرہ علم نسب میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے
مامون کے لیے کتاب محرید انساب برکی اور الملوکی جعفر برکی کی خاطر سے
نے تصنیف کی کثیر التعداد کتب کا مصنف ہے ۲۰۴ھ ۸۱۹ء میں انتقال ہوا۔

ضاحیۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۶۶۔

مسئلہ خلق قرآن اور مامون

خلق قرآن کا مسئلہ سب سے پہلے ہشام اموی کے زمانہ میں جعد بن درہم نے
پیش کیا تھا لوگوں نے اس کو گرفتار کر کے خالد قسری گورنر عراق کے پاس بھیجدیا۔
ہشام نے جعد کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ خالد نے اسے قید کر دیا قتل نہیں کیا ہشام کو اس
کی اطلاع ہوئی تو اس نے خالد کو ملامت کی اور پھر قتل کی تاکید کی خالد نے آ
قید خانہ سے نکلوایا عید الضحیٰ کی نماز پڑھ چکا تو اس نے اپنے خطبہ میں کہا۔

لوگو اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور قربانی کرو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے گا میں چاہتا ہوں کہ آج جعد بن درہم[1] کی قربانی کروں اس لیے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے گفتگو نہیں کی اور نہ ابراہیم خلیل اللہ کو اپنا دوست بنایا توبہ توبہ جعد کتنی بڑی بات کہتا ہے پھر وہ منبر سے اترا اور جعد کو ذبح کر دیا۔

خلق قرآن کی بدعت کا آغاز عہد اموی میں ہوا چونکہ فضا موافق نہ ملی کی اشاعت نہ ہوئی۔

منصور کے زمانہ میں علوم عقلیہ کی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں ہادی عہد میں متکلمین کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جو عقائد دین پر عقلی اصول کے ساتھ بحث کرتا رہتا۔ یہ لوگ چند ایسے نتائج پر پہنچ گئے تھے جو علمار دین کے مسلمہ عقائد سے مخر تھے اس لیے جمہور علمائے اسلام نے اس فتنہ کے خلاف آواز بلند کی پہلے بصرہ سے منصور کے عہد میں یہ بدعت شروع ہوئی واصل بن عطاغزال اور بن عبید جو منصور کے ندیم تھے وہ مخترع تھے ان کے تابع بہت سے لوگ ہو ان کے بعد ابو ہذیل علاف۔ ابراہیم بن سیار نظام" بشر بن غیاث مر

---

[1] جعد بن درہم نے خلق قرآن کا عقیدہ ابان بن سمعان سے اور زبان نے سے اخذ کیا تھا اور طالوت نے یہ عقیدہ اپنے داماد لبید بن الاعصم یہودی سے لیا یہ وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ پر سحر کیا تھا طالوت نے سب سے پہلے ا پر کتاب لکھی وہ خود زندیق تھا اور اس نے زندقہ کی اشاعت کی۔

دبن بحر۔ جاحظ اور ثمامہ بن اشرس وغیرہ راس المتکلمین اور رؤساء اعتزال
ودسآیا۔ یہ عہد مامون کا تھا اہل سنت سے جن مسائل میں متکلمین کا اختلاف
ان میں ذیل کے دو نہایت اہم مسئلہ تھے۔

(۱) مسئلہ خلق افعال متکلمین کہتے تھے کہ بندوں کے جسقدر افعال ہیں انکو
لق وہ خود ہیں اس سبب سے وہ ان کے اوپر جزا و سزا کے مستحق ہوتے ہیں"
اہل سنت کہتے تھے کہ افعال کا بندوں سے بجز اس کے اور کچھ تعلق نہیں
ان کے توسط سے وہ صادر ہوتے ہیں اصلی خالق انکا اللہ تعالیٰ عزاسمہ ہے"

دوسرا مسئلہ صفات کا تھا معتزلہ ذات الٰہی کو صفات سے منزہ و مبرا
نتے تھے۔ یہ کہ قدرت۔ ارادہ۔ سمع بصر۔ حیات۔ کلام وغیرہ جو صفات الٰہی
ں بذات خود قایم نہیں ہیں ورنہ قدما کا تعدد لازم آجائے گا"
اللہ تعالیٰ اپنی عین ذات کے لحاظ سے قادر سمیع اور بصیر وغیرہ ہے"
ل سنت صفات کو عین ذات نہیں مانتے تھے بلکہ قائم بالذات کہتے تھے،،

اس سے یہ اختلاف پیدا ہوا کہ قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے حادث ہے یا قدیم
ے۔ جمہور علمانے اسلام اس کو کلام کے صفت الٰہی ہونے کی وجہ سے قدیم اور
ر مخلوق کہتے تھے لیکن معتزلہ کا قول تھا کہ ان حروف اور اصوات کو اللہ تعالیٰ
ث حادث جسم میں جس کو نبی کہتے ہیں پیدا کر دیتا ہے یہی ان کے نزدیک وحی کی
قیقت تھی"

یہ مسئلہ خلق قرآن معتزلہ اور علمائے اہل سنت کے درمیان زیر مناظرہ
تا اصحاب حدیث کے غلبہ کی وجہ سے متکلمین اعلانیہ اس خیال کی اشاعت نہیں

کر سکتے تھے۔

مامون کے علمی دربار میں علمائے معتزلہ بھی شریک ہوتے مجلس مناظرہ منعقد ہوتیں انکے دل بڑھنے لگے مامون پر بھی انکا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔

مامون یحییٰ بن مبارک زیدی کا شاگرد تھا جو معتزلی کہے جاتے تھے ثمامہ اشرف کے مامون سے گہرے تعلقات تھے اور ثمامہ مذہب اعتزال میں مسلک ثمامیہ کا بانی تھا مامون اسے اتنا پسند کرتا تھا کہ دو بار اسے قلمدان وزارت اس کو پیش کیا اس کے علاوہ انظام وجاحظ کی صحبت۔ غرضکہ مامون کی طبیعت کا رجحان اعتزال کی طرف ہو گئی ہوا چنانچہ اسنے مسئلہ خلق قران کو زیادہ اہمیت دی علامہ سیوطی نے مسئلہ خلق قران کے فتنہ کی تاریخ الخلفا میں تفصیل لکھی ہے اس جگہ بجنسہ نقل کئے دیتے ہیں۔

۲۱۲ھ میں مامون نے اس عقیدہ کا اعلان کیا اور اسحاق بن ابراہیم خزاعی (طاہر بن حسین کے چچیرے بھائی) نائب السلطنت بغداد کی معرفت علمائے بغداد کو ایک خط لکھا کہ امیرالمومنین کو معلوم ہوا ہے کہ خاص لوگوں سے لے کر عوام تک دین کی کچھ خبر نہیں ہے اور وہ لوگ ضلالت میں گرفتار ہیں اور خدا کو اس کے قدر کے موافق نہیں جانتے اور اس کی کنہ حقیقت تک نہیں پہونچے نہ خالق و مخلوق کے تعلق کو سمجھتے ہیں یہ خیال ہے کہ قرآن شریف قدیم ہے اور خدا کا پیدا کردہ یا اختراع کردہ نہیں ہے حالانکہ خود خدا نے فرمایا ہے اِنا جعلنٰہ قرآنا عربیاً۔ ہم نے قران کو عربی بنایا ظاہر ہے کہ جس چیز کو خدا نے بنایا ہے وہ مخلوق ہے جیسا کہ فرمایا وجعل الظلمات والنور اور بنایا اندھیرے

روشنی نور کو اونفرمایا۔
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ اور ہم ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جو گذر چکے ہیں۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان چیزوں کا بیان کرتا ہے جو بعد میں پیدا ہوئیں
اس کی آیتیں محکم ہوئیں اور ان کی تفصیل خود خدا نے فرمائی۔ ظاہر ہے کہ وہ اسکا
خالق ہے اور مبدع جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اہل حق ہیں اور جو اس کے خلاف
ہیں وہ باطل وکفر ہیں اور اس بطلان وکفر پر جمے ہوئے ہیں اور جہال کو بھی
دھوکے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جو لوگ راہ راست سے روگرداں ہو کر جھوٹوں
میں مل گئے اور ان کی موافقت میں غیر خدا سے ڈرتے ہیں انھوں نے حق کو باٹکل
چھوڑ رکھا ہے اور سوائے خدائے واحد کے اپنے من مانے خدا کے بندے میں اور
یہ لوگ بدترین خلائق ہیں انہیں کوئی واسطہ وتعلق نہیں ہے۔ جاہل ہیں اور
جاہلوں کے مقتدی۔ شیطان انکی زبانوں سے کلام کرتا ہے خدا کے دشمن ہیں
اور اس کے صدق پر تہمت لگاتے ہیں اور اسکی شہادت سے طرح دیتے ہیں جس شخص نے
سچائی سے آنکھیں بند کرلیں ان کو ایمان وتوحید میں سے کوئی حصہ ملنے والا نہیں ہر
سب سے بڑا جھوٹا وہ ہے جو خدا اور اس کی وحی پر جھوٹ باندھے اس کا خیال و
اندازہ جھوٹا ہے اور خدا کی معرفت کو نہیں پہنچ سکتا پس ایسے تمام لوگوں کو جمع کیا جائے
اور ان سب کو ہمارا یہ خط پڑھ کر سنا دیا جائے اور ان کا امتحان کیا جائے اور
ان سے پوچھا جائے کہ خلق وحدوث قران کے متعلق ان کا کیا اعتقاد ہے اور ان سے
کہدیا جائے کہ جو شخص اپنے دین پر قایم نہیں ہے اس کی ہم حفاظت اپنے ذمہ نہیں
لیتے اگر وہ خلق قران کے قائل ہو جائیں تو خیر ورنہ ان سے کہا جائے کہ قران شریف

سے اپنے اعتقاد کا ثبوت دکھلاؤ جو شخص خلق قرآن کا مقر نہ ہو۔ ان کی شہادت نہ قبول کی جائے اور ان کے نام ہم کو لکھ کر بھیجدیئے جائیں اور اپنے ماتحت قاضیوں کو بھی یہی حکم دیدو اور تاکید کردو۔"

محمد بن سعد کاتب۔ یحییٰ بن معین۔ ابو خیثمہ۔ ابو مسلم یزید بن ہارون۔ اسمٰعیل بن داؤد۔ اسمٰعیل بن ابو مسعود احمد بن دورقی کو بلوا بھیجا یہ لوگ آئے اور ان سے خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان کیا اور جب تک ان بزرگوں نے قرآن شریف کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کر لیا ان کو رقہ سے بغداد نہ آنے دیا۔ پہلے تو ان سب نے اس مسئلہ میں توقف کیا مگر آخر تقیہ کر کے قائل ہو کر جان بچائی۔

مامون نے اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ فقہاء و مشائخ حدیث کو بلا کر مطلع کرو کہ مفصلہ بالا لوگوں نے خلق قرآن کو مان لیا ہے۔ اسحاق نے حکم شاہی کی تعمیل کی۔ آخر ش بعض لوگوں نے بھی مان لیا۔ مگر اکثر لوگوں نے نہ مانا۔ یحییٰ بن معین نے بعد میں فرمایا کہ ہم نے بھی خلق قرآن کو محض تلوار کے خوف سے مانا ہے۔ مامون نے اس پر بس نہیں کیا پھر اسحاق بن ابراہیم کو حکم بھیجا کہ جو لوگ خلق قرآن کے منکر ہیں ان کو طلب کرو اور ان سے دریافت کرو چنانچہ امام احمد بن حنبل۔ بشر بن ولید کندی۔ ابو حسان الزیادی علی بن ابو مقاتل فضل بن غانم۔ عبید اللہ بن عمر قواریری علی بن جعد۔ سجادہ بن ہیثم۔ ذیال بن ہیثم۔ قتیبہ بن سعد سعدویہ الواسطی۔ اسحاق بن ابو اسرائیل۔ ابن ہرش ابن علیہ الاکبر۔ محمد بن نوح العجلی یحییٰ ابن عبد الرحمٰن عمری ابو نصر تمار۔ ابو معمر القطیعی۔ محمد بن حاتم بن میمون وغیرہ پکڑ بلائے گئے اور ان سب حضرات کو مامون کا خط سنایا گیا سب نے سرگوشیاں کیں اشارے و کنایہ

کے بعد مسئلہ کا اقرار کیا نہ انکار۔ اخر اسحاق نے بشر بن ولید سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں انھوں نے کہا کہ مجھے تو امیر المومنین کا یہ عقیدہ مدتاً سے معلوم ہے اسحاق نے کہا کہ اب تو امیر المومنین نے تجدید کی ہے اور ان کے گرامی نامہ کی تعمیل لازمی ہے انھوں نے کہا کہ میرا تو یہ قول ہے کہ قران شریف خدا کا کلام ہے اسحاق نے کہا کہ میں یہ نہیں پوچھتا بلکہ یہ بتلائیے کہ آپ اس کو مخلوق مانتے ہیں یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا اور میں تو امیر المومنین سے عہد کر چکا ہوں کہ اس مسئلہ میں کلام نہ کروں گا پھر اسحاق نے علی بن ابو مقاتل سے پوچھا کہ آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا کہتے ہیں وہ بولے میرا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کلام خدا ہے اور اگر امیر المومنین کچھ اور کہیں تو ہم اسے سننے اور ماننے کو تیار نہیں۔ ابو حسان نے بھی اس قسم کا جواب دیا۔ پھر امام احمد بن حنبل سے پوچھا تو انھوں نے بھی کہا کہ قران شریف کلام خدا ہے۔ اسحاق نے کہا وہ مخلوق ہے یا نہیں امام صاحب نے فرمایا کہ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہتا۔

ابن بکار الاکبر نے کہا کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف بنایا گیا ہے اور محدث ہے کیونکہ اس پر نص وارد ہے اسحاق نے کہا کہ جو چیز بنائی جائے وہ مخلوق ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں پھر اسحاق نے پوچھا کہ تو پھر قرآن شریف مخلوق ہے وہ بولے میں یہ نہیں کہتا غرض ان سب علماء کے بیانات تحریر کر لئے گئے اور خلیفہ کی خدمت میں بھیجدیے۔

مامون پڑھ کر برافروختہ ہوگیا اور اس وقت اس کا جواب لکھا کہ اسحاق تمہاری تحریر ہماری نظر سے گذری اور ان لوگوں کے جوابات معلوم ہوئے جو خود

کو اہل قبلہ کہتے اور وہ حقیقت نہیں ہیں جو لوگ قرآن کو مخلوق نہیں مانتے انکو فتوی و روایت حدیث و درس قرآن سے منع کر دیا جائے۔

بشر نے جو کچھ کہا ہے جھوٹ بولا ہے۔ امیر المومنین اور اس کے درمیان میں کوئی عہد نہیں ہوا۔ ہمارا اعتقاد و اخلاص کہ قرآن شریف مخلوق ہے سب کو معلوم ہے۔ ان سب علماء کو پھر طلب کرو اور انسے پھر پوچھو اگر وہ اپنے عقیدہ سے توبہ کریں تو اس کا اعلان کر دو ... . اگر وہ اپنے عقیدہ پر اصرار کریں تو ان کو قتل کر دو۔ اور اس کا سر ہمارے پاس بھیجدو۔
ابراہیم بن مہدی کا بھی امتحان کرو اگر وہ خلق قرآن کو مان جائیں تو خیر ورنہ ان کی بھی گردن ماردو علی بن مقاتل سے کہنا کہ کیا تم نے امیر المومنین سے نہیں کہا کہ تم نے حلال اور اس کے ساتھ حرام بھی کھایا ہے۔ ذیال سے کہنا کہ تم نے گھوڑے میں چوری کی ہے۔ احمد بن یزید ابو العوام اور ان کا یہ قول کہ اس سے بہتر جواب اعتقاد قرآن میں وہ نہیں دے سکتے معلوم ہوا ان سے کہدو کہ تم کو عمر میں بوڑھے مگر عقل میں بچے اور جاہل ہو جب آدمی پڑھ لکھ جاتا ہے تو اس کو ٹھیک جواب دینا چاہیئے اگر وہ ایسا نہ کریں تو تلوار ان کا علاج ہے۔ (امام) احمد بن حنبل کو کہدو کہ امیر المومنین کو تمہارا بیان معلوم ہوا ہم نے اس پر اچھی طرح غور کیا۔ ان کا جواب انکے جہل اور آفت پر دلائل کرتا ہے۔ فضل بن خانم سے کہدو کہ جو کچھ مصر میں تم نے واقع ہوا اس سے نہیں ڈرتے ہو یعنی بحالت قاضی ہونے کے تم نے ایک سال میں اس قدر مال کما لیا۔ زیادی سے کہدو کہ تم بالکل جاہل ہو۔ ایک چیز کا دعوی کرتے ہو اور پھر اس کا انکار۔ ابو النصرت التمار سے کہدو کہ تمہاری کم عقلی اور

یحیٰی کا امیر المومنین کو پہلے ہی شبہ تھا - ابن نوح اور ابن حاتم سے کہدو کہ سُود کھاتے کھاتے تم میں سے قبول توحید کا مادہ جاتا رہا ہے - اگر امیر المومنین تم سے سود کھانے کے جرم میں جنگ کریں تو جائز ہے قرآن شریف میں تمہارے ہی جیسے لوگوں کی نسبت وعید نازل ہوئی ہے جو شخص سود لیتا ہے وہ مشرک بھی ضرور ہوگا اور عیسائیوں کا پس خوردہ کھانے والا تو ضرور سمجھا جائے گا - ابن شجاع سے کہدو کہ تم وہ مال کھا چکے ہو کہ جو تمہیں کھانا جائز نہ تھا - ایسے آدمی کی عقل اگر نہ جاتی رہے تو تعجب ہے - سعدویہ واسطی سے کہدو کہ جس شخص نے جھوٹی حدیثیں بنائیں اور ریاست کی حرص رکھی اسکا انجام اچھا نہ ہوگا - سجادہ سے کہدو کہ جو شخص علی بن یحیی وغیرہ کی امانتیں کھا گیا اس کو توحید سے کوئی واسطہ نہیں ہے قواریری سے کہدو کہ تمہارے حالات یہاں تک کہ رشوت کا لینا بھی ہم کو معلوم ہے تمہارے مذہب اور طریقے اور عقل و دین کی بھی ہمیں خبر ہے یحیی عمری اگر اولاد عمر بن خطاب سے ہوں تو انکا جواب معروف ہے -

محمد بن حسن بن علی بن عاصم اگر سلف کا مقتدی ہے تو وہ پرانی روایتوں سے ایک قدم بھی تجاوز نہ کرے گا اس صورت میں ان کی حیثیت ایک بچے سے بڑھ کر نہیں ہے کہ جس کو تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے امیر المومنین نے حصول قرآن شریف میں ان کی محنت دیکھ کر ان کے ساتھ ابو مسہر کی معرفت بڑی نیکی کی تھی - مگر باوجود اس کے وہ تردد میں پڑا رہا آخر امیر المومنین نے تلوار سے دھمکا کر ان سے اقرار لیا مگر معلوم ہوا اقرار جھوٹا تھا اگر وہ اپنے اقرار پر قائم رہیں تو اس کا اعلان کرادو نیز جن لوگوں کا ہم نے نام لیا ہے اگر وہ اپنے

شرک سے باز نہ آئیں تو بشر ابن مہدی کے سواسب کو تلوار کے گھاٹ اتار دو
کہتے ہیں کہ یہ حکم سنکر سب نے سوا امام احمد بن حنبل ۔ سجادہ محمد بن نوح۔
قواریری کے خلق قرآن کا اقرار کرلیا ۔ اسحاق نے ان چاروں کو گرفتار کرلیا اور قید خانہ
میں ان سے پھر انکا عقیدہ دریافت کیا ۔ سجادہ اور قواریری نے ڈر کر مان لیا مگر امام
احمد حنبل اور محمد بن نوح نے کسی طرح اقرار نہ کیا ان دونوں کو با زنجیر طرطوس کی
طرف روانہ کردیا ۔ لیکن ابھی یہ پہنچنے نہ پائے تھے کہ مامون کو معلوم ہوا کہ اس گروہ
میں جس جس نے اقرار کیا ہے محض جان کے خوف سے اس پر اس نے سخت اظہار
ناراضگی کیا ۔ اور سب علما کو پیش کرنے کا حکم دیا چنانچہ سب لوگ گرفتار کرلئے
گئے اور خلیفہ کے پاس روانہ کئے گئے لیکن خدا تعالیٰ کی کارسازی دیکھو کہ یہ ابھی
رقہ پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ راستہ میں ہی مامون کے مرنے کی خبر پہونچ گئی
اور خدا نے ان کی مشکلات آسان کردیں [۱۵]

ابن ابی داؤد رئیس معتزلہ نے مامون کو اس مسئلہ میں سخت گیر کردیا تھا
ائمہ حدیث اور علمائے امت مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کردیے گئے ایک
ایک علمی مسئلہ کو دینی عقیدہ قرار دے کر مامون اپنی قوت و سطوت کے زور
سے جبراً لوگوں سے تسلیم کرانا چاہا باوجودیکہ بعض ان ائمہ اور پیشوایان دین سے
مخاطب ہوا جن کے سامنے مامون کی علمی استعداد کم تر تھی۔

مامون کی آخری زندگی فلسفہ اور اعتزال کے نظر ہوئی مرتے وقت معتصم
سے وصیت کر گیا کہ جبریہ اس مسئلہ کو منوایا جائے

---

[۱۵] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۷

خلیفہ المعتصم باللہ عباسی

خلیفہ المعتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید بروایت ذہبی معتصم ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا اسکی ماں ام ولد مولدات کوفہ سے تھی اس کا نام "ماردہ" تھا۔

تعلیم و تربیت

معتصم کو ہارون الرشید بہت چاہتا تھا۔ ایک تعلیم یافتہ غلام ہر وقت معتصم کے ساتھ رہتا جو اسے پڑھاتا رہتا جب وہ غلام مرگیا تو ہارون نے کہا محمد اب تو تمہارا غلام بھی مرگیا اب تبلاؤ معتصم نے کہا کہ ہاں قبلہ مرگیا اور کتاب کی بلا سے میں چھوٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ تھوڑا بہت لکھ سکتا تھا اور کچھ کچھ پڑھ بھی سکتا تھا[۱]

معتصم بڑا قوی اور شجاع اور صاحب معاملات تھا اس کو فنون حرب سے دلی شوق تھا شجاعت اور تہور اسکی جبلت میں تھا۔

مامون کے زمانہ میں شام اور مصر کا والی رہا۔ شجاعت کی وجہ سے مامون اسکی بہت قدر کرتا تھا۔

مامون نے اپنے بیٹے عباس کو خلافت سے محروم کرکے اپنے بھائی معتصم

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۳۲

کو ولی عہد مقرر کیا۔

خلافت
مامون کی وفات کے دوسرے دن ۱۹ رجب ۲۱۸ھ ۸۳۳ء کو طرطوس میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی لشکریوں نے بیعت کے وقت شور وغل مچایا کہ عباس بن مامون سریر خلافت پر متمکن کیا جائے معتصم نے عباس کو دربار خلافت میں طلب کیا عباس نے حاضر ہو کے بطیب خاطر معتصم سے بیعت کر لی شور وغوغا فرو ہو گیا۔

انہدام طوانہ
تخت خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے معتصم نے یہ کیا کہ طوانہ کو جسے مامون نے آباد کر دیا تھا منہدم کرا کے ان لوگوں کو جو بسائے گئے تھے ان کے گھروں کو واپس کیا۔ اور جس قدر ذخائر واسلحہ وہاں جمع کئے گئے تھے ان سب کو اپنے ساتھ لایا اور جو لایا نہ جا سکا وہ جلا دیا گیا[1] یہ شعبان ۲۱۸ھ کو بغداد میں رونق افروز ہوا۔

علویوں کا دعویٰ
مامون کے عہد میں اہل بیت نے دعوئے خلافت کیا مگر تحریک کا وہی حشر ہوا جیسا کہ پیشتر ہوتا رہا معتصم کے عہد میں اہل بیت کرام سے محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی زین العابدین بن حسین علیہ السلام تھے۔ محمد بن قاسم مدینہ منورہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے عابد زاہد اور نیک سیرت مشہور تھے۔ شیعہ امامیہ کے امام نہم محمد جواد کا ۲۵ سال کی عمر میں ۲۲۰ھ میں وصال ہوا ان کے نکاح میں مامون کی بیٹی ام الفضل تھی وہ بیوہ ہو جانے کے بعد اپنے چچا معتصم کے یہاں آ گئی۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۲۶

امام محمد جواد کے بیٹے ابوالحسن علی ہادی کی عمر اس وقت سات سال کی تھی انکو شیعوں نے اپنا امام قرار دیا۔

محمد بن قاسم مذکور کو زیدیہ جماعت نے امام بنایا ایک فتنہ پرور خراسانی مدینہ آیا اور وہ محمد بن قاسم کے پاس رہنے لگا اس نے یہ خیال ان کے ذہن میں مستحکم کر دیا کہ

"آپ مستحق امامت ہیں" [۱]

جو لوگ خراسان سے حج کرنے آتے ان کو امام محمد کے پاس لا کر ان سے بیعت کرائی پھر تو کچھ عرصہ میں معتقدین کی کثرت ہوگئی تو خراسانی امام محمد کو لے کر جوزجان چلا گیا اور مصلحتاً چندے دونوں روپوش رہے جب مذکور امرا بھی بیعت میں شریک ہوگئے تو اس نے امام محمد بن قاسم کو ظہور کرنے کی رائے دی اور لوگوں کو علانیہ "رضا من آل محمد" کی دعوت دینے لگا۔ عبداللہ بن طاہر نے اس طوفان کے روکنے کی طرف توجہ کی اطراف طالقان میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر لڑائی میں امام محمد بن قاسم کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ آخر شکست امام میدان سے چلتے ہوئے نسا پہونچے وہاں کے عامل نے گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیجدیا اس نے معتصم کے یہاں روانہ کیا معتصم نے ۲۱۹ھ میں قید خانہ سامرا میں ان کو رکھا۔ عید کے موقعہ پر قید خانہ سے نکل کر ایسے غائب ہوئے پھر اُن کا سراغ نہ لگا۔

زیدیہ کی جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ وہ ہی امام مہدی ہیں زندہ غائب

---

[۱] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۲۷۔

ہو گئے جب ظلم وستم سے دنیا بھر جائے گی اس وقت ظاہر ہوں گے انکے غائب ہوتے ہی ہمراہی منتشر ہو گئے۔

بابک خرمی کا انجام | مامون نے مرتے وقت معتصم کو وصیت کی تھی کہ خرمیوں سے غفلت نہ کرنا ورنہ انکا فتنہ خطرناک ہے چنانچہ معتصم نے اپنے سب سے بڑے ترکی سپہ سالار "افشین" کو بابک کی مہم پر متعین کرنا چاہا پیشتر اس کی روانگی کے ابوسعید محمد بن یوسف کو "اردبیل" بھیجا تاکہ وہ منہدمہ قلعہ جو خرمی کے ہاتھوں تباہ ہوئے تھے اُن کی مرمت کرائے اُس نے "زنجان" سے "اردبیل" تک کل قلعوں کو درست کرایا۔ اور ان قلعوں کو سامان حرب وغلہ کی کافی مقدار سے مضبوط اور مستحکم کیا اس درمیان میں بابک اور اس کے سردار عصمت نے متعدد حملے کئے ابوسعید نے اُن کو شکست پر شکست دی۔[۱۵]

برید کا بہترین انتظام کیا گیا اردبیل سے دار الخلافہ تک چار یوم میں خط پہنچتا تھا امیر العسکر "افشین حیدر بن کاوس" کو معتصم نے جبال کی گورنری مرحمت کر کے جنگ بابک پر روانہ کیا۔ افشین نے میدان کارزار میں پہونچ کے پہلے رسد کی کا انتظام کیا راستوں کو خطرات سے پاک وصاف کرنے کی نظر سے چوکیاں بٹھلائیں تجربہ کار سپہ سالاروں کو پٹرول پر متعین کیا جو شب وروز اردبیل سے اس کے لشکرگاہ تک گشت کیا کرتے اور چاروں طرف جاسوس بھیجدئے۔

افشین اور بابک میں عرصہ تک معرکہ رہے معتصم نے بغا الکبیر کو معہ کثیر التعداد فوج اور مال اسباب کے افشین کی کمک پر روانہ کیا۔ بابک کو خبر لگی وہ

[۱۵] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۵۱

شب خون مارنے کے خیال میں چلا افشین کو اس کی خبر لگی اُسنے اپنے حسن تدبیر سے بغا الکبیر کو نکال لیا مگر ہشیم نامی سپہ سالار سے بابک دو چار ہو گیا ہشیم کو مقابلہ میں ناکامی ہوئی مگر افشین نے بابک کے عقب سے حملہ بول دیا بابک کی تمام فوج اس معرکہ میں کام آئی کمال بے سرو سامانی سے بابک معہ معدودے چند آدمیوں کے بھاگ کر موقان پہونچا وہاں بقیہ لشکر کو طلب کر کے مقام "بد" میں آیا۔

ربیع الاول ۲۲۲ھ میں افشین نے بابک کے مرکز قصبۂ "بد" پر تاخت کی اور معتصم نے جعفر خیاط کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان لشکر اور معہ تیس لاکھ درہم مصارف فوج کے لیے روانہ کیے فریقین میں سخت خونریز جنگ ہوئی آخر میں افشین اور جعفر خیاط کی فوج غالب آکر "بد" میں داخل ہو گئی محلات میں آگ لگا دی گئی بابک جان بچاکر بھاگا، ابو السفاح نے تعاقب کیا اس کی ماں اور اس کا بھائی معاویہ گرفتار ہو گئے بابک جبال ارمینہ میں جا چھپا افشین کے جاسوس اس کے ساتھ لگا تار رہتے تھے سہل بن سباط نے بابک کو دیکھ لیا اور اس کی تعظیم و توقیر کی اور اپنے قلعہ میں لاکر رکھا اور افشین کو اطلاع دے دی چنانچہ دوسرے دن بابک کو شکار کے بہانہ جنگل میں لاکر افشین کے سپہ سالاروں کے ہاتھ گرفتار کرا دیا۔ بابک افشین کے سامنے پیش ہوا اس نے قید خانہ میں اس کو بھیج دیا اس حسن خدمت کے صلے میں معاویہ بن سہل کو ایک ہزار درہم اور سہل کو ایک لاکھ درہم اور ایک پیٹی جواہر نگار مرحمت کی خلیفہ معتصم کے حضور میں افشین نے تمام روداد بھیجی خلیفہ نے افشین کو سامرہ طلب کیا افشین شوال ۲۲۲ھ کو برزند سے سامرا روانہ ہوا ہر منزل پر خلیفہ کے حکم سے افشین کی کمال عزت افزائی کی جاتی اور ایک قاصد خاص خلیفہ کا معہ خلعت فاخرہ اور ایک راس عربی گھوڑے

کے افشین سے ملتا جس وقت سامرہ کے قریب افشین پہونچا ولی عہد بہادر شہزادہ واثق باللہ معہ سرداران وارکین سلطنت کے استقبال کو آئے اور بکمال توقیر "قصر مطیرہ" میں افشین کو ٹھیرایا۔ اور اسی قصر میں بابک کو زیر حراست رکھا خلیفہ کے حکم سے افشین کے سر پر تاج رکھا گیا قیمتی خلعت پہنائی گئی بیس لاکھ درہم بطور صلہ ۲۲۳ھ مرحمت فرمائے گئے اور دس لاکھ درہم اسکے لشکریوں میں تقسیم کئے گئے اس کے بعد صفر میں دربار میں معتصم نے بابک کو طلب کیا اور اس سے کہا ظالم تو نے بیس برس میں ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور ہمارے سپہ سالاروں یحییٰ بن معاذ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد احمد بن جنید۔ زریق بن علی بن صدقہ۔ محمد بن حمید طوسی اور ابراہیم بن لیث کے ساتھ کیا کیا سلوک کئے تھے اس کے بدلہ میں حکم دیا گیا کہ ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں فوراً حکم کی تعمیل ہوئی بابک کا سر خراسان بھیجا گیا اور لاشہ کو سامرہ میں صلیب پر چڑھایا بابک کے پنجہ ظلم سے سات ہزار چھ سو مسلمان عورتیں اور انکے بچے چھوڑائے گئے بابک کے تمام خاندان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا[1] اور اس کے بھائی عبداللہ کو بغداد میں سولی پر چڑھایا گیا[2] آرمینہ اور آذربائیجان میں بابکیوں کی شورش سے بدنظمی پھیل گئی تھی سہل بن سنباط نے سر اٹھایا اور ان پر قبضہ کرلیا۔ محمد بن سلیمان ازدی نے بقوت اس کی مزاج پرسی کر دی راہ راست پر ابن سنباط آگیا۔ اور معذرت خواہ ہو کر مطیع ہو گیا۔

ورثان بن محمد بن عبداللہ نے ارمینہ میں بغاوت برپا کی سپہ سالار افشین نے منکجور کو اس کے استیصال کے لئے بھیجا لیکن علی بن یحییٰ ارمنی نے خلیفہ سے

[1] تاریخ ابن خلدون صفحہ ۳۰ تا ۲۴۲ کتاب ثانی جلد ہفتم [2] یعقوبی ج ۲ ص ۵۰۸

یہ سنکر ورثان کا قصور معاف کرا دیا۔ اور ارمینہ کی حکومت محمد بن خالد کو عطا ہوئی مگر یہ ملکی انتظام میں قاصر رہا تو حمدویہ بن علی کا تقرر عمل میں آیا جس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ارمینہ میں امن و امان قایم کر دیا۔

"مازیار" والی طبرستان عباسی حکومت کا باجگذار تھا اور خراج وہ حاکم خراسان کو ادا کیا کرتا مگر عبداللہ بن طاہر اور مازیار بن قارن سے باہمی کشیدگی چند وجوہ سے پیدا ہوگئی تھی خلیفہ معتصم خود خراج اس سے وصول کر کے عبداللہ کو بھجوا دیا کرتا رفتہ رفتہ ایک دوسرے کا دشمن ہوگیا عبداللہ کا جادو چل گیا معتصم "مازیار" سے بگڑ بیٹھا۔

افشین کو عبداللہ سے خلش تھی اور افشین کا دلی منشا یہ تھا کہ خراسان کی ولایت سے عبداللہ بن طاہر کو نکال کر خراسان اپنے قبضہ و تصرف میں لائے افشین نے مازیار کو گانٹھا اور عبداللہ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ مازیار نے علم بغاوت بلند کر دیا اور [illegible] مہینے کے اندر علاقہ کا ایک سال کا خراج وصول کر لیا آمل۔ ساریہ طمیس کے باشندوں کو ہرمزآباد منتقل کر کے یہاں مقابلہ کے لیے تین میل لمبی ایک شہر پناہ تعمیر کرائی اور ایک بڑی خندق کھدوائی یہ تیاریاں دیکھ کر اہل جرجان نے شہر خالی کر دیا معتصم اور عبداللہ کو مازیار کی حرکتوں کی خبر پہنچ رہی تھی چنانچہ ہر وقت اپنی فوجیں اس کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئیں مازیار ہر طرف سے گھر گیا تو تمیر شہر میں مقابلہ کے بعد روپوش ہوا اس کے بھائی کوہیار نے امان و مال کے بہانہ گرفتار کرا دیا اور معتصم کے پاس مازیار روانہ کیا گیا معتصم نے اسے کوڑوں سے پٹوایا جس کے صدمہ سے وہ مرگیا اس کے بعد اسکے بھائی کوہیار کا خاتمہ

بھی ہو گیا طبرستان کا پورا علاقہ نئے سرے دولت عباسیہ کے زیر نگین آگیا۔[1]

منکجور باغی کا انجام افشین کا ایک عزیز منجکور تھا افشین نے اسکو آذربائیجان کا حاکم بنا دیا بابک خرمی کا جمع کیا خزانہ اسکے ہاتھ لگا معتصم کے جاسوس نے اطلاع دی معتصم نے منکجور سے دریافت کیا وہ خزانہ کا انکار کر گیا اور جاسوس کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اردبیل کے باشندوں نے روکا بھی تو انسے بگڑ بیٹھا معتصم کو اس کی بھی اطلاع ہو گئی اس نے افشین کو منکجور کے معزولی کا حکم بھیجدیا یہ آسانی سے جگہ نہ چھوڑنا چاہتا تھا اس لیے افشین نے فوج سرکاری ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کی منکجور مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ آذربائیجان میں قلعہ بند ہو گیا کچھ عرصہ بعد اس کے ساتھیوں نے گرفتار کر کے افسر فوج کے حوالہ کیا افسر نے معتصم کے پاس منکجور کو سامرا بھیجدیا یہاں وہ قید کر دیا گیا منکجور کی بغاوت کی وجہ سے معتصم افشین سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ اور جو مراعات روا رکھتا تھا۔ یک قلم موقوف کر دی گئیں۔

جعفر بن فہر بن حسن کی بغاوت ابھی منکجور باغی کا فتنہ ختم ہوا تھا کہ ۲۲۵ھ میں علاقہ موصل کا ایک کرد جعفر حکومت بنی عباس سے باغی ہو گیا۔ بہت سے کرد اور فتنہ پسند عوام اس کے معاون ہو گئے معتصم نے عبداللہ بن سید بن انس کو جعفر کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اس کو ہی موصل کے علاقہ کا گورنر کیا جعفر اس وقت "ماتعیس" میں تھا عبداللہ نے اس کو یہاں سے نکالا جعفر نے دشوار راہ کا رستہ لیا عبداللہ بھی پیچھے پیچھے چلتا رہا موقعہ پا کر جعفر پلٹا سخت مقابلہ رہا عبداللہ کو منہ کی کھانا پڑی شکست کھا گیا اور بڑا حصہ فوج کا اس جگہ کام آیا عبداللہ کی

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۳۴۴

شکست کے بعد معتصم نے یہ مہم ایتاخ ترکی سپہ سالار کے سپرد کی اس نے آتے ہی جعفر کی فوج کے چھکے چھڑا دیے جعفر قتل ہوا تمام اس کے جرگے کے لوگ منتشر ہو گئے۔[1]

بغاوت مبرقع

۲۲۷ھ میں فلسطین میں ابو حرب الملقب بہ مبرقع برقع پوش نے بغاوت کی سبب اس کا یہ ہوا کہ ایک عباسی افسر فوج نے مبرقع کی عدم موجودگی میں اس کے گھر میں قیام کرنا چاہا اسکی بیوی نے منع کیا فوجی نے اس کو کوڑوں سے پیٹا اور چلا گیا مبرقع جب گھر لوٹا تو اس کی بیوی نے اس سے گذرا ہوا واقعہ کہہ دیا مبرقع غصے میں الٹے پیر لوٹا اور ڈھونڈھ کر عباسی افسر کو قتل کر دیا پھر حکومت کے خوف سے "اردن" کے پہاڑ میں روپوش ہو گیا اور گرفتاری کے خوف سے چہرہ پر نقاب ڈالے رکھتا مبرقع کی نقاب پوشی اور عزلت نشینی نے عوام کی رجوعات اس کی طرف شروع کر دی پھر تو کثرت سے عقیدت مند جمع ہونے لگے تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور معتصم کے خلاف زہر اگلتا رہتا اور یہ مشہور کر رکھا کہ میں اموی خاندان سے ہوں اس لئے دنیا میں آیا ہوں کہ ان غاصبوں سے خلافت چھینوں۔"

جب کثرت سے لوگ اس کے ہمنوا ہو گئے اور چند یمنی رؤسا بھی حلقہ عقیدت میں آ گئے۔ عموماً اس کے پیرو اسے "سفیانی" کہا کرتے تھے۔ ان دنوں نزاری اور یمانی کا عربوں میں جھگڑا چل رہا تھا ایک جماعت یمنی مبرقع کے ساتھ مل گئی اس گروہ کا سردار "ابن بیہس" نامی شخص تھا مبرقع کے ساتھی فلاح اور کاشتکار زیادہ تھے معتصم باللہ کو اس فتنہ کی خبر لگی اس نے سپہ سالار رجا بن ایوب حضاری

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۷۲ اور ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم

کو ایک ہزار فوجیوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ مبرقع کی گوشمالی بخوبی کردی جائے اس نے وہاں پہونچ کر دیکھا تو مبرقع کے جھنڈے کے نیچے ایک عالم جمع تھا جن کی تعداد ایک لاکھ آدمیوں سے کم نہ ہوگی یہ رنگ دیکھ کر رجا نے مبرقع کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ زراعت و کاشتکاری کا موسم آیا۔ تو مبرقع کے متعین اپنے کاروبار میں لگ گئے ادھر معتصم جل باواثق سریر خلافت پر متمکن ہوا اس نے رجا کو حکم بھیجا کہ پہلے دمشق میں نیا فتنہ اٹھا ہے اس کو ختم کر کے پھر مبرقع کی خبر لو۔ چنانچہ دمشق سے لوٹ کر رجا نے مبرقع کو گھیر کر مار لیا بیس ہزار اس کے ساتھی کھیت رہے مبرقع مع ابن بیہس پابزنجیر خلیفہ کے سامنے سامرہ بھیجدیا گیا وہاں (۲۲۷ھ) میں اپنی سزا کو پہونچا۔[۱]

فتوحات

فتح عموریہ عموریہ (اموریم) ایشائے کوچک میں رومیوں کا بڑا مرکز تھا[۲] شہنشاہ روم ان دنوں تھوفلین تو فیل بن میخائیل تھا ۲۲۳ھ میں بابک خرمی جب عساکر اسلامی کی زد میں آگیا تو اپنے بچنے کی صورت یہ پیدا کی کہ توفیل کو لکھا یہ معتصم نے اپنی پوری قوت سے اپنے سپہ سالار خیاط جعفر بن دینار اور طباخ ایتاخ۔ افشین کو مرے مقابلہ پر بھیجا ہے معتصم کے پاس دارالخلافہ میں اب کم فوج رہ گئی ہے لہذا دارالخلافہ خالی ہے اس پر حملہ بول دو ادھر سے تم آؤ ادھر میں ان کا خاتمہ کئے دیتا ہوں[۲] توفیل بابک کے جھانسہ میں آگیا ایک لاکھ رومی لشکر مع خرمیوں کی جماعت زبطرہ (ریگینئے ڈوشیا) پر حملہ آور ہوا یہاں کے مسلمان

---

[۱] کتاب المختار جوہری ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۷، [۲] معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۲۰۷ [۳] تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۴۳

مردوں کو قتل کیا بچے اور عورتیں گرفتار کر لئے ملیط وغیرہ کے قلعہ توڑے جلائے اور تباہ کئے جو مسلمان بچے رہے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ گرفتار شدہ عورتوں میں سے ایک ہاشمی خاتون بھی تھی اس نے فریاد کی

وامعتصماہ اے معتصم مری مدد کر[1]

توفیل کے وحشیانہ مظالم مسلمانوں کی دردناک حالت اور ہاشمی خاتون کی فریاد معتصم کے گوش گذار ہوئی وہ دربار میں تخت پر بیٹھا تھا وہیں سے بیٹھے بیٹھے لبیک میں پہنچا اور فوراً تخت سے اتر کر کوچ کی منادی کرادی اور فوجوں کو جمع کرکے خود معمولی زاد راہ لے کر دربار عام میں آیا۔ اور بغداد کے قاضی عبدالرحمٰن بن اسحٰق شعبہ بن سہل اور ان کے ساتھ ۳۲۸ دوسرے ارکان سلطنت کو طلب کر کے انکے روبرو وصیت کی کہ

مری جاگیر کا ایک ثلث مری اولاد کو اور ایک ثلث مرے موالی کو دیا جائے اور تیسرا حصہ خدا کی راہ میں صرف ہو"

وصیت کرنے کے بعد جمادی الثانی کو دجلہ کے مغربی سمت افواج کا پڑاؤ کیا اور عجیف بن عنبہ عمرو الفرغانی اور دوسرے فوجی افسران کو "زبطرہ" کے مظلوموں کی امداد کے لئے روانہ کیا یہ اس وقت زبطرہ پہونچے رومی لوٹ مار کرکے لوٹ چکے تھے عجیف وغیرہ کے پہونچنے پر مسلمان جو وہاں سے چلے گئے تھے وہ لوگ پھر واپس آکر آباد ہوگئے[2] کچھ عرصہ میں زبطرہ میں امن وسکون قایم ہوگیا اس اثناء میں عساکر اسلامی کو بمقابلہ بابک خرمی فتح یابی حاصل ہوگئی خلیفہ معتصم

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۶۲ [2] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۶۳

نے اپنے مصاحبین و ندیموں سے دریافت کیا کہ

رومیوں کے نزدیک کون شہر عمدہ اور مہتم بالشان ہے"

عرض کیا عموریہ معتصم نے یہ سنتے ہی طیاری کا حکم صادر کر دیا اور بکمال تیزی و عجلت سے اس قدر ساز و سامان جنگ و آلات حرب مہیا کئے کہ اس سے پیشتر کسی جہاد میں نہیں مہیا کئے گئے تھے مقدمۃ الجیش پر سپہ سالار اشناس کو اور اس کے بعد محمد بن ابراہیم بن مصعب کو میمنہ پر سپہ سالار ایتاخ کو میسرہ پر جعفر بن دینار خیاط کو اور قلب میں عجیف بن علنبہ کو مامور کر کے کوچ کر دیا۔ بلاد روم میں جب عسکر اسلامی داخل ہوا تہلکہ پڑ گیا مقام سلوقیہ میں پہونچ کے "نہر سن" پر ڈیرے ڈال دئے گئے یہ مقام طرسوس سے ایک یوم کی مسافت پر واقع تھا۔

معتصم نے "نہر سن" پر پہونچنے کے دوسرے دن امیر العسکر افشین کو سرحد حرشنہ سے سروج کی طرف روانہ کیا اور اشناس کو یہ ہدایت کر کے کہ "صفصاف" میں پہونچ کے لشکر ہمایون کے آنے کا انتظار کرنا۔ اور اپنی فوج کو حدود طرسوس کی جانب بڑھنے کا حکم دیا[۱] اور ایک دن مقرر کر کے سب کو ایک مقام پر جمع ہونے کا حکم ارشاد فرمایا[۲] شاہ روم توفیل کو جس وقت خلیفہ معتصم کی آمد کی خبر لگی اس وقت وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور ایک مناسب مقام پر اپنی افواج ٹھہرائیں چنانچہ جیسے ہی توفیل کو افشین کی پیش قدمی کی خبر ملی اپنے عزیز کو لشکر گاہ میں چھوڑ کر خود اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

ارینہ کے اطراف میں دونوں کا سامنا ہوا اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ عسکر

---

[۱] تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۰۵ [۲] طبری جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

اسلامی کا پورا پیدل دستہ کام آ گیا۔ افشین چند گھنٹوں کے بعد پھر سنبھلا اور آگے بڑھا اور اس زور شور سے رومیوں پر حملہ آور ہوا کہ ان کی فوجیں تاب مقابلہ لا نہ سکیں درہم برہم ہو گئیں۔ اس ابتری میں خود توفیل اپنی فوج کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اس لیے اس کے لشکرگاہ کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ جب یہ ہنگامہ تھا اور توفیل جو بچ گیا تھا اپنی فوج میں واپس آیا اور اسے منتشر دیکھا تو محافظ فوجی افسران پر سخت برہم ہوا اور ان کے سر قلم کرا دے اور تمام اپنے فوجی مرکزوں میں لکھ بھیجا کہ جو لوگ لوٹ گئے ہیں ان کو کوڑوں سے پیٹ کر ایک مقام پر جہاں سے وہ دوبارہ مقابلہ کے لیے بڑھنے والا تھا جمع کیا جائے اور ایک شخص کو انگورہ کی حفاظت کے لیے بھیجا یہاں کے باشندے عسکر اسلامی کے حملہ کے خوف سے انگورہ سے نکل بھاگے تھے۔ توفیل کو اس کی اطلاع دی گئی۔ توفیل نے یہ رنگ دیکھ کر انگورہ کے بجائے عموریہ کی حفاظت کا سامان کیا۔ اور معتصم کے مقدمۃ الجیش پر چھاپہ مارنے کے لیے آگے بڑھا۔

معتصم کے جاسوس توفیل کی فوج کے ساتھ لگے ہوئے تھے انھوں نے اس کی اطلاع خلیفہ کو دی۔ معتصم نے فوراً مقدمۃ الجیش کے افسر اشناس کو ہدایت کی کہ تم وہیں توقف کرو جہاں ہو میں تم سے بہت جلد ملتا ہوں اور اس درمیان میں رومیوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلاؤ چنانچہ اشناس نے خدمت عمرو فرغانی کے سپرد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ توفیل مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کی تاک میں نکلا تھا لیکن جب اس کو ارمینیہ کی سمت اسلامی فوجوں کے بڑھنے کی خبر ملی تو وہ ادھر چلا گیا اس اطلاع کے بعد معتصم نے افشین کو راستہ میں خط کے ذریعہ ٹھہر جانے کا حکم دیا

لیکن وہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اس لیے اس تک خط نہ پہنچ سکا ادھر اشناس اور ان کے عقب سے معتصم دونوں آگے بڑھے انقرہ کے قریب اشناس کو رومیوں کی ایک جماعت کو دیکھا ان پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا اور ان کو قتل کرا دیا انہیں ایک بڈھا تھا اس نے کہا اگر تم مری جان بخشی کرو تو انگورہ کی مفرورہ جماعت کا جس کے پاس خورد و نوش کا بہت سا سامان ہے پتہ دے سکتا ہوں اشناس نے منظور کر لیا اور مالک بن کرد کو اس کے ساتھ کر دیا اس بڈھے نے پہاڑ دن پہاڑ دن مالک کو لے جا کر اس جماعت کے سر پر کھڑا کر دیا مالک نے ان کو گھیر لیا اور کل ساز و سامان پر قبضہ جما یا اور بڈھے کو انعام دے کر رخصت کیا۔ افشین اور توفیل کی جنگ کے زخمی اس جماعت میں شریک ہو گئے تھے انسے توفیل کی شکست کا حال معلوم ہوا۔ اس کے بعد افشین کے ہرکارے نے پہنچکر مفصل حالات اور فتح کا مژدہ سنایا۔ افشین انگورہ پہنچ گیا۔

یہاں فوج کی تنظیم اس طرح کی گئی میمنہ پر افشین اور میسرہ پر اشناس کا تقرر ہوا قلب کی قیادت خود معتصم نے اپنے ہاتھوں میں رکھی اور تینوں ایک دوسرے سے دو دو فرسخ کا فاصلہ دے کر تاخت و تاراج کرتے ہوئے عموریہ پہنچے یہاں ایک مسلمان جو رومیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ اور عیسائی بنا لیا گیا تھا وہ رومیوں سے نکل کر اپنے بھائیوں سے آملا اور اُسنے بتایا کہ شہر پناہ میں ایک مقام پر سوراخ ہے جو باہر سے چھپا دیا گیا ہے۔ لیکن اندر سے کھلا ہے معتصم نے اس مقام کے سامنے اپنا خیمہ نصب کر کے منجنیق سنگباری کے ذریعہ سوراخ [illegible] دیا۔ عموریہ کے بطریق باطیس نے توفیل کو اطلاع دی کہ شہر پناہ میں سوراخ ہو چکا ہے۔ اس لیے میرا ارادہ

ہے کہ کسی شب کو نکل کر مسلمانوں پر چھاپہ مارتا ہوا آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ خط مسلمانوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ معتصم نے اس وقت شہر پناہ پر سنگباری کر کے اس کو ایک مقام سے توڑ دیا۔ عموریہ اور عسکر اسلامی کے درمیان صرف خندق حائل تھی معتصم نے کھالوں کے بورے بنا کر اور اس میں مٹی بھر کے اس کو پٹوا دیا اور مسلمان سنگ بار آلات کے ساتھ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور پھاٹک کے پاس دیوار توڑنا شروع کر دی۔ دوسری طرف افشین اور اشناس باری باری سے دو دن تک پوری قوت کے ساتھ حملہ کرتے رہے تیسرے دن خود معتصم میدان میں آیا اور صبح سے شام تک نہایت گھمسان کا رن پڑا شام ہوتے ہوتے ہزارہا مدعی مارے گئے ہزارہا زخمی ہوئے۔ شہر پناہ کے اس حصہ کے محافظ بطریق ردبدا نے روسائے روم سے اپنی حالت زار بیان کر کے امداد طلب کی۔ لیکن اس میں اس کو سخت مایوسی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر خلیفہ معتصم سے جان بخشی کا طالب ہونا پڑا۔ اس نے امان دے دی بطریق مذکور معتصم کے پاس چلا آیا۔ ابھی ان دونوں کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ عبدالوہاب بن علی کی سرکردگی میں مسلمان ریلا کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ بطریق یہ رنگ دیکھا تو خوفزدہ ہوا معتصم نے اس کو اطمینان دلایا کہ تمہاری جان و مال محفوظ ہے اور تمہارے مطالبات پورے کئے جائیں گے۔

مسلمانوں کے عموریہ میں داخل ہو جانے کے بعد رومی کلیسائے اعظم کی آڑ کر کے لڑنے لگے اس لیے مسلمانوں نے مجبوراً اس میں آگ لگا دی اس آڑ کے خاتمہ پر مسلمانوں کا قبضہ عموریہ پر بالکل ہو گیا۔ صرف یاطیس بطریق ایک برج میں جما رہا معتصم نے اسے بھی امان دیدی اور عموریہ پر کامل قبضہ کر لیا۔ امن پسند عمائد معززین

کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ البتہ فوجیوں کو جو گرفتار ہوئے تھے وہ قتل کر دیئے گئے تعداد بیس ہزار تھی[۱] اس فتح عموریہ میں مال غنیمت کثرت سے ہاتھ آیا کہ پانچ یوم تک برابر نیلام ہوتا رہا اس کے بعد جو بچ رہا وہ پھونک دیا گیا فوجیوں نے لوٹنا کرنا چاہی معتصم نے روک دیا اس کے بعد عموریہ کے جنگی استحکامات منہدم کر دیئے گئے[۲] تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ عموریہ پر معتصم حملہ کی تیاری کر رہا تھا نجومیوں نے حکم لگایا تھا کہ طالع نحس ہے اس موقع پر فتح نہ ہوگی مگر وہاں الٹی فتح وظفر ہوئی ابوتمام شاعر نے قصیدہ لکھا جس میں نجومیوں کی خوب خبر لی اور مذاق اڑایا[۳]

عباس بن مامون کی بغاوت اور اسکی موت

عموریہ فتح کرنے کے بعد معتصم نے قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں تھی کہ بغداد میں نیا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔

معتصم افشین کو عجیف بن عنبہ پر ہمیشہ فضیلت دیا کرتا تھا جس وقت عجیف کو زبطرہ کی طرف روانہ کیا اسکو خرچ و اخراجات کی آزادی نہ دی جیسا کہ افشین کو خود مختار کر رکھا تھا اس کے علاوہ معتصم عجیف کے افعال پر نکتہ چینی بھی کیا کرتا عجیف کو اس بنا پر معتصم سے ایک گونہ عناد ہو گیا اور بدعہدی و غداری کی ہوا دماغ میں سما گئی۔ اسنے عباس بن مامون سے ملاقات کی باتوں باتوں میں کہنے لگا۔

آپ نے خلیفہ مامون کے وفات پر بڑی غلطی کی ناحق خاموشی اختیار فرمائی آپ مستحق خلافت ہیں اگر آپ ذرا سا اشارہ کرتے

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۰ [۲] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۲ صفحہ ۱۴۳-۱۵۱ [۳] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۰

تو لوگ آپ ہی کی بیعت کرتے۔"[14]

عباس بن مامون نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ اس غلطی کے دفعیہ کا اقرار کیا اور عجیف کی اتفاق رائے سے اپنے رازداروں میں سے ایک شخص سمرقندی نامی کو جو عبداللہ بن دضاح کا قرابت دار تھا اس امر پہ مقرر کیا کہ امراء و سپہ سالار لشکر کو در پردہ معتصم سے بدظن اور عباس بن مامون کی طرف مائل کیا کرے تھوڑے دنوں میں سپہ سالاران لشکر اور مقربین بارگاہ خلافت کا ایک گروہ عمر فرغانی احمد بن خلیل حرث وغیرہ عباس کی جانب مائل ہو گیا اور اس کی خلافت کی بیعت کر لی[15] اس کے علاوہ عباس نے قیصر روم سے خط وکتابت بھی کر کے اپنے چچا کے خلاف ساز باز کرنا چاہا[16]

معتصم کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے قسطنطنیہ پر حملہ کا خیال چھوڑ کر بغداد واپس آ گیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کا مال ومتاع جس کی قیمت ایک لاکھ سولہ ہزار اشرفی تھی ضبط کر کے فوج میں تقسیم کر دیا عباس قید میں بھوکوں مر گیا یعقوبی کی روایت ہے افشین نے عباس کو ہلاک کرا دیا[17] نصیبین پہونچکر معتصم نے عمر فرغانی کو زندہ دفن کرا دیا اور موصل پہونچ کر عجیف کو اسی طرح مارا غرضکہ رفتہ رفتہ کل سپہ سالاروں کو جنھوں نے عباس بن مامون کی بیعت کی تھی قتل کرا ڈالا۔

اولاد مامون سے سلوک معتصم جب سامرہ میں داخل ہوا تو خلیفہ مامون کی بقیہ اولاد کو گرفتار کرا کے ایک مکان میں قید

---

[15] ابن خلدون جلد ۷، کتاب نامی صفحہ ۱۵۲ [16] مسعودی جلد ۷، صفحہ ۱۳۶

[17] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۸۱

کر دیا یہاں تک کہ وہ سب وہیں مر کھپ گئے۔[1]

عروج اتراک

ہارون اور مامون کے عہد میں عربوں کے مقابلہ میں عجمیوں کو بڑا اقتدار حاصل ہوا معتصم نے ترکی غلاموں کو سرچڑھایا حکومت کے شکوہ و تجمل کے لیے ہزارہا سمرقندی فرغانوی ترک خرید کر لیے گئے انھوں نے فتوحات ملکی میں بڑے کارہائے نمایاں کئے تھے۔ انکے لیے ہی سامرا کی تعمیر از سر نو ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے

تعمیر سامرا

خلیفہ معتصم نے اپنے عہد خلافت میں مصر کے ایک گروہ کو مجتمع کر کے مغاربہ کے نام سے موسوم کیا تھا اور سمرقند۔ اشروسنہ اور فرغانہ سے ایک گروہ کو منتخب کر کے فراغنہ کا لقب دیا تھا[2]۔ یہ لوگ خرید کردہ تھے مگر انکے لباس کا اہتمام خاص تھا ریشم پہنتے تھے۔ زرین طوق اُن کے گلے میں ڈالا رہتا تھا۔ یہ لوگ تہذیب و تمدن سے ناآشنا محض اور اسپر طرہ یہ کہ وحشی خصلت تھے اس سے بغداد میں ان کے ہجوم سے اہل شہر کو بڑی تکلیفیں پہنچتی تھیں شرابیں پی کر بے تحاشا گھوڑے کداتے پھرتے تھے عورتیں بوڑھے بچے کچل جاتے تھے یہ لوگ پروا نہ کرتے تھے۔ اہل بغداد نے معتصم سے فریاد کی اس نے ترکوں کی آبادی کے لیے بغداد کے قریب ایک مستقل شہر سامرا آباد کیا اور خود بھی وہیں قیام پذیر ہوا[3]۔

سامرا کی بنا تو ہارون الرشید نے ڈالی تھی اتفاق وقت سے اس کی تعمیر

---

[1] ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی صفحہ ۴ ۵ [2] [3] تاریخ ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی

تکمیل کو نہ پہونچی فصیلیں اور شہر پناہ کی دیواریں مسمار و خراب ہوگئیں تھیں خلیفہ معتصم نے اپنے بیٹے واثق کو بغداد میں اپنا جانشین بنا کے [1] خود آیا اور دوبارہ تعمیر کی بنا ڈالی چنانچہ ۲۲۱ھ میں سلسلہ تعمیر کو پہنچا کے سر من رائے کے نام سے موسوم کیا جو آگے چلکر سامرا بن گیا معتصم کا دارالحکومت یہی تھا تھوڑے عرصہ میں مثل بغداد کے ہوگیا۔ بڑے عالیشان محلات تعمیر کئے گئے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ

معتصم نے اپنا قصر میدان میں بنایا اور تعمیر کے بعد وہاں دربار کیا تو سلام کیلیے حاضر آئے۔ اسحاق موصلی نے اس موقعہ پر اپنا بے نظیر قصیدہ پڑھا جو آجتک مشہور چلا آتا ہے مگر شروع قصیدہ میں اسحاق موصلی نے لکھا تھا۔

ترجمہ اے مکان تجکو بلا اور مصیبت بدل ڈالے گی

کاش تو پرانا ہی ہوجاتا۔

معتصم نے اس شعر کو شگون بد سمجھا اور اس قصر کو منہدم کرادیا [2]

نظام مملکت

مامون کے زمانہ میں جو مملکت کا نظام قائم ہوچکا تھا اس کو معتصم نے قائم رکھا البتہ اس نے نظام فوج کو بڑی ترقی دی جس سے عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے کا موقعہ ملا چنانچہ اسنے بادشاہان آذربائجان۔ طبرستان۔ ستیان

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ کتاب ثانی صفحہ ۲۹ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۳۴

اشیا صحیح، فرغانہ، طخارستان، صفد، اور سلک کابل کے حکمران کو قید کیا
مغیرہ بن محمد کہتے ہیں کہ جتنے بادشاہ معتصم کے دروازے پر جمع ہوئے کبھی کسی بادشاہ[1]
کے وقت میں جمع نہ ہوئے تھے

نظم فوج

معتصم نے عنان خلافت کو ہاتھ میں لیتے ہی یہ محسوس کیا کہ مملکت کی حفاظت
کے لیے ایک زبردست فوج کی ضرورت ہے اس مقصد کے لیے اس نے ہزارہا
ترک فوج میں داخل کیے ترکوں سے اسے انس زیادہ اسوجہ سے بھی تھا کہ اس کی
ماں ترک تھی۔

معتصم حسن صورت حسن کمال شجاعت اور اسلام کے شیفتہ ہونے کی
وجہ سے ترک غلاموں پر بے حد اعتماد کرنے لگا۔ اور اپنے قصر کی حفاظت انہیں کے
سپرد کر دی انھیں بڑے بڑے عہدے دیئے بڑے بڑے صوبوں کا گورنر مقرر کیا
انعام واکرام کی ان پر بارش کر دی۔ عربوں اور ایرانیوں دونوں پر ان ترکوں کو
ہر بات میں ترجیح دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں اور ایرانیوں کے جذبوں کی غیرت
کو ٹھیس لگی اور وہ حسد سے جلنے لگے۔ عرب اور عربوں کے جنرل خاص طور پر ترکوں
سے بیزار تھے اور ترکوں کے اقتدار سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے تدابیر سوچنے
لگے عباس کا دعوائے خلافت جس کا تفصیلی ذکر آچکا ہے وہ ان عربوں کی
سازش کا کرشمہ تھا مگر عربوں کے لیے بجائے فائدے کے الٹا نقصان یہ ہوا کہ معتصم

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۰

کو عرب جنرلیوں سے نفرت ہوگئی اور ان کو فوج سے نکالنا شروع کر دیا۔

دیوان عطا کی فہرست سے ان عربوں کے نام خارج کر دئے گئے۔ اور ترکوں پر پہلے سے زیادہ اعتماد ہوگیا۔ اور ان کی تعداد بڑھا کر ستر ہزار تک پہونچا دی گئی مگر ترکوں کا ظرف اس کا متحمل نہ ہوسکا ان کا دماغی توازن بگڑ گیا اور ترک جرنیلوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ لکھا جا چکا ہے آخر ش کچھ عرصہ بعد خود معتصم کو اپنے لیے ان ترکوں سے خطر نظر آنے لگا۔

اگر معتصم اس وقت بھی سیاسی تدبر سے کام لیتا تو عرب جنرلیوں کی امداد سے خلافت کے اقتدار کو بچا سکتا تھا مگر معتصم کی لاابالی طبیعت نے ان کی طرف سے سہل انکاری برتی اور یہ تخریبی عناصر ترقی کرتے رہے [۱]

ترک جنرل اس قدر صاحب اقتدار بنے کہ بڑے سے بڑے عرب سردار

واقعہ کو ذرا سے قصور پر ٹھکانے لگا دیا کرتے۔

سپہ سالار اعظم افشین نے ایک عربی امیر ابو دلف قاسم بن عیسیٰ عجلی پر ازراہ عداوت خون کا الزام قائم کر کے چاہا کہ اس کو قصاص میں قتل کرا دے۔ قاضی ابن ابی داؤد عرب تھے سن لے دے کے معتصم پر ان کا اثر و اقتدار باقی تھا ان کو خبر لگی وہ افشین کے یہاں پہونچے دیکھا جلاد تلوار لیے ہوئے ابو دلف کو قتل کیا چاہتا ہے آگے بڑھکر افشین سے کہا کہ مجکو امیر المومنین نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم ابو دلف کو قتل نہ کرو بلکہ مرے سپرد کر دو پھر حاضرین سے مخاطب ہو کے کہا تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے امیر المومنین کا حکم ایسے وقت جبکہ ابو دلف صحیح و سالم موجود ہے پہونچا دیا۔ سب نے کہا ہم شاہد ہیں

---

[۱] مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۲۸-۲۲۹

اس کے بعد وہ معتصم کے پاس گیا۔ سارا ماجرا کہہ گذارا معتصم نے قاضی صاحب کی اس کارروائی کو پسند کیا آدمی بھیجکر ابودلف کو بلایا اور اس کو رہا کر کے انعام بخشا پھر افشین کو طلب کیا اور سختی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ بلا اجازت خلیفہ کے تم خود کس قانون سے قصاص لینے کا حق رکھتے ہو"

محاصل عہد مامونی کی آمدنی کو اس زمانہ کے کاغذات سے نقل کر کے علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ثبت کر دیا ہے (جسکا خلاصہ ہم مامون کے احوال میں لکھ چکے ہیں) اسی طرح معتصم کے عہد کے کل مالیہ کو قدامہ بن جعفر نے کتاب الخراج میں تفصیل وار لکھا ہے دونوں زمانہ مامون اور معتصم کے بالکل متصل تھے اس سے مالیات میں زیادہ کمی بیشی نہیں ہے میزان آمدنی کی تقریباً وہی ہے جو مامون کے عہد میں تھی اس جگہ کتاب الخراج سے نقل لا حاصل ہے

زراعت کی ترقی معتصم کو زراعت سے بہت دلچسپی تھی اور اس کے علاوہ زمین کی آبادانی کا بھی بڑا خیال رکھتا تھا وزیر ابن زیات کو حکم دے رکھا تھا کہ جو افتادہ زمین تم ایسی دیکھو کہ اس سال اس پر دس روپیہ صرف کرو تو سال آئندہ میں اس سے گیارہ روپیہ وصول ہوں ایسے خرچ کے لیے مجھ سے منظوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں"

چنانچہ معتصم کے عہد میں بکثرت افتادہ زمین آباد ہوئیں اور بنجر زمین قابل کاشت ہو گئی معتصم کہتا تھا کہ

زمین کی آبادی میں بہت سے فوائد ہیں اس سے مخلوق کی زندگی قائم ہے خراج بڑھتا ہے ملک کی دولت و ثروت میں اضافہ ہوتا ہے

مویشیوں کے لیے چارہ مہیا ہوتا ہے نرخ ارزاں ہوتا ہے کسب معاش کے ذریعہ بڑھتے ہیں معاش میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔[1]

علمی ترقی

معتصم اپنے اسلاف کے برعکس علم وفن سے لگاؤ نہ رکھتا تھا اور نہ اس کو دلچسپی تھی مامون کے عہد میں جو لوگ علمی تحقیق و تدقیق میں لگے ہوئے تھے وہی علم کی ترقی میں کوشاں تھے معتصم سے انکا نہ کوئی تعلق تھا اور نہ وہ اس کی توجہ کے محتاج تھے۔

معتصم کے معاصر علماء

یحییٰ بن یحییٰ التمیمی۔ سعید بن کثیر بن عفیر۔ سنید۔ محمد بن سلام بیکندی مہدی۔ قالون المقری۔ حلاد المقری۔ آدم بن ایاس۔ عفان۔ قعنبی۔ عبدان المروزی۔ عبداللہ بن صالح۔ کاتب لیث۔ سلمان بن حرب۔ علی بن محمد مدائنی ابو عبید القاسم بن سلام۔ قرہ بن حبیب۔ عارم۔ محمد بن عیسیٰ الطباع الحافظ اصبغ بن فرج فقیہ۔ سعدویہ الواسطی۔ ابو عمر الجرمی نحوی۔[2]

شعر گوئی

معتصم کو علمی شوق میں صرف شعر گوئی سے کچھ لگاؤ تھا اشعار موزوں کر لیا کرتا محمد بن عمر رومی کا بیان ہے کہ معتصم کا ایک غلام عجیب نامی تھا کہ حقیقت میں اسم بامسمیٰ تھا اور اپنا نظیر نہ رکھتا تھا معتصم کو وہ بہت محبوب تھا۔ اس کی تعریف میں اسنے کچھ اشعار کہے تھے ایک روز مجھے بلا کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں اپنے بھائیوں سے لکھا پڑھا کم ہوں اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ امیر المومنین

---

[1] مروج الذہب مسعودی جلد ۷ صفحہ ۱۰۴۔ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۲

(ہارون الرشید) کو مجھ سے بہت ہی محبت تھی اور مجھے کھیل کود سے رغبت
تھی میں نے کسی کی ایک نہ سنی میں نے چند اشعار "عجیب" کی تعریف میں کہے
ہیں ان کو سن کر سچ بتاؤ کہ وہ اچھے ہیں کہ نہیں اگر اچھے نہ ہوں تو میں ان کو
کر رکھوں میں نے وہ اشعار سن کر تخت خلافت کی قسم کھا کر کہا کہ یہ اشعار ان
سے اچھے ہیں جو شاعر نہ تھے معتصم سن کر بہت ہی خوش ہوا اور مجھے پچاس ہزار
درہم عطا کیے[1]

سخاوت معتصم مثل اپنے اسلاف کے سخی تھا لیتا دیتا بہت تھا شعراء کو
انعام و اکرام سے نوازتا۔

باورچیخانہ کے اخراجات معتصم کا دسترخوان بڑا وسیع تھا باورچیخانہ کے
مصارف ایک ہزار اشرفی روزانہ تھے[2]

وزرائے عظام

معتصم کا پہلا وزیر فضل بن مروان بن ماسرخس تھا۔ نا اہل اور اخلاقی
حیثیت بھی پست یہ شخص مذہباً عیسائی تھا معتصم کی شہزادگی میں اس کے کاتب
یحییٰ جرمقانی کے دفتر میں آکر ملازم ہوا۔ حساب کتاب کا ماہر اور خوش نویس تھا اس
لئے یحییٰ کے بعد معتصم نے اس کو سر دفتر کر دیا۔
طرسوس میں جب خلافت کی بیعت لی گئی تو فضل نے جو ان دنوں بغداد میں
کارپرداز تھا اہل بغداد سے اس کے لیے بیعت لی اور سلطنت کے انتظام کو سنبھالا

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۱ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۰

معتصم بغداد آیا تو اس کی کارکردگی سے خوش ہو کر وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا
اور تمام ملکی معاملات اس کے سپرد کر دیے مگر فضل نے معتصم پر غلبہ حاصل کر لیا اب
اس کی روش مستبدانہ ہو گئی معتصم کے احکامات کی بھی اس کو پروا نہ تھی بلکہ بعض اوقات
معتصم اپنے اخراجات کے لیئے اس سے مال طلب کرتا وہ نامنظور کر دیتا تھا" معتصم
کو فضل کی سخت گیری کی شکایات پہنچنے لگیں تو فضل کے استبداد کو روکنے کے لیے
دو وزیر اور مقرر کیئے۔

احمد بن عمار کو اخراجات کا دفتر سپرد کیا

نصر بن منصور کو خراج کا محکمہ تفویض کیا۔

فضل کو ناگوار گذرا اور ان دونوں کی مخالفت پر کمر باندھی جھگڑے
نے طول کھینچا معتصم نے حساب کی جانچ کرائی تو فضل کے ذمہ بیشمار رقم برآمد ہوئی
اس غبن کی وجہ سے اس سے دس لاکھ دینار نقد وصول کئے اور کل اثاثہ اس کا
ضبط کر لیا گیا اور موصل کے ایک گاؤں میں اس کو قید کر دیا گیا"

احمد بن عمار فضل کے بعد احمد کو منصب وزارت سپرد ہوا اس نے نہایت
معمولی درجہ سے ترقی کی تھی شروع میں آٹا پیسنے کا پیشہ کرتا تھا اس پیشہ کے ذریعہ اس
نے بصرہ میں بڑی جائداد پیدا کی پھر بغداد آیا فضل نے اپنے زمانہ وزارت میں اس کی
امانت کی تعریف کی تھی اس لئے معتصم نے اس کو وزیر کیا مگر یہ علم اور تدبر و سیاست
ہر چیز میں کورا تھا ایک مرتبہ معتصم کے پاس کسی عامل کا خط آیا جس میں کلا کا لفظ تھا
معتصم نے احمد سے کلا کی تشریح پوچھی یہ نہ بتا سکا۔

معتصم نے کہا خلیفہ جاہل اور وزیر عامی۔ وزیرے چنین شہریاری چنان'

پھر معتصم نے اپنے مصاحب محمد بن عبدالملک الزیات سے استفسار کیا اس
کلا کے تمام مدارج بتلائے کہ شروع میں جب سبزہ اگتا ہے تو اس کو بقل کہتے
بڑا ہوتا ہے تو اسے کلا کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتا ہے تو اسکو حشیش کہتے ہیں
ابن عبدالملک کی قابلیت سے بہت خوش ہوا اور منشی کے عہدہ پر مامور کیا
عرصہ بعد اس کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا[1]

احمد ابن عمار کم لیاقتی کی وجہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور ابن زیات
محمد بن عبدالملک الزیات کا دادا آبان ایک پہاڑی قریہ
کا باشندہ تھا وہ زیتون کا تیل بغداد لیجا کر بیچا کرتا تھا۔ اس لیے زیات کہلاتا
لیکن محمد کی تعلیم و تربیت بہت اچھی ہوئی تھی ادب و شاعری تاریخ
جہانبانی قوانین ملوکی فہم و فراست اور عقل و فرزانگی غرضکہ جملہ اوصاف میں
ابن خلکان لکھتا ہے کہ محمد بن زیات ادبائے عصر اور فضلائے
سے تھا وہ بہت بڑا ادیب فاضل بلیغ اور نحو و لغت کا بڑا عالم تھا علماء
نحوی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے علامہ ابو عثمان مازنی جب
آتے اور ان کی مجلس میں نحو کے مسائل چھڑتے تو جس مسئلہ میں اختلاف ہو
ابو عثمان مباحثہ کرنے والوں کو الزیات کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ د
اور اس کی رائے پر فیصلہ ہوتا۔

شاعری میں بھی اُس کا پایہ بلند تھا ان خوبیوں کے ساتھ بڑا مغرور متکبر
تھا سزا دینے کے لیے تنور بنوایا تھا جس کے اندر ہر طرف کیلیں لگی ہوئی تھیں

---

[1] انفخری صفحہ ۲۱۲

سزا دینا مقصود ہوتا تھا اسکے اندر بٹھا دیا جاتا ذرا حرکت کی اور کیلیں جسم میں چبھنے لگیں۔ آخر میں اس تنور کی نذر خود ہوا۔

قاضی القضات قاضی احمد بن دواد معتزلی کو معتصم نے تمام قلمرو کا قاضی القضات مقرر کیا قاضی صاحب کے حالات مامون کے تذکرے میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

امرائے عسکر

سپہ سالار افشین

افشین کا نام حیدر بن کاوس تھا کاوس اشروسنہ کا بادشاہ تھا افشین یہیں پیدا ہوا اور بغداد میں زیر سایۂ عاطفت خلیفہ معتصم نشوونما پائی خلیفہ کی نظروں میں اسکی بڑی عزت و توقیر تھی جن دنوں بابک کا محاصرہ کئے ہوئے تھا جو مال و اسباب اس کے ہاتھ آیا اشروسنہ بھیجدیا۔ ارمینہ سے جو تحائف آئے وہ دار الخلافہ بھیجنے کے بجائے اپنے وطن بھیجدئے عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے جس کے تعلقات افشین سے خراب تھے معتصم کو اس کی اطلاع دی افشین نے انتقام میں عبداللہ کو خراسان سے ہٹانے کے لیے مازیار والی طبرستان کو بھڑکایا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے معتصم کو افشین کی سازش کا پتہ چل گیا[1] اور وہ اس سے بدظن ہوگیا اس سے بڑھ کر افشین کی بیدینی تھی وہ باطن میں اپنے آبائی مذہب پر قائم تھا اور اس کے قتل کے بعد اس کے یہاں سے وہ بت برآمد ہوئے جن کی وہ پرستش

[1] طبری جلد ۱ صفحہ ۱۳۰۴

کرتا تھا اس کے علاوہ عباسی حکومت کے خلاف مازیار کو بھڑکایا غرضکہ ان تمام اسباب کی بنا پر معتصم کا رویہ اس کے ساتھ بالکل بدل گیا[۱]

افشین کو بھی محسوس ہونے لگا وہ یہ موقع دیکھ رہا تھا کہ ارمینہ بھاگ جائے اور خزر کو مسلمانوں کے خلاف لڑانے پر آمادہ کرے لیکن افشین کو موقع فرار کا نہ مل سکا تو اسے معتصم اور دیگر افسران کی دعوت کی اور اسمیں زہر دینے کا انتظام کیا یہ منصوبہ پورا نہ ہوا تھا کہ راز فاش ہوگیا اور معتصم نے افشین کو بلا کر قید کردیا اور پھر ایتاخ کے مکان میں لیجانے کا حکم صادر ہوا خدام دولت افشین کو ایتاخ کے یہاں لے گئے، معتصم کے حکم سے افشین کو شعبان ۲۲۶ھ میں قتل کیا اور باب عامہ پر سولی پر لٹکا دیا جب کل آیند و روندگان دیکھ چکے تو لاشہ کو صلیب سے اتار کے جلا دیا گیا[۲]

ایتاخ ایتاخ یہ بلاد خزر کا باشندہ اور سلام ابرش کا غلام تھا یہ باورچی تھا ۱۹۹ھ میں معتصم نے اس کو خرید لیا اور اسحاق بن ابراہیم کا مددگار مقرر کردیا۔

ایتاخ پر معتصم کو بہت اعتماد تھا جب کسی کو قتل یا قید کرنا چاہتا تو ایتاخ کے حوالہ کیا جاتا روم کے حملہ میں فوج کا امیر اس کو بنایا معتصم کے عہد تک اپنے عہدہ پر قایم رہا واثق کے عہد میں مختار کل ہوگیا متوکل کے ابتدائی زمانہ ۲۳۵ھ میں قتل کیا گیا

اشناس یہ بھی معتصم کا زرخرید غلام تھا جنگ عموریہ میں اس کی بہادری کا ذکر آچکا ہے معتصم بڑا قدردان تھا ۲۲۵ھ میں اپنے سامنے دربار میں زرین کرسی پر بٹھا کر اسکو تاج پہنایا اس کی دختر اترجہ کی شادی افشین کے بیٹے حسن

۱؎ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۳۸ ۲؎ طبری صفحہ ۱۳۰۶ ۳؎ ابن خلدون جلد ۳ مقدم کی ثانی صفحہ ۹

کے ساتھ خود اپنے اہتمام سے کی واثق بھی قدر کرتا تھا ۲۳۲ھ میں انتقال کر گیا۔

عجیف بن عنبہ وصیف۔ یغا کبیر الموی مشہور امرائے فوج کے تھا یہ سب ترک تھے مگر اسمیں بیشتر نکمے ثابت نکلے ایک بار معتصم نے اسحٰق بن ابراہیم سے کہا کہ میں نے چار شخصوں کی تربیت کی لیکن ان میں سے کوئی بھی کام کا نہ نکلا افشین کا جو حال ہوا وہ ظاہر اشناس سست ہے اور ایتاخ بیکار ہے وصیف کسی رخنہ کو بند نہیں کر سکتا۔

اسحاق نے کہا امیر المومنین یہ لوگ نہ کسی معزز خاندان کے ہیں نہ قبیلہ کہ جوان کو اپنے باپ دادا کے ننگ وناموس کا خیال ہو ان کی مثال ان شاخوں کی سی ہے جو بے اصل ہوتی ہیں اور شاذ و نادر ہی برگ و بار لاتی ہیں۔

حکومت بنی عباس پر جو زوال آیا وہ ان ترکوں کی وجہ سے اسکی ساری ذمہ داری معتصم پر ہے جس نے بے سمجھے بوجھے خلافت کے مستقبل کو امرائے عرب کے ہاتھوں سے نکال کر غلاموں کے سپرد کر دیا جو صرف عارضی اور دنیاوی فائدہ کے خواہاں تھے نہ ان کو قومی ناموس کا خیال تھا نہ بقائے خلافت کی فکر تھی نہ اصول اسلام سے واقف تھے۔

ولی عہد | معتصم نے ولی عہد اپنے بیٹے ہارون کو بنایا

وفات | یکم محرم ۲۲۷ھ کو معتصم کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا مرض موت میں یہ آیت پڑھا کرتا۔

حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

نزع کے وقت کہتا تھا کہ تمام حیلے جاتے رہے اب کوئی حیلہ باقی نہیں رہا حالت

نزع میں کہتا تھا کہ مجھے ان لوگوں میں سے نکال لے چلو۔ اور کہتا
الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں تجھ سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے ڈرتا
تھا تجھ سے امید رکھتا تھا اپنے آپ سے اُمید نہ رکھتا تھا۔

معتصم کے ورد یہ شعر تھا۔

ترجمہ۔ مرغابی قریب آگئی اے غلام دوڑ۔ اور اس پر زین
کس اور لگام لگا ترکوں سے کہدو کہ میں تو موت کے گھرے پانی
میں اترنے والا ہوں تم میں سے جسکا جی چاہے رہے یا جائے
آخر ش ۱۱ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں انتقال کیا[1]

اقوال

معتصم کا قول ہے کہ جب طمع کو فتح ہو جاتی ہے تو عقل باطل ہو جاتی ہے
جو شخص اپنے مال کے ساتھ طالب حق ہوا اس نے حق کو ضرور پالیا[2]

سیرت و اخلاق

اوصاف خلیفہ معتصم دل و جسم دونوں کا قوی اور بڑا بہادر اور عظمت و شان اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔

قوی و شجاع کان المعتصم من اعظم الخلفاء واھلیھم
علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

ا و ۲ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۰

بڑا قوی اور شجاع اور صاحب معلومات تھا مگر پڑھا لکھا نہ تھا
معتصم کی قوت غیر معمولی تھی تو انا سے توانا آدمی کا بازو دبا دیتا
تھا ہڈیاں چٹخ جاتی تھیں"

ابن ابوداؤد کا بیان ہے کہ معتصم اکثر اپنا بازو مری طرف پھیلا کر کہتا کہ اسیں زور سے کاٹو پھر کہتا کہ مجھے کچھ بھی اثر نہیں ہوا میں پھر کاٹتا اور اثر نہ ہوتا تھا کیفیت یہ تھی کہ اسپر تو نیزے کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ چہ جائے دانت کا[1]

اس کے علاوہ اسیں طاقت وقوت اس قدر تھی ایک ہزار رطل (۵ من) کا بار اٹھا کر چل لیتا تھا نفطویہ کہتے ہیں کہ معتصم بڑا سخت گیر آدمی تھا ان فطری اسباب کی بنا پر اس کو بزم کے بجائے رزم سے دلچسپی بہت تھی بڑی مہمات کو خود سر کرتا اس کو صرف دو چیزوں کا شوق تھا۔ حکومت کی شان وشکوہ اور میدان کارزار کے مناظر۔ دولت انہیں چیزوں میں بہاتا۔

فصاحت وبلاغت معتصم معمولی پڑھا لکھا تھا مگر معلومات اسکی بہت وسیع تھی ہارون اور مامون کے عہد کے فصحا و بلغار کی صحبت اٹھائی تھی۔

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ جب معتصم کلام کرتا تھا تو تمام بلاغت ختم کر دیتا تھا

سادگی اور بے تکلفی معتصم کو حکومت کے دبدبہ وشکوہ سے بے انتہا شغف تھا لیکن اس کی پرائیویٹ زندگی میں بہت سادگی اور

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۳۲ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۳۴

بے تکلفی تھی۔ اسکا خلق بڑھا ہوا تھا۔

حسن خلق | معتصم میں شجاعت اور ہمت و قوت تو بہت تھی مگر اس کا حسن خلق بڑھا ہوا تھا اور استقلال کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا

نا اہلوں کی تربیت

ایک دن معتصم عباسی نے احمد ابی داؤد سے کہا کہ میرا بھائی مامون جب اہل کار کو بڑہاتا تھا وہ اپنے آپ کو اس کے لائق ثابت کر کے دکھاتا تھا ان لوگوں کی وجہ سے نہ صرف مخلوق کو فائدہ پہنچا تھا بلکہ حکومت کا کام بھی خوب چلتا تھا۔ طاہر بن حسین عبداللہ طاہر اور احمد ابی خالد کیسے معقول اور قابل اشخاص گزرے ہیں برخلاف اس کے مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس سے حکومت کے کاروبار میں مدد مل سکے۔

قاضی احمد ابی دؤاد نے جواب دیا امیرالمومنین بات یہ ہے کہ مامون تجربہ کا خیال رکھتا تھا اور آپ شاخ پر نظر رکھتے ہیں شاخ کو کتنا ہی پانی دیجئے پھل پھول نہیں دے سکتی نا اہلوں کو ترقی دینا شور زمین میں بیج بونا ہے۔

معتصم اور لکڑ ہارا

ایک مرتبہ امیرالمومنین معتصم عہد خلافت میں شکار کو گیا جاڑا اور بارش کا زور تھا سامنے ایک بوڑھا لکڑ ہارا خچر پر لکڑیاں لادے نظر آیا راستے میں نالہ پڑا وہ عبور کرنا چاہتا تھا وہ نالے میں گر گیا اور بوجھ کی وجہ سے اٹھ نہ سکا

اتنے میں معتصم آگیا اس نے غلاموں سے کہا انھوں نے زور لگایا ناکامیاب رہے خود گھوڑے سے اترا اور خچر اور گھوڑے کو باہر نکالا وہ اپنی راہ چلا گیا یہ اپنی راہ لگ گئے۔

معتصم خلفاء بنو عباس کا آٹھواں تاجدار اور عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا آٹھواں ممبر اور رشید کی اولاد کا آٹھواں شخص تھا آٹھ برس اور آٹھ مہینے حکومت کی آٹھ لڑکے آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔ آٹھ فتوحات حاصل کیں آٹھ محلسرائیں بنوائیں آٹھ دشمنوں بابک۔ باطش۔ مازیار۔ افشین۔ عجیف۔ قارن۔ قائد رافضہ اور رئیس زنادقہ کو تہ تیغ کیا آٹھ لاکھ دینار سرخ اس قدر درہم سفید۔ آٹھ ہزار گھوڑے آٹھ ہزار غلام اور آٹھ ہزار لونڈیاں متروکہ چھوڑ گیا[1]

حلیہ: رنگ سفید سرخی آمیز داڑھی گھنی متوسط القامت تھا[1]

فتنۂ خلق قرآن: مامون مرتے وقت معتصم کو وصیت کر گیا تھا کہ خلق قرآن کے عقیدہ کو بجبر علماء سے منوائے چنانچہ جب وہ اس طرف متوجہ ہوا تو اس کے سامنے ایک ذات ایسی تھی جو اپنے اندر مرکزیت کی ساری شان رکھتی تھی اور وہ ذات حضرت امام احمد بن حنبل کی تھی اس لیے معتصم عباسی کی ساری شاہی توجہ بھی انہیں کی تعذیب کے لیے سمٹ کر آگئی اس نے جس قدر مبالغہ آپ سے اس مسئلہ کے منوانے میں کیا آپ نے اسی قدر سختی سے اس کا انکار کر دیا اس پہ آپ قید کر دئے گئے چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈال دی گئیں جس سے چلنا دشوار تھا اس پر حکم ہوا کہ اسی حالت میں خود ہی اونٹ پر سوار ہوں۔ کوئی دوسرا سہارا نہ دے

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ و ۲ وفوات الوفیات جلد ۲ صفحہ ۲۷۰

طرسوس تک اس طرح پہنچائے گئے راہ میں متعدد قید خانوں میں قید کئے جاتے رہے کبھی اصطبل میں رکھے جاتے اور کبھی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند کر دیئے جاتے اور یہ بھی ہوتا رہا کہ بار بار مناظرے ہوتے رہے جس میں ہمیشہ فریق مخالف کو ہی مخالف ہونا پڑا بادشاہ نے خاص طور پر دو آدمیوں کو مناظرہ کرنے کی غرض سے بھیجا ان کا آپ نے اور بھی برا حال کیا آپ نے لفسے کہا خدائے تعالیٰ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق انھوں نے غیر مخلوق اس پر آپ نے فرمایا کہ تو اس قول سے تم کافر ہو گئے کسی نے کہا یہ کیا کرتے ہو یہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں فرمایا ہاں یہی بادشاہ کے بھیجے ہوئے کافر ہو گئے۔ آخرش معتصم نے حکم دیا کہ امام صاحب اس کے سامنے لائے جائیں اسحاق حاکم بغداد نے بہت سمجھایا کہ آپ اگر اقرار نہ کرو گے تو بادشاہ نے قسم کھائی ہے کہ ہر روز آپ کو کوڑے لگوائے جائیں گے یہاں تک کہ آپ خلق قرآن کا اقرار کر لیں یا اسی عذاب میں مبتلا رہ کر مر جائیں آپ نے فرمایا میں جو حق ہے وہ ہر حال میں کہتا رہوں گا۔ آخرکار حاکم بغداد نے آپ کو معتصم کے پاس بھیج دیا۔

رات بھر آپ قید میں رہے صبح کو بادشاہ نے اپنے سامنے بلایا چار بیڑیوں کو سنبھال کر چلنا مشکل تھا اور کوئی چیز نہ تھی جس سے ان کو باندھا جاتا آپ نے پائجامہ سے ازار بند نکال کر ان کو اکھٹے کیا اور پائجامہ کو گرہ دے لی اس حال میں افتاں و خیزاں بادشاہ کے روبرو پہنچے خلق کا ہجوم تھا جس میں معتزلہ کے علماء اور سردار ہی کثرت سے تھے بادشاہ نے اپنے پاس آپ کو جگہ دی بیڑیوں کی مشقت سے تھوڑی دیر دم لے کر آپ نے خود ہی بادشاہ سے پوچھا خدا تعالیٰ بندوں کو کس چیز کی طرف بلاتا ہے معتصم باللہ نے کہا لا الہ الا اللہ کی طرف امام نے کہا تو میں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہوں

معتصم نے کہا اگر تمھیں پہلے بادشاہ کی قید میں نہ پاتا تو ہرگز تعرض نہ کرتا اس کے بعد عبدالرحمٰن بن اسحاق کی طرف دیکھ کر کہا کیوں میں نے نہیں کہا تھا کہ ان پر سختی نہ کی جائے اس نے کہا یا امیرالمومنین درحقیقت ان کی تعذیب مسلمانوں کی آسانی کا سبب ہے معتصم بولا اچھا مناظرہ کرو۔

عبدالرحمٰن نے کہا قرآن کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق اس جواب سے عبدالرحمٰن بن اسحاق لاجواب ہوچکا تو ہر طرف سے دلائل اور اعتراضات ہونے لگے اور آپ سب کو جواب دیتے گئے یہاں تک کہ سب ساکت ہوگئے۔ تیسرے روز ایک نہایت عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا جس میں مسلح فوج ایک طرف اور دوسری طرف جلاد کوڑے لیے ہوئے کھڑے تھے اس وقت آپ قید خانہ سے لائے گئے معتصم کے کہنے سے خاص خاص لوگوں نے آپ سے پھر مناظرہ شروع کیا۔ مگر ان کا بھی وہی انجام ہوا۔ جو ان کے پیشروؤں کا ہوچکا تھا۔ بادشاہ معاملہ کے اس قدر طول کھینچنے سے گھبرایا اور ابی داؤد سرگروہ معتزلہ بادشاہ کو شہ دے رہا تھا اس بدعتی کو قتل کیجیے میری گردن پر خون رہے گا۔

معتصم باللہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا غصہ ہو کر آواز دی کہ اس کو کھینچو اور لباس اتار کر کوڑے لگاؤ پھر حالت غیظ میں اپنے مقام سے اٹھ کر کرسی پر آبیٹھا اور کوڑے والوں کے کوڑے دیکھ کر دوسرے کوڑے لانے کو کہا۔ جب دوسرے کوڑے پسند آگئے تو جلادوں کو حکم دیا کہ خوب زور سے اس کو مارو ایک شخص آگے بڑھا اور پوری قوت سے دو کوڑے مار کر ہٹ گیا پھر دوسرا جلاد آیا

اور اس نے بھی دو کوڑے اسی طرح مارے اسی طرح نوبت بنوبت کوڑے مارنے والوں نے اپنی پوری طاقت دو دو کوڑے مارے جب انیس کوڑے امام کے لگ چکے تو معتصم باللہ کو شت بدکچھ رحم آگیا اور آپ کے پاس آکر کہنے لگا۔

اے احمد خدا کی قسم میں تم پر اپنے بیٹے سے زیادہ شفقت رکھتا ہوں اگر تم خلق قرآن کا اقرار کر لو تو خدا کی قسم اپنے ہاتھوں سے تمہاری پاؤں کی بیڑیاں کھول دوں، کہو کیا کہتے ہو آپ نے اس وقت بھی یہی کہا! اے معتصم خدا کی کتاب یا رسول اللہ کی حدیث سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے تو میں اقرار کر دوں"

پھر آپ سے علمائے معتزلہ مناظرہ کرنے لگے جب لاجواب ہوئے قتل کا مشورہ دیا اور دؤاد نے غصہ دلانے کے لیے کہا امیرالمومنین آپ روزہ سے ہیں اور اس شخص کی وجہ سے دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں اس کو قتل کر ڈالیے اس کا خون مری گردن پر ہے بادشاہ سے کچھ نہ بن پڑا کرسی پر پھر جا بیٹھا اور جلادوں کو زیادہ سختی سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حضرت امام پر پہلا کوڑا پڑا تو آپ نے کہا بسم اللہ دوسرے کوڑے پر لا حول ولا قوۃ الا باللہ تیسرے کوڑے پر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق اور چوتھے کوڑے پر لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا اسی طرح ہر کوڑے پر موقع کی آیت تلاوت کرتے تھے جب تک ہوش رہا ہر ضرب پر آپ معتصم باللہ کی خطا کو معاف کرتے رہے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ قیامت کے دن کہا جائے کہ یہ شخص نبی کریم صلعم کے چچا کی اولاد اور اہل بیت کا دعویدار ہے یہ رمضان المبارک کا آخر عشرہ تھا جب کہ آپ پر مصائب و آلام

کے پہاڑ توڑے گئے روزے پر روزے تھے اس پر پیٹھ زخموں سے چور چور ہو چکی تھی بار بار غش آجاتا تھا ایک شخص نے ستو پیش کئے آپ نے فرمایا روزے سے ہوں مگر جب نماز کا وقت آیا اسی حالت میں نماز ادا کی کہنے والے نے کہا آپ نے نماز پڑھی حالانکہ جسم سے خون جاری ہے آپ نے جواب دیا ہاں حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

فضیل بن عیاض کہتے ہیں امام ۲۸ ماہ قید رہے اس عرصہ میں تھوڑی مدت کے بعد اس قدر تازیانہ پڑتے تھے کہ آپ بیہوش ہو جاتے تھے اس کے علاوہ تلوار سے چرکے لگائے جاتے اور زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندتے تھے اس آزمائش کے زمانہ میں ابوالہیثم عیار نے عجب طرح پر آپ کی ڈھارس بندھائی یہ امام موصوف کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ احمد میں ابوالہیثم چور ہوں مجھے ۱۸ ہزار تازیانہ پڑے تاکہ چور ہونے کا اقرار کر دوں مگر میں نے اقرار نہیں کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ بر سر حق نہیں ہوں لہٰذا تم تازیانہ کی گرمی سے بچتے رہنا کیونکہ تم حق پر ہو امام فرماتے ہیں کہ جب مار سے درد محسوس ہوتا تھا تو اس چور کی بات یاد آجاتی تھی۔"

حافظ ابن جوزی محمد بن اسمٰعیل سے نقل کرتے ہیں احمد بن حنبل کو ۸۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے مارے جاتے تو چیخ اٹھتا واثق بن معتصم کا انتقال ہوا اور متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حضرت امام کی مصیبتیں دور کیں اور آپ کو بلا کر تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور ممالک اسلامیہ میں ایذا دہی اٹھا دینے اور سنت کا اظہار کرنے اور قرآن کے غیر مخلوق کے بارے میں فرمان جاری کئے اس تاریخ سے فرقہ معتزلہ کا گردہ ٹھنڈا پڑا۔ ۲۴۱ھ میں بعمر ۷۷ سال امام نے انتقال فرمایا آپ کے جنازے کی نماز میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ مردوں کا شمار ۸ لاکھ اور عورتوں کا ۶۰ ہزار تک پہنچا ایک روایت میں ہے جگہ جگہ نماز

ہوئی پچیس لاکھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی آپ کی وفات کا عجیب اثر تھا کہ قلوب اس درجہ متاثر تھے کہ اسی دن ۲۰ ہزار یہودی و نصرانی اور آتش پرست مسلمان ہو گئے فتنہ خلق قرآن کے بقیہ حالات واثق باللہ کے عہد میں آگے آتے ہیں۔

مشاہیر

علی بن معبد بن شداد الرقی امام احمد کے طبقہ میں سے فقیہ محدث حنفی تھے ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

احمد بن حفص المعروف بابی حفص الکبر البخاری فقہ و حدیث میں تلمیذ امام محمد سے ہے صالح زاہدوں میں شمار ہے۔

شداد بن حکیم بلخی امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں فقیہ محدث، احمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی کے استاد تھے بلخ کی قضاۃ پیش کی گئی آپ نے انکار کر دیا ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔

عیسیٰ بن ابان بن صدقہ قاضی ابن موسیٰ حافظ الحدیث فقیہ جید تھے فقہ امام محمد سے حدیث اسمٰعیل بن جعفر سے حاصل کی ۲۲۱ھ میں انتقال ہوا۔

نعیم بن حماد بن معاویہ مروزی محدث فقیہ عارف فرائض کے بڑے ماہر ابن معین اور امام بخاری کے شیخ ہیں مصر میں تھے جب قرآن مخلوق ہونے کا قول وہاں مشہور ہوا تو انہے اس پر کفر کا فتویٰ دیا تو وہاں سے نکالے گئے اور آخر قید میں ۲۲۹ھ میں وفات پائی

فرخ مولیٰ امام ابو یوسف فقیہ جید محدث فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

اسمٰعیل بن ابی سعید الجرجانی امام محمد کے اصحاب سے ہیں فقیہ و محدث حدیث کو یحیٰی انقطان و ابن عیینہ سے سنا وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی امام ابو یوسف کے اصحاب میں حافظ الحدیث ہیں ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے ۲۳۰ھ میں انتقال کیا۔

نصر بن زیاد نیشاپوری فقیہ محدث امر بالمعروف ونھی عن المنکر میں ثابت قدم تھے فقہ امام محمد سے اور حدیث ابن المبارک سے حاصل کی ۲۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔

خلیفہ ہارون الواثق باللہ

نام و نسب الواثق باللہ ہارون ابو جعفر بن ابو اسحاق محمد معتصم بن ہارون الرشید

ولادت قراطیس کے شکم سے واثق کی ۱۸۶ھ میں مکہ کے راستہ میں پیدائش ہوئی

تعلیم و تربیت خلیفہ معتصم نے بغداد کے مشہور معلم ہارون بن زیاد سے واثق کو اعلیٰ تعلیم دلوائی رجحان طبع علم کی طرف تھا تھوڑے عرصہ میں واثق نے عربی علم و ادب میں ید طولیٰ حاصل کر لیا اور ازبر اشعار شعرائے عرب یاد کرے کم عمری میں ہی شعر کہنے لگا چنانچہ واثق ادیب کامل اور بڑا شاعر تھا[1]

صولی کہتے ہیں کہ واثق مامون کو اپنے ادب اور فضیلت کی وجہ سے حقیر سمجھا کرتا تھا اور مامون کا یہ عالم تھا کہ واثق کی قدر کیا کرتا اور اپنے بیٹے پر فضیلت دیتا تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۱۸

واثق اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بڑا عالم تھا اور ایسا ہی شاعر۔

خلافت معتصم کی وفات کے دن یوم پنجشنبہ ۸ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو اسکی سامرا میں خلافت کی بیعت ہوئی اور لقب واثق باللہ رکھا گیا دوسرے دن صبح کو اسحاق بن ابراہیم نے بغداد میں افسران فوج اور عمائد بغداد سے بیعت لی اور ۹ ربیع الاول کو وہ اورنگ خلافت پر متمکن ہوا۔

تخت و تاج تخت و تاج کے لیے جو اوصاف وجہ آرائش ہوتے ہیں وہ سب اس کی ذات میں جمع تھے اور اس لئے مسند افروز خلافت ہوتے ہی اسی وقت وہ کام کئے رعایا کے دل میں اس کی طرف سے بڑی بڑی شاندار امیدیں پیدا ہو گئی تھیں ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ واثق کا عہد میمنت مہد فراغی و فرحی کا ایک طویل و مدید دور ہوگا وہ بلند بالا اور وجیہ و شکیل تھا چہرے سے وقار و تمکنت کے ساتھ لطف بھی مترشح ہوتا تھا جاہ و جلال اور طمطراق و احتشام میں واثق اپنے اسلاف پر سبقت لے گیا تھا۔

ترکوں پر نظر عنایت واثق نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے باپ کے خادم ترکوں پر نوازشات و اکرام کی بوچھار شروع کر دی حتی کہ وہ ترک غلام منظور نظر ہو گئے۔

تاریخ الخلفا میں ہے۔

واثق کو دو غلاموں سے بہت محبت تھی اور وہ باری باری اسکی خدمت میں حاضر رہتے تھے واثق نے اُن دونوں کے

متعلق ان اشعار میں اپنی کیفیت بیان کی ہے۔

(ترجمہ) میرا دل دو شخصوں میں منقسم ہے۔ بھلا کبھی کسی نے ایک روح کو دو جسموں میں دیکھا، اگر ایک مجھ پر عنایت کرتا ہے۔ تو دوسرا ناخوش ہوتا ہے۔ میرا دل دو مصیبتوں میں گرفتار ہے[1]

نائب سلطنت اشناس ترک معتصم کا بڑا منہ لگا ہوا تھا۔ خود واثق بھی اس پر بے حد مہربان ہو گئے اور اس کو جواہرات کے ہار پہنائے اور سر پر جواہرات کا تاج رکھ کر نائب السلطنت اپنا بنایا۔ واثق پہلا خلیفہ ہے جس نے نیابت سلطانی کا عہدہ قائم کیا[2]

قیسیوں کی بغاوت واثق کی تخت نشینی کے ساتھ ہی قیسیہ نے دمشق میں فتنہ و فساد کی آگ لگا دی۔ واثق کو معلوم ہوا اس نے رجاء بن ایوب فزاری کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا رجاء نے پہلے زبانی پیام کے ذریعہ مطیع بنانے کی سعی کی جب اہل فساد باز نہ آئے تو پھر تلوار سے کام لیا پندرہ سو شورش پسند اس ہنگامہ میں کام آئے پھر تو فتنہ کا خاتمہ ہی ہو گیا[3]

اشناس کا دور دورہ ہنگامہ دمشق کے فرو ہونے کے بعد اشناس کا وہ دور دورہ تھا کہ تمام ممالک محروسہ اسلامیہ کے سیاہ و سفید کا مجاز تھا۔

واقعہ ایک شب واثق کے یہاں مصاحبین و ندماء کا دربار لگا ہوا تھا بعض مصاحب لگے حکمرانوں کے قصے بیان کرتے ہوئے وزرائے البرامکہ کا

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۰۸ [2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۸ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۶ ص ۱۴۲

تفصیلی ذکر کر بیٹھے ان کی فیاضی۔ اولوالعزمی اور دولتمندی اور خلیفہ رشید کے
مستولی ہو جانے اور کل امور سلطنت پر قبضہ و متصرف ہونے کے حالات بیان ہوتے ہیں
واثق نے توجہ سے یہ حالات سننے لگے دن ایک گشتی فرمان ہر چہار طرف روانہ کر کے
اور "اشناس" کے آدمیوں کو گرفتار کر کے بجبرو تعدی مال و اسباب وصول کرنے
لگا۔ احمد بن اسرائیل سے اسی ہزار دینار مار پیٹ کے وصول کئے سلیمان بن وہب
سے (یہ ایتاخ کا سکریٹری تھا) چار لاکھ حسن بن وہب سے چودہ ہزار ابراہیم بن
رباح اور اس کے سکریٹری سے ایک لاکھ اور ابوالوزیر سے ایک لاکھ چالیس ہزار
وصول کئے [1]۔ اس واقعہ سے تمام ترک امرا میں ہل چل سی پڑ گئی اپنے منصبی فرائض
دیانت سے ادا کرنے لگے اور رشوت ستانی کا بازار سرد پڑ گیا۔

گورنروں کا تقرر

یمن پر ایتاخ ترکی معتصم کے عہد میں گورنر رہ چکا تھا واثق نے بھی اپنی جانب
سے ایتاخ کو ہی یمن کی گورنری مرحمت کی۔ اور اس عہدہ پر برقرار رکھا مدینہ منورہ
پر ۲۳۱ھ میں محمد بن صالح بن عباسی کو متعین کیا اور مکہ معظمہ کی خدمت محمد بن
داؤد کو عطا کی۔

۲۳۰ھ میں عبد اللہ بن طاہر والی خراسان کرمان طبرستان و رے
کے انتقال کر جانے پر بارگاہ خلافت کے حکم کے مطابق اسکے بیٹے طاہر بن عبد اللہ کو
صوبجات مذکورہ کی سند گورنری مرحمت کی گئی [2]۔

---

[1] ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی صفحہ ۲، [2] ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی صفحہ ۳، ۱

اعرابِ حجاز کی شورش اہل عرب جب ملکی اور فوجی مناصب سے علیحدہ کر دیئے گئے تو ان سے امارت جاتی رہی غربت اور جہالت انہیں عود کر آئی بدویت کا رنگ ڈھنگ انمیں پیدا ہو گیا تو تاخت و تاراج دغارتگری انکا شغل بن گیا۔ اعراب حجاز میں قیس عیلان کا سب سے قوی قبیلہ بنی سلیم کا تھا جو مدینہ کے متصل حرہ بنی سلیم میں سکونت رکھتا تھا اس قبیلہ نے مدینہ کے قرب و جوار پر دست تعدی دراز کیا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ اس قبیلہ کے افراد جس بازار میں نکل جاتے انمیں ظلم وستم روا رکھتے ادنیٰ ظلم یہ تھا سوداگروں سے جو مال خریدتے وہ اپنے مقرر کردہ نرخ پر ہوتا۔

جمادی الثانی ۲۳۰ھ میں بنی سلیم کے رئیس عزیزہ بن قطاب نے بنی کنانہ اور باہلہ پر حملہ کیا اور انکے بہت سے آدمی تلوار کے گھاٹ اتار دیئے۔

دارالخلافہ سامرا یہ خبریں پہونچیں واثق باللہ نے حماد بن جریر طبری کو دوسو سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت پر متعین کیا امیر مدینہ محمد ابن صالح نے حماد بن جریر کو عزیزہ بن قطاب کی سرکوبی کے لیے بھیجا مقام رُوثیہ پر ہردو سے مقابلہ ہوا حماد نے شکست کھائی اور جان بھی گوائی بنی سلیم نے اس کی فوج کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا۔ اس کے بعد سے بنی سلیم نے مدینہ پر بھی حملہ شروع کر دے واثق کو یہاں کے حالات کی اطلاع پہونچی انھوں نے تجربہ کار سپہ سالار ابی موسیٰ بغا الکبیر ترکی کو ترکی۔ ایرانی اور مغاربہ فوج کے ساتھ بنی سلیم کی سرکوبی کے لیے بھیجا مقدمہ لشکر پر "طردوش" ترکی تھا اس نے

ص۵۰ البدایۃ النہایۃ جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۲

پہلے حملہ میں پچاس آدمی بنی سلیم کے قتل کیے اور پچاس گرفتار کر لیے جب بغاالکبیر حرہ بنی سلیم میں پہونچا تو اس نے اس قبیلہ کے لوگوں کو جمع کیا اور ان میں سے ایک ہزار آدمی جو شر و فساد میں حصہ لیتے رہتے تھے گرفتار کر لیے اور ذیقعدہ ۲۳۰ھ میں مدینہ میں ان کو لا کر یزید بن معاویہ کے گھر میں بند کر دیا اور خود بغاالکبیر حج کو روانہ ہو گیا۔ حج سے واپسی پر قبیلہ بنی ہلال کے تین سو آدمیوں کو جو رہزنی کرتے تھے گرفتار کر لایا۔ اور بنی سلیم کے ساتھ قید کر دیا۔

اس اثنا میں بنی مرہ نے بھی شورش کر رکھی تھی ان کی سرکوبی کو بغاالکبیر روانہ ہوا تو یہاں قیدیوں نے نقب لگائی اور نکل بھاگنا چاہا اہل شہر کو خبر لگ گئی انھوں نے ان کو گھیر لیا باہمی تلوار چلی ۱۲ سو سے زیادہ قتل ہوئے بغا کبیر جب آیا اس نے افسوس کیا پھر بنی مرہ اور بنی فزارہ جو فدک پر قابض ہو گئے تھے ان کے پاس بغا نے ایک فزاری رئیس کو بھیجا کہ ان کو امان دے کر یہاں لاؤ اس نے فوج شاہی کی سطوت سے ڈرایا وہ لوگ ڈر کر پہاڑوں میں چھپ گئے چند اشخاص حاضر آئے۔

بغا نے بنی اشجع اور غطفان کو بھی امان دی پھر بنی کلاب کو جمع کیا تین ہزار نفوس مجتمع ہوئے۔ ان میں سے تیرا سو اشخاص کو جو اہل فساد سے تھے گرفتار کیا اور مدینہ میں لا کر قید کیا لیکن اشجع اور غطفان یہ حالات دیکھتے ہوئے قتل و غارت گیری سے باز نہیں آئے۔

بغاوت بنو نمیر ۲۳۲ھ میں واثق نے بغاالکبیر کو حکم بھیجا کہ بنی نمیر بلاد یمامہ میں قتل و غارت گری کر رہے ہیں ان کی سرکوبی کو تم جاؤ

اس طرف گیا اور بنی نمیر کی مزاج پرسی اچھی طرح کردی پھر تمیم کی بستی مراۃ کیطرف
آیا مگر ان لوگوں نے دھوکے سے آکر ترکی فوج کو گھیر ا بغا کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی
اسی اثناء میں سو ترکوں کا ایک دستہ بنی نمیر کے مقابلہ سے واپس آیا تھا انھوں نے
بنی تمیم کو گھیر لیا اور کشتہ کے پشتہ لگا دیے کبقیہ امان کے طالب ہوتے بغا نے سب
کو گرفتار کرا کر کوڑوں کی مار دی غرضکہ مدینہ کے قرب وجوار میں جسقدر فتنے اٹھے تھے
وہ بقوت دبا دیے گئے بغا قیدیوں کو لے کر بصرہ پہونچا مدینہ کے عامل محمد بن صالح کو
لکھا کہ بنی فزارہ مرہ۔ ثعلبہ کے جسقدر قیدی ہوں سب کو لے کر سامرا پہونچو چنانچہ اس نے
حکم کی تعمیل کی غرضکہ قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ بغا الکبیر نے کردیا[1]

محدث احمد بن نصر کا خروج

٢٣١ھ میں احمد بن نصر نے احتجاجاً حکومت پر خروج کیا احمد مالک بن ہیثم خزاعی نقیب دولت عباسیہ کے پوتے اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

احمد بن نصر کا شمار محدثین میں تھا اسکی نشست و برخاست اصحاب حدیث کی صحبت میں اکثر رہا کرتی تھی[2]

حماد بن زید۔ سفیان بن عیینہ و ہاشم بن بشر اور امام مالک سے سماع حدیث کیا تھا یحیی ابن معین جیسے محدث ان کے تلمیذ سے تھے[3]

وکان احمد بن نصر ھذا من اکابر العلماء العاملین القائمین بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر[4]

ابن حسین۔ ابن دورقی اور ابو زہیر وغیرہم نے احمد بن نصر کو واثق کے عقائد کے

---

[1] ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی صفحہ ۱۷۶ [2] ایضاً صفحہ ۱۷۷ [3] [4] البدایۃ والنہایۃ جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۵

خلاف بھڑکا دیا یہ حق گو عالم واثق کے خیالات کی اپنے وعظ میں دھجیاں اڑانے لگے اور غصہ میں آکر خنزیر و کافر سے خطاب کرنے لگتے عوام الناس میں اس کی شہرت ہو گئی[1] جوق جوق احمد بن نصر کی نصرت پر تھے۔

واثق باللہ خلق قرآن اور ردیت باری کے مسئلہ میں اپنے باپ معتصم کا ہم خیال وہم عقیدہ تھا۔ محدثین اس عقیدہ کے خلاف تھے یہی وجہ تھی احمد بن نصر واثق کو برا بھلا کہا کرتے۔ لوگوں نے عتاب سلطانی کا خوف دلایا، مگر ان لوگوں نے بجائے خوف کھانے کے اور اعلانیہ حق گوئی سے کام لینے لگے ابو ہارون السراج اور ابو طالب نے ابو نصر کی دعوت امر بالمعروف و انہی عن المنکر کی تشریح کردی جسے عوام نے قبول کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہزار ہا نفوس نے احمد بن نصر کی بیعت بھی کرلی۔ ابو ہارون اس تحریک کا داعی اول تھا روپیہ پیسہ سے بھی دریغ نہ کرتا تھا یہ تحریک بہت جلد پھلی پھولی اسکا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تو باہمی ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ ایک مقررہ شب کو بغداد کے مشرقی اور مغربی دونوں حصوں میں بیک وقت حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا جائے۔ اور دولت بنی عباس کا تختہ الٹ دیا جائے۔ پہلے سے معتصم اور واثق کی سخت گیریوں اور عمل خلاف سنت سے عوام الناس میں برہمی پیدا ہو گئی تھی مسئلہ خلق قرآن کے پیچھے جو جو مظالم معتصم نے روا رکھے علماء کی تذلیل کی اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ حکومت کے خلاف لوگوں میں جذبہ منافرت ہو اسی وجہ سے بہت سے لوگ احمد بن نصر کے جھنڈے کے نیچے آجمع ہوئے۔ طالب نے ان کی فوجی تشکیل کی انعامات اور

---

[1] ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی صفحہ ۷۷

اسلحہ مرحمت کئے شب پنجشنبہ ۳ رشعبان ۲۳۱ھ کو بغرض دعوت خروج کے عہد کیا گیا بنی اشرس کے دو آدمی جو احمد کے تبع تھے موجودہ شب سے ایک شب پہلے نبیذ کے نشہ میں انھوں نے طبل بجانا شروع کر دیا اسحاق بن ابراہیم افسر پولس اسوقت بغداد میں موجود نہ تھا اسکا بھائی محمد بن ابراہیم اسکا قائم مقام تھا اس نے نقارہ کی آواز سنی گھبرا گیا ایک آدمی کو دریافت حال کی غرض سے روانہ کیا کوئی شخص نظر نہ پڑا۔ اتفاقیہ ایک احور دھنیگا عیسیٰ نامی حمام میں مل گیا اس نے بنو اشرس۔ احمد بن نصر۔ ابو ہارون اور طالب کی تحریک کا راز فاش کر دیا اور انکے قیام کا بھی پتہ دیدیا محمد بن ابراہیم نے اس وقت ایک دستہ فوج احمد بن نصر وغیرہ کی گرفتاری کو بھیجدیا سب لوگ گرفتار ہو آئے محمد بن ابراہیم نے ان لوگوں کو سامرا بھیجدیا خلیفہ واثق کے روبرو دربار عام میں یہ حضرات صدق و صفا پیش کئے گئے اس جلسہ میں قاضی احمد بن ابی دواد بھی تھا خلیفہ واثق نے احمد بن نصر سے بغاوت اور خروج کی وجہ دریافت تو نہ کی بلکہ خلق قرآن کا مسئلہ چھیڑ دیا احمد بن نصر نے عرض کیا "وہ کلام الٰہی ہے" پھر خلیفہ واثق نے اللہ تعالیٰ کی رویت کا مسئلہ دریافت کیا احمد نے کہا "اللہ تعالیٰ کی رویت اخبار صحیحہ سے ثابت ہے اور میں امیر المومنین آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ قرآن مجید اور حدیث شریف کی مخالفت نہ کیجیے" خلیفہ واثق نے علما کی طرف دیکھا اور احمد بن نصر کی بابت دریافت کیا عبدالرحمن بن اسحاق قاضی جانب غربی بغداد نے کھڑے ہو کر عرض کیا

امیر المومنین کو اس شخص کا خون مباح ہے۔

قاضی ابن ابی دواد بولا

یہ شخص کافر ہوگیا اس کو توبہ کی ہدایت کی جائے"۔ خلیفہ واثق نے صمصامہ (یہ عمرو بن معدی کرب زبیدی کی تلوار تھی) منگوائی نیام سے کھینچ کے احمد بن نصر نے کلمہ پڑھتے ہوئے گردن جھکائی اور خلیفہ واثق نے ایک تلوار کندھے پیاری دوسری سر پر رسیدکی بیٹا کو اس تلوار سے ناف سے سینہ تک چاک کر دیا بعد اس کے سیما الاشقی نے حق گو عالم کا سر تن سے اتار کے بغداد بھیجدیا جو جسر بغداد پر آویزاں کر دیا گیا اور لاشہ کو بغداد کے دروازہ پر صلیب پر چڑھا دیا[۱]

مختلف واقعات ۲۳۱ھ کے خاتمہ کے دور پر خلیفہ نے سعید بن مسلم بن قتیبہ کو تفور اور عواصم کی سندگورزی مرحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ عیسائی قیدیوں کو بعوض مسلمانوں قیدیوں کے تالی روم کو دکر مصالحت کر ساتھ ہی اس کے مسلمان قیدیوں سے قرآن کے مخلوق ہونے اور رویت اللہ کا مسئلہ دریافت کرتے جانا جو شخص خلق قرآن کا قائل اور رویت اللہ کا مؤید ہو اسکا معاوضہ دے کے عیسائیوں کے قید سے چھڑا لینا اور ایک دینار علاوہ زادسفر کے بطور انعام مرحمت کرنا اور جو شخص خلق قرآن کا منکر اور رویت اللہ کا قائل نہ ہو نہ اس کے معاوضہ میں کسی عیسائی قیدی کو رہا کرنا اور نہ اسکی رہائی کی فکر کرنا چنانچہ رومی اور مسلمان اپنے اپنے قیدیوں کو لئے ہوئے نہر لامس پر آئے جو طرسوس سے ایک منزل پر تھی مسلمانوں نے عیسائی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور عیسائیوں نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا یہ تعداد میں چار ہزار چھ سو مرد آٹھ سو لڑکے اور ایک سو عورتیں اہل ذمہ تھے[۲]

جہاد احمد بن سعید بن مسلم اس سے فارغ ہو کے ایام سرما کے آتے ہی ایک

[۱] ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۲۷۸ و طبری جلد ۱۱ صفحہ ۲۳ [۲] ابن خلدون ج، ص ۲۷۹

لشکر مرتب کر کے سرحدی بلاد پر جہاد کرنے چلدیا اثنائے راہ میں رُوم کے بطریق نے منع بھی کیا کہ یہ موقع نہیں ہے مگر احمد بن سعید نے اس کے کہنے پر التفات نہ کی آخر ش برف اور کثرت بارش سے بے حد نقصان کا سامنا کرنا پڑا بے نیل و مرام دار الخلافہ واپس آیا واثق نے احمد بن سعید کو اس ناعاقبت اندیشی پر فضیحت و فضیحت کی بعد اس کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے نصر بن حمزہ خزاعی کو متعین کیا[۱]

ارمینیہ میں خلفشار

ارمینیہ کے قرب وجوار میں عرب اور بطارقہ نے بغاوت کردی واثق نے خالد بن یزید بن مزید کو فوج دے کر بھیجا باغی گھبرا گئے اور تحائف لے کر خالد کے پاس آئے اور اظہار اطاعت کیا مگر اسحاق بن اسمٰعیل باغی رہا خالد اس کی سرکوبی کو بڑھا کہ یکایک مر گیا۔ اس کی ہمراہی فوج منتشر ہو گئی واثق نے خالد کے لڑکے کو اس کے والد کے بجائے افسر مقرر کر کے بھیجا آخر نظام کو تو نصیبین روانہ کیا پھر احمد بن خالد نے باغیوں کی پوری سرزنش کی اور انہیں قتل کر کے ان کے مکانات میں آگ لگا دی اور ضاریہ اور اسحاق کو بالکل شکست دے کر اس علاقہ کا معقول انتظام کر کے[۲] دار الخلافہ لوٹ گیا۔

خوارج کا فتنہ

۲۳۱ھ میں دیار ربیعہ کے خوارج نے سر اٹھایا عالم بن ابی مسلم نے ان کے سرغنہ محمد بن عبداللہ کو گرفتار کر کے سامرا بھیجا جہاں وہ اپنے کئے کی سزا کو پہونچا۔

اصفہان کے کرد

اصفہان اور فارس کے کردوں نے شورش مچا رکھی تھی سالار سپہ وصیف ترکی نے اس شورش کو بقوت دبا دیا اور پانسو کرد

۱؎ ابن خلدون جلد ۷ صفحہ [illegible] ۲؎ ابن خلدون جلد ۷ صفحہ ۱۷۹

گرفتار کئے جس میں سے زیادہ تر نوعمر غلام تھے "

فتوحات — واثق کے عہد میں سسلی میں اہم فتوحات ہوئیں ۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی نے سسلی پر حملہ کیا اور مسینی کے بندرگاہ پر فوجیں اتار کر مختلف سمتوں میں پھیلا دیں اور خود "نابل" کی طرف بڑھا یہاں کے باشندہ طالب امان ہوئے پھر شہر "مکان" کو ایک سال میں فتح کر لیا۔

۲۲۹ھ میں ابوالعباس اغلب بن فضل "شرہ" تک بڑھتا چلا گیا۔ اہل شہر نے روکنا چاہا لیکن انھوں نے بڑی فاش شکست کھائی انکے دس ہزار رومی کام آئے مقابلہ میں ادھر تین مسلمان شہید ہوئے ۲۳۲ھ میں فضل بن جعفر نے مسینی کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا اس سنہ میں انکبردہ کے شہر طارنت میں مسلمان آباد کئے گئے۔

وزارت

محمد بن عبدالملک بن زیات ہی واثق کا وزیر رہا پہلے واثق زیات سے خفا تھا مگر اسکی تحریر واثق کو پسند آئی اس سے راضی ہو گیا اور دوسرے کاتبوں کو اس کے اسلوب تحریر کی تقلید کی ہدایت کی[1]

رفاہ عام — واثق باللہ نے اپنے عہد میں بہت سے ایسے کام کئے رعایا کو بہت فائدہ پہونچا خلفائے ماسبق کے زمانہ میں جہازوں سے بحری ٹیکس وصول کیا جاتا اس سے حکومت کو بڑی خطیر آمدنی ہوتی تھی لیکن واثق نے اس

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۶

ٹیکس کو بند کر دیا[۵]

خیرات و مبرات

واثق کی طبیعت میں سخاوت کا مادہ تھا اس کی فیاضی اور داد و دہش نے اہل مکہ و مدینہ کو اپنی طرف بہت مائل کر لیا تھا جب اس کی موت کی خبر مدینہ پہنچی تو کہرام مچ گیا مدینہ کی عورتیں ہر شب اس کی یاد میں بقیع میں جا کر روتی ہیں[۱]

علویوں سے سلوک

واثق نے علویوں کو ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی ان کے رتبہ کے مطابق ان کا اعزاز و احترام مرعی رکھتا اور حسن سلوک سے پیش آتا تھا[۲]

خلق و تواضع

واثق میں خلق و تواضع بڑھا ہوا تھا بڑوں کا بڑا احترام کرتا احمد ابن حمدون کہتے ہیں ایک مرتبہ ہارون بن زیاد جو واثق کا معلم تھا وہ واثق سے ملنے آیا واثق نے ان کی انتہا درجہ تعظیم و تکریم کی کسی نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں جن کی آپ اس درجہ تکریم کرتے ہیں واثق نے کہا کہ سب سے پہلے انھیں نے میری زبان ذکر خدا کے ساتھ کھولی تھی اور رحمت خدا سے مجھے قریب کیا تھا[۳]

حمدون کہتے ہیں کہ خلفا میں کوئی شخص واثق سے بڑھ کر حلیم اور تکلیفوں پر صبر کرنے والا نہ تھا اور بعض وقت ان صفات کے بالکل برعکس ہی کر بیٹھتا تھا

قدردانی وصلہ گستری

واثق کو شعر و شاعری سے بڑی دلچسپی تھی ایک دن دربار علمی میں شعرا جمع تھے اور ایک کنیز نے اخطل کا یہ شعر گایا

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۱ [۲] ابو الفداء جلد ۲ صفحہ ۳۶ [۳] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۸۶

(ترجمہ) ایک آہو برہ ہے کہ جو مجھے شراب پلاتا ہے
جسمیں نہ وہ بخیلی کرتا ہے نہ سوّار (جھوٹا) چھوڑتا ہے۔

واثق نے شعرا کو مخاطب کرکے سوار کے معنی پوچھے کوئی صحیح نہ تبلاسکا۔ ابن الاعرابی نے پسند شعرائے عرب معنی بیان کردیئے واثق بہت خوش ہوا اور بیس ہزار درہم اس کو عطا کئے ۔ ابو معلم کو ایک موقعہ پر ایک لاکھ دینار انعام میں عطا کئے

علمی مجلس ایک دن واثق کی مجلس میں حسین بن ضحاک اور مخارق کی بحث ہوئی ایک ابو نواس شاعر کو ترجیح دیتا تھا دوسرا ابو العتاہیہ کو واثق نے کہا کچھ شرط کرو چنانچہ دو سو دینار پر شرط مقرر ہوئی واثق نے دریافت کیا کہ کوئی عالم حاضر ہے معلوم ہوا ابو معلم موجود ہیں ان سے یہ معاملہ رجوع کیا گیا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ ابو نواس بہت بڑا شاعر ہے اور تمام اصناف سخن پر قادر ہے چنانچہ اسی فیصلہ پر دو سو دینار حسین بن ضحاک کو دیئے گئے[1]

فن موسیقی سے لگاؤ شعر و شاعری کے ساتھ واثق کو فن موسیقی سے دلی لگاؤ تھا صولی کہتے ہیں خلفاء میں راگ راگنی کا سب سے زیادہ عالم واثق ہوا ہے واثق نے بہت سی سریں ایجاد کیں عود بجانے میں اور اشعار و اخبار میں وہ سب سے بڑا استاد مانا جاتا تھا۔

واثق کو کھانے پینے کا بڑا شوق تھا۔

یزید المہلبی کہتا ہے کہ واثق بڑا پرخور آدمی تھا۔

ابن فہم کہتے ہیں کہ واثق کے چاندی کے چار خوان تھے جن کو بیس آدمی اٹھا کر لاتے تھے

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱

ہر خوان میں کٹورے کاسے اور آبخورے چاندی ہی کے تھے۔

شرعی احکام کا احترام ایک دن کا واقعہ ہے کہ قاضی ابی داؤد واثق کے کھانا کھلانے میں آگئے وہاں کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر قاضی صاحب نے واثق سے کہا کہ چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانا منع ہے واثق نے سنتے ہی خدام کو حکم دیا کہ سب چیزیں توڑ کر چاندی بیت المال میں داخل کر دی جائے[1]

آزاد خیالی مامون کے معتزلی مسلک نے اس کے اہل خاندان کو مسائل تقلید کے بجائے آزاد اور رائے کا حامی بنا دیا تھا۔

اس کے دربار میں مختلف علوم و فنون کے علما کی دلچسپ صحبتیں ہوتی تھیں مسعودی نے اس کا حال لکھا ہے۔

مسئلہ خلق قرآن

معتصم کی طرح یہ بھی خلق قرآن اور قدمیت باری کے مسئلہ میں تشدد رکھتا تھا محدث احمد نصر کو خود قتل کیا۔ یوسف بن یحییٰ فقیہ شافعی کو جیل بھیجا نعیم بن حماد کو سزا دی اپنی پوری قوت و جبروت کو خلق قران کے مسئلہ کے منوانے میں صرف کرتا مگر اہل حق صاف گوئی سے باز نہیں آتے اور اس کے مظالم سہ جاتے۔

قاضی ابی داؤد کا نددال حضرت ابو عبدالرحمن عبداللہ بن محمد الازدی ابو داؤد اور نسائی کے استاد بھی دیگر علما کے ساتھ گرفتار کر کے سامرہ لائے گئے قاضی ابی داؤد کے سامنے پیش ہوئے ابو عبدالرحمن

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۳۸

نے قاضی سے پوچھا کہ جو رائے تمہاری ہے اور جس کی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو اس کا علم رسول اللہ صلعم کو بھی تھا یا نہیں اور اگر تھا تو آپ نے لوگوں کو اس مسئلہ کیطرف کیوں نہ بلایا ابن ابی داؤد نے کہا آنحضرت کو اس کا علم تھا ابو عبدالرحمن نے کہا جو کام رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا وہ تم کیوں کرتے ہو جو کام آپ نے ناجائز سمجھا اس کو تم نے کیسے جائز قرار دے لیا کہتے ہیں یہ جواب سن کر لوگ حیران رہ گئے اور واثق ہنس پڑا اور اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے محل سرا میں چلا گیا اور لیٹ رہا بار بار کہتا تھا کہ جس بات کو رسول اللہ صلعم نے ناجائز قرار دیا اُسے ہم جائز سمجھ رہے ہیں جس معاملہ میں آپ نے خاموشی اختیار کی ہم اس میں سختی کر رہے ہیں چنانچہ ابو عبدالرحمن کو تین سو دینار نذر کئے اور ان کو باحترام ان کے وطن واپس کیا اور اس دن سے ابی داؤد سے واثق ناخوش ہو گیا[۱]

خطیب بغدادی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ

واثق نے اپنی موت سے پہلے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا[۲] اور امام احمد بن حنبل کو قید سے اسنے ہی رہا کیا تھا۔

وفات ذالحجہ ۲۳۲ھ واثق استسقا میں مبتلا ہوا اطبا نے گرم تنور میں بٹھا کر بھاپ دلائی اسے افاقہ محسوس ہوا دوسرے دن تنور کو زیادہ گرم کرا دیا اس کے اثر سے بخار چڑھا یہی موت کا پیغام تھا وفات کے وقت ۳۲ سال کی عمر مدت خلافت ۵ سال نو ماہ تھی۔ موت کے قریب یہ اشعار بار بار پڑھتا تھا

الموت فیہ جمیع الخلق مشترک   لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

---

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۲۷ [۲] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۲۶

ما ضراهل قليل فى تفاقرهم — وليس يغنى عن الملاك ماملكو

(ترجمہ) موت میں تمام خلقت شترک ہو نہ اس سے کوئی بازاری بچتے پاتا ہے نہ بادشاہ نہ فقیروں کو دنیا چھوڑنے میں افلاس مانع آتا ہے اور نہ بادشاہوں کے ملک انکو فائدہ پہونچاتے ہیں

حلیہ | نہایت خوش اور سڈول جسم رنگ سرخ و سپید بائیں آنکھ میں پہلی تھی[2]

آثار واثق

واثق کو تعمیرات سے بھی شوق تھا سامرا میں اپنے ذوق سے چند محل تعمیر کرائے قصر الحزری جو اس کے باپ نے ابلق گھوڑوں والی پہاڑی پر تعمیر کیا تھا جہاں سے سارا شہر سامرا کا نظارہ طائرنگاہ کے سامنے آجاتا تھا۔ اس کے علاوہ قصر مائدۃ لازوال جعبر قوت القلوب قصر سرور العیون قصر النغات قصر فردوس عیش واثق کے اپنی مرضی کے تعمیر کردہ تھے۔ اس کے زمانہ میں سامرہ فخر البلاد بنا ہوا تھا۔

بیمارستان | واثق کے دادا ہارون نے جسطرح بغداد میں بیمارستان قائم کیا تھا اس نے سامرہ میں بنایا اور حکیم سیبویہ کو اسکا نگران کیا

علمی ترقی

واثق نے زیادہ ترویج علم کی طرف توجہ نہیں کی مگر بغداد کی علمی چہل پہل روز افزوں ترقی پر تھی صدہا درس گاہیں تھیں حدیث کے حلقے قائم تھے اس کے

[1] کامل ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۰ [2] تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۲ و الفخری صفحہ ۲۱۴

علاوہ واثق کے عہد کے علماء بڑے پایہ کے تھے امام احمد بن حنبل کی جلالت شان سے کون انکار کر سکتا ہے۔ باوجودیکہ امام کو حکومت نے سخت تکالیف دیں قید میں رکھا کوڑے مارے گئے۔ مگر امام جمع ونشر و اشاعت حدیث میں لگے ہوئے تھے۔

احادیث کے مجموعے چنانچہ امام نے دو لاکھ احادیث میں سے تیس ہزار کا مجموعہ مرتب کیا جو مسند کے نام سے مشہور ہے آپ نے اسکی حجت کی خاطر ستر ہزار جھوٹی حدیثیں یاد کر رکھی تھی۔ اور مسند ابوداؤد طیالسی (۲۰۴) مسند اسد بن موسیٰ الاموی۔ مسند نعیم بن حماد خزاعی (۲۲۸)، مسند عبد بن حمید (۲۴۲)، یہ حدیث کے مجموعے تیار ہوئے جیسی اسحاق بن راہویہ کا مجموعہ حدیث زیادہ مشہور ہے۔ مصنف عبدالرزاق (۲۱۱) سنن سعید بن منصور (۲۱۵) بھی قابل ذکر ہیں۔

فتنہ وضع حدیث منصور عباسی سے پہلے سے وضاع حدیث اپنی فتنہ پردازی میں سعی بلیغ کر رہے تھے مگر ہادی کے زمانہ میں ان زندیقوں کو پنپنے کی سزا بہت کچھ ملی مامون کے عہد میں علوم عقلیات کی گرم بازاری نے حکومت کو زندیقوں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا معتصم اور واثق کے عہد میں ایک تو اعتزال کی گرما گرمی تھی دوسری طرف محدثین پر مسئلہ خلق قرآن کی بدولت زجر و توبیخ حکومت کی طرف سے ہو رہی تھی۔ حدیث گڑھنے والوں کو کافی فرصت ملی چنانچہ معتصم اور واثق کے عہد میں وضاع حدیث کثرت سے پیدا ہو گئے تھے۔

ایک دن امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین مسجد رصافہ میں نماز پڑھ رہے تھے ان کے سامنے ایک واعظ کھڑا ہو کہنے لگا کہ مجھ کو حدیث پہونچی ہے احمد بن حنبل اور

یحییٰ بن معین اور ان دونوں کو عبدالرزاق اور اس سے معمر اور اس نے انس سے کہا حضرت انس نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جو شخص کہے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک کلمہ سے جانور پیدا کرتا ہے جو چونچ اس کی سونے کی الخ۔ اس قصہ کو قریب بیس ورقوں کے بیان کیا۔ امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ کر پوچھا کیا تم نے یہ حدیث اس سے بیان کی ہے انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے اس واعظ کو دیکھا تک نہیں چہ جائے کہ اس کو حدیث سناتا اتنے میں وہ قصہ گو حاضرین سے خیرات لیتا ہوا ان دونوں تک آیا انھوں نے اس سے پوچھا تو نے یہ حدیث کس سے لی ہے اور ہمارے نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں تو نے ہم پر افترا کیا ہے۔ اس نے کہا میں نے سنا تھا ابن معین احمق ہے لیکن اب یقین ہو گیا۔ کیا اس نام کے اور نہیں ہو سکتے میں نے ۱۷ احمد بن حنبل اور ابن معین سے یہ روایت لکھی ہے یہ کہہ کر ٹھٹھا لگاتا ہوا مسجد سے چلتا ہوا یہ منہ دیکھتے رہ گئے

ابو عصمہ سے کسی نے پوچھا کہ روایت مالک کی عکرمہ سے اور عکرمہ کی ابن و ابن عباس سے قرآن کی سورتوں کے فضائل میں تم نے کہاں سے پائیں ابو عصمہ نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی تاریخ کی طرف زیادہ متوجہ ہو گئے ہیں اس لئے یہ بہ نظر ثواب کے میں نے ان حدیثوں کو بنایا ہے ابو عصمہ۔ نوح ابن مریم المروزی۔ محمد بن عکاشہ کرمانی۔ احمد بن عبداللہ جوئباری ابن تمیم فریابی وغیرہ بنظر ثواب حدیثیں بناتے تھے سہل بن تستری کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے دس ہزار حدیثیں بنائی ہیں ف۱ جو بعض کتب احادیث میں شامل ہیں

ف۱ تحذیر المسلمین صفحہ ۴ مطبوعہ مصر ۱۹۰۳ء

اس عہد میں ائمہ فن کو یہ خیال دامن گیر تھا کہ ان تمام مجموعوں سے نہایت صحیح و مستند روایتیں انتقاء کر کے مثل موطا کے جمع کر دی جائیں۔

امام اسحاق بن راہویہ کا حلقہ درس جمع ہوا تھا امام محمد اسمٰعیل بخاری بھی حاضر درس تھے تو امام ابن راہویہ نے تمام تلامذہ سے مخاطب ہو کر کہا کاش تم میں سے کوئی صحیح حدیثوں کا ذخیرہ جمع کر دیتا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ امام کے اس قول نے مرے دل میں نہایت گہرا اثر کیا اور میں اس پر آمادہ ہوا کہ استاد کی تمنا کو پورا کروں چنانچہ ۱۶ سال کی مدت میں جامع صحیح مرتب کی اور امام علی ابن مدینی امام احمد بن حنبل یحییٰ بن معین وغیرہ ہم کے آگے اس جامع صحیح کو پیش کیا سبھوں نے اسے اچھا بتایا اور اس کی صحت کی گواہی دی[1] موطا منصور کے زمانہ میں مرتب ہوئی بخاری شریف واثق کے عہد میں تکمیل کو پہنچی۔

اسماء الرجال کی پہلی تصنیف

یحییٰ بن معین فن اسماء الرجال کے بڑے امام ہیں وہ جرح و تعدیل میں کسی شخص کے رتبہ و حیثیت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ سلاطین و قضاۃ سے لے کر مقتداؤں و پیشواؤں تک کی اخلاقی و اعمالی سراغ رسانی کر کے نکتہ چینی کی مذموم اوصاف تک کو افشا کر دیتے اور اظہار حق میں کسی لومۃ لائم اور ملامت گردں کی پرواہ نہیں کرتے ہر قسم کی طعن و تشنیع کو حدیث کی محبت و حفاظت میں خلوص نیتی کو مدنظر رکھ کر گوارا کیا کرتے ان کے استاد یحییٰ بن سعید القطان حنفی نے اسماء الرجال پر پہلی کتاب لکھی[2] اس کے بعد سے دوسرے مجموعے تیار ہوئے[2]

---

[1] مقدمہ فتح الباری از علامہ ابن حجر عسقلانی [2] دیباچہ میزان الاعتدال ذہبی۔

علوم عقلیہ

[۱] مامون کے زمانہ سے واثق کے عہد تک علوم عقلیہ کی بے حد ترقی ہوئی معتصم کے عہد میں بیت الحکمت کا کام جاری رہا واثق کو بھی اس سے دلچسپی تھی اور اسکو ترقی دی بڑے بڑے مترجم بیت الحکمت میں ملازم رکھے، خود فلسفہ سے ذوق رکھتا تھا اور اس کے دربار میں فلسفی تحریک ہوا کرتے ان سے مباحثہ کرتا یوحنا بن ماسویہ کو ندیم بنایا دوسرے انکو دولت سے مالا مال کیا ایک موقعہ پر تین لاکھ درہم عطا کئے مگر متکلمین کی زیادہ پذیرائی تھی بالخصوص معتزلہ کی۔ البتہ اس کے عہد میں بنو موسیٰ بن شاکر کی رصدگاہ جو بغداد میں ۸۲۵ء میں قائم ہوئی تھی ۸۷۰ء تک اسمیں مشاہدات فلکی کا کام منجمین کرتے رہے[۱]۔

المسالک والممالک واثق کے عہد میں ابن خردادبہ (امام ابوالقاسم عبداللہ محمد بن خردادبہ) جغرافیہ نویس تھا یہ زرتشتی تھا مسلم کی اولاد سے تھا وہ صوبہ جبال میں محکمہ برید و احتساب کا افسر اعلیٰ تھا ۸۴۳ء میں اس نے المسالک والممالک جغرافیہ میں لکھی۔

حکیم سلیمویہ ابن ہندا المامون اور المعتصم کے زمانوں کا نسطوری طبیب تھا معتصم کا طبیب خاص تھا واثق کی نظر عنایت اسپر تھی اس نے ہی حنین کو جالینوس کی تصنیف میں مدد دی تھی اواخر ۸۴۳ء میں اسنے انتقال کیا

مورخ واثق کے عہد میں ابو محمد عبدالملک ابن ہشام ابن ایوب الحمیاری البصری

---

[۱] مروج الذہب ذکر خلافت واثق باللہ [۲] طبقات الاطبا تذکرہ یوحنا بن ماسویہ
ات الحکما صاعد اندلسی

مورخ تھا اس کی عمر کا آخری زمانہ فسطاط میں گزرا ہے ۲۵۴ھ میں انتقال ہوا
مصنف سیرت الرسول ہے (جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے)

محمد بن سماعہ بن عبداللہ کوفی فقیہ محدث ۲۳۳ھ میں انتقال کیا نوادر ابن سماعہ۔ ادب القاضی آپ کی تصنیف یادگار ہے ہیں۔

حاتم بن اسماعیل الاصم بلخی صاحب مقامات تھے۔ ۲۳۷ھ میں وصال ہوا

بشر بن الولید بن خالد کندی امام ابویوسف کے اصحاب سے ہیں محدث صالح وعابد تھے ۲۳۸ھ میں وصال ہوا۔

داؤد بن رشید خوارزمی امام محمد کے اصحاب سے ہیں فقیہ و محدث تھے ۲۳۹ھ میں وفات پائی

ہمعصر علماء

احمد بن یونس۔ اسمٰعیل بن عمرو البجلی وسعید بن منصور صاحب السنن ومحمد بن الصباح الدولابی صاحب سنن ابو الولید الطیالسی۔ خلف بن ہشام البزار (مشاہیر القراء) عبداللہ بن محمد السندی نعیم بن حماد الخزاعی راکابر جہمیہ تھا سنن میں آپکی تصانیف ہیں علی بن جعد الجوہری۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی مصنف کتاب الطبقات سعید بن محمد الجرمی۔ احمد بن نصر الخزاعی امیہ بن بسطام۔ کامل بن طلحہ۔ محمد بن سلام الجمحی یحییٰ بن بکیر راوی الموطا عن امام مالک محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول معروف العلاف متکلم متوفی ۲۳۷ھ (ابن خلکان جلد ا صفحہ ۴۸

تمام شد

البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۸

سلسلۂ ندوۃ المصنفین
(۳۸)

تاریخِ ملّت

حصہ پنجم
خلافتِ عباسیہ (۱)

عباسی خلفاء سفّاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون، امین، مامون، معتصم اور واثق کے سوانح حیات اور دورِ حکومت کے جامع و مستند حالات اور ان کے علمی، مذہبی، تمدنی اور اصلاحی کارناموں پر تبصرہ

تالیف

مفتی انتظام اللہ صاحب اکبر آبادی

ندوۃ المصنفین
۱۳۶۹ھ